در جواب

تالیف: شاعر آل عمران ملک صفدر حسین ڈوگر

ناشر: شریکۃ الحسینؑ پبلی کیشنز پکی شاہ مردان ضلع میانوالی
فون نمبر: 0459-392484 042-7115774
ای میل: almahdi_14@hotmail.com

نام کتاب.................................صحیفہ حقائق

تالیف..............شاعر آل عمران صفدر حسین ڈوگر

نظر ثانی..........علامہ السید افتخار حسین النقوی النجفی

سعی و اہتمام.....................سید راشد صغیر رضوی

کمپوزنگ..............................غلام صدیق

سٹاکسٹ............مکتبۃ الرضاؑ اردو بازار لاہور

سال اشاعت.....................جولائی 2004ء

قیمت...Rs.150/-

ناشر: شریکۃ الحسینؑ پبلی کیشنز پکی شاہ مردان (میانوالی)

فہرست عناوین

صلوات کاملہ

یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

اے محمد وآل محمد کے رب جلیل

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

محمد اور آل محمد پر صلوات بھیج

وَعَجِّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدٍ.

اور آل محمد کی کشائش (حکومت کے قیام) میں جلدی فرما۔

نوٹ: بعض عاملین کا تجربہ ہے کہ جو شخص روزانہ اس صلوات کو ۳۱۳ مرتبہ پڑھے گا اسے امام زمانہ عج کی زیارت نصیب ہوگی۔

یہ صلوات حضرت جبرائیل نے جناب یوسفؑ کو زندان میں تعلیم دی اور حضرت یوسفؑ اسکا ورد کرتے تھے۔

شب عاشورا امام حسینؑ کا اپنے منتقم بیٹے حضرت قائمؑ کا تذکرہ

حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے شب عاشورا فرمایا

ابشروا بالجنة انا نمكث ماشاء الله بعد مايجرى علينا ثم يخرجنا الله وايا كم حتىٰ يظهر قائمنا فينتقم من الظالمين وانا وانتم نشاهدهم فى السلاسل والاغلال وانواع العذاب؟

فقيل له: من قائمكم يا بن رسول الله؟

قال السابع من ولد ابنى محمد بن على الباقر وهو الحجة بن الحسن بن على بن محمد بن موسىٰ بن جعفر بن محمد بن على ابنى وهو يغيب مدة طويلة ثم يظهر ويملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا.

ترجمہ: آپ سب کو جنت کی بشارت ہو خدا کی قسم! یہ بات جان لو کہ ہمارے خلاف جو کچھ ہونا ہے جب یہ سب کچھ ہو جائیگا تو جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جو اسکی مشیت میں ہوگا ہم (خاص مقام) میں ٹھہریں گے پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو وہاں سے باہر نکال لائے گا ایسی حالت میں ہمارے قائم کا ظہور پرنور ہو جائیگا......پس ہمارے قائمؑ سارے ظالموں سے انتقام لیں گے اس وقت میں خود اور آپ سب ان ظالموں کو ہتھکڑیوں، بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے اور ہم انہیں مختلف قسموں کے عذابوں میں مبتلا مشاہدہ کریں گے انکو طرح طرح کا عذاب دیا جا رہا ہوگا اور ہم سب اس منظر کو دیکھ رہے ہونگے۔

پس آپؑ سے سوال کیا گیا: یابن رسول اللہ آپ کے قائم کون ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میرے بیٹے محمد بن علی الباقر علیہ السلام کے ساتویں فرزند ہمارے قائم ہیں اور وہ حجت ہیں جو حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں اور محمد میرے بیٹے علی کے فرزند اور وہ (ہمارے قائم) ایک لمبی مدت کیلئے غائب ہونگے پھر وہ ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدالت اور انصاف سے بھر دیں گے جس طرح ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

(بحوالہ اثبات الرجعۃ و مقتل الحسین للمقرم)

انتساب

خاندانِ تطہیر کی دکھتی جاگتی، زخمی آنکھوں کے نام

- آزردہ، محرومہ، مضروبہ، شہیدہ، سیدۃ النساء العالمین (سلام اللہ علیہا)
- انکی دختران، حضرت سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) حضرت سیدہ ام کلثوم (سلام اللہ علیہا)
- خون کے آنسو رونے والے دو آئمہ طاہرینؑ

حضرت علی ابن الحسین (علیہم السلام)

حجت خدا صاحب العصر والزمان (علیہ السلام)

- کم سن اسیر امام محمد بن علی بن حسین (علیہم السلام)
- دربدر، شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ پھرائی جانے والی۔

مخدرات عصمت

- زندان شام میں شہادت پا جانے والی کم سن سیدزادی۔
- وفادار کنیزوں
- رت جگوں کی عادی اور مسلسل ہر مصائب کی شاہد۔

دکھتی، جاگتی، زخمی آنکھوں کے نام

- جن میں مدینۃ الرسولؐ سے مدینۃ الرسولؐ تک کے ٹھہرے ہوئے لمحات آج

بھی حضرت ولی العصرؑ کو خون کے آنسو رلا رہے ہیں۔

- اے جبار و قہار! اے منتقم و قادر، خداند خالق۔
- آیہ تطہیر کی مجسم تفسیر، اپنی توحید کے ستون، اپنے عدل کے باب، الٰہی رازوں کے امین کو اذن ظہور عطا فرما۔
- صدیوں سے آزردہ خاندان کی آنکھوں کو ان پر ہونے والے مظالم کا انتقام دکھا کر...... انہیں آباد و شاد کر۔

محمدؐ و آل محمدؑ کے ماتمی صحنوں میں دائمی خوشیاں بھر دے۔

- ان کے محروم، اداس، یاس زدہ آزردہ چہروں پر انہی کے قائم (عج) کی برکات سے رونقیں لوٹا دے۔
- اور ہماری یہ حسرت، خواہش، نیت، ''ناحیہ نشین'' سلطان تک پہنچا دے۔

یہ سب کچھ ہو جائے تو پھر ہماری اپنی خواہش ہی کون سی رہ جائے گی؟

- ان حسرت زدہ مقدس چہروں پر ظہور پذیر ہونے والا تبسم ہی ان کی بارگاہ تک رسائی کا اذن ہوگا اور پھر ان سے خیرات میں ملنے والا ''قرب'' اصحاب الیمین کی سند ٹھہرے گا۔
- جب شہنشاہ کائنات کے گھر رونقیں لوٹیں گی ان کے دلوں کے زخم کسی حد تک مندمل ہو جائیں گے۔

اور جو کریم ابن کریم خون کے آنسو رو کر اور عزائیہ زندگی گزارتے ہوئے ہماری حاجات سے صرف نظر نہیں کر پاتا تو وہ اپنے عصمت کدہ کی رونقیں لوٹ آنے پر ہم راہ نشین سائلوں کے کشکول کیوں خالی رہنے دے گا؟

جب اسی سے اسی کے وصل کی بھیک مل جائے گی تو دنیا و آخرت کے کسی اور سوال کی حاجت ہی نہ رہے گی۔

اے قادر مطلق! اپنے پوشیدہ اسم اعظم کا واسطہ، بحق زہراء (سلام اللہ علیہا)، بہ شرف زہراء (سلام اللہ علیہا)، بہ نور زہراء (سلام اللہ علیہا)، پردہ غیبت میں مسند ہیبت پہ جلوہ گر "منتقم آل محمدؑ" کا جلد از جلد ظہور فرما اور اسی سوال کو اس کے ظہور پر نور تک ہماری زبانوں پر جاری رکھ اور اسے قلب پر وارد کر کے اسے سائل کی کی صدا قرار دے کر "اذن اللہ" کی عصمت کی بازگشت سے نواز دے اور اپنا بندہ ہونے کی حیثیت سے مخلوق کے جس سوال کو تو قادر مطلق "اللہ" ہونے پر رد نہیں کرتا اسی حسرت کو "سوال" قرار دے کر شرف قبولت عطا فرما۔

شاعر آل عمران
ملک صفدر حسین ڈوگر

اُکھڑی ہوئی ہے خیمہ شبیرؑ کی طناب

معصومین (علیہم السلام) کی حیات مقدسہ کے حوالے سے دُنیا کی ہر زبان میں مورخین، محققین نے اپنی اپنی بساط کے مطابق لکھا جس سے ہر شخص نے اپنی علمی سطح اور معرفت کے تحت اس کا مطالعہ کیا اور اپنے ذہن میں ایک تاریخ مرتب کر لی کہ کون کون سے واقعات کب اور کیسے ہوئے؟

مورخین کا آپس میں بھی اختلاف رہا ہے چونکہ ہر ایک کے ماخذ و مصادر اپنے اپنے تھے۔

ہر شخص جب کوئی نئی تحریر نئے رخ سے پڑھتا ہے جو اس کے مطالعہ میں نہ رہی ہو تو وہ اسے فوری طور پر قبول کرتا ہوا نظر نہیں آتا اور اگر یہ تحریر مکمل طور پر ناقدانہ، انحرافی نکتہ نظر سے لکھی گئی ہو تو وہ اسے یکسر مسترد کرتا نظر آتا ہے معاشرے میں ہر قسمی لوگ موجود ہوتے ہیں کچھ ان تحریروں سے متاثر بھی ہوتے ہیں اور پھر ان تحریروں کو مسترد کرنے اور متاثر ہونے والے اپنی ذہنی سطح کے تحت آپس میں اس پر تبصرہ بھی کرتے ہیں اور یہ تبصرہ کبھی کبھی اختلافی انتہا تک جا پہنچتا ہے۔

کچھ عرصہ سے پاکستان میں علماء ہی کی صنف سے ایک نام زیر بحث ہے وہ ''شرف الدین موسوی'' ہیں۔

ان کی تحریروں میں شیعہ مسلمات سے مکمل واضح اور دوٹوک انحراف کو شدت سے محسوس کیا گیا تو میں نے ان کی ۱۴۱۰ ہجری سے لے کر ۱۴۲۳ ہجری تک کی سترہ کتب کا دقیق مطالعہ کیا تو اس میں انہوں نے ۱۴۱۰ ہجری سے لے کر ۱۴۲۴ ہجری تک

وقفے وقفے سے اپنی ہر کتاب میں ''جدید تحقیق'' کے نام پر کچھ تاریخ کو اس انداز میں مسخ کر کے پیش کیا جس کی کسی بھی شیعہ عالم دین سے توقع ہی نہیں کی جاسکتی۔

اور پھر ۱۴۲۴ ہجری میں انہوں نے اپنی کتاب ''عقائد ورسومات شیعہ'' میں سب کچھ ایک ہی جگہ پر لکھ دیا جو ان کا ذاتی نظریہ تو ہوسکتا ہے مگر شیعہ نکتہ نظر سے وہ یکسر غلط ہے۔

انہوں نے کئی مقامات پر انتہائی غیر مہذب زبان بھی استعمال کی اور یہ اعتراف بھی کیا کہ میرے قریبی دوست مجھے انتہا پسند قرار دیتے ہوئے تنہا چھوڑ گئے ہیں۔

میں نے ان سے منحرف ہونے والوں سے ملاقاتیں بھی کیں مگر میں نے ان کی کسی گفتگو کو اپنی کتاب کا حوالہ اس لیے قرار نہیں دیا کہ جو جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں وہ سب کچھ شرف الدین نے اپنی کتب میں لکھ رکھا ہے۔

ان کی کتب میں بلا کا تضاد موجود ہے جو آئندہ کسی علیحدہ کتاب میں لکھوں گا۔

ان کی کتب کے اکثر ایک ایک جملے کا انحراف جواباً مکمل ایک کتاب کا تقاضا کرتا ہے انہوں نے جو لکھا دوٹوک لکھا اور کوئی ابہام نہ چھوڑا۔

جب کہ ایسی تحریریں اور نظریے کے لوگ بات کو الجھا کر بیان کرنے کے ماہر ہوتے ہیں مثلاً اپنی گفتگو میں جو کسی نہ کسی ''بیٹھک'' یا ڈرائنگ روم میں کسی قسم کی دعا یا درس کے نام پر ہوتی ہے وہ واضح کہتے ہیں کہ...... میں کسی سند کو نہیں مانتا...... روایات کی صحت نہیں ہے...... میں جو لکھتا ہوں وہی درست ہے۔

یہ بھی اپنے قارئین پہ واضح کردوں کہ ان کے بیان کردہ نظریات وعقائد و انحرافات نئے نہیں ہیں ان پر ہر دور اور ہر زمانے میں بحث ہوتی رہی ہے ہر دور میں

ایسے لوگوں کا ایک ''نیٹ ورک'' موجود رہا ہے اور ایسے لوگوں کے جوابات ہمارے مراجع عظام، مجتہدین وعلماء نے دے کر اپنے فرض منصبی کو انجام دیا ہے۔

میں یہ ساری گزارشات اپنے اسلوب سے قطعی ہٹ کر اس لیے لکھ رہا ہوں کہ نئی نسل کا قاری یا کوئی بھی اس نہج پہ سوچنے والا میرے یک طرفہ انداز سے بددل ہو کر کتاب ہی سے صرف نظر نہ کرے ہوسکتا ہے کہ کسی بھی ذہن میں یہی سوالات ہوں؟ تو وہ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد خود کسی سمت کا تعین کر سکے۔

میں شرف الدین کے ماخذ ومصادر اور نیٹ ورک تک یقیناً پہنچا ہوں جس کا تذکرہ ''صحیفہ حقائق جلد دوم'' میں ہوگا فی الحال ان کے انحرافات کے جوابات کو انہی کے پسندیدہ مورخین کے حوالوں سے زیادہ تر لکھنے کی کوشش کی ہے۔

اب ان کا نظریہ ہے کہ ''مجتہدین تاریخ نہیں جانتے ان کا دائرہ فقہ تک محدود ہے'' تو اتنے بڑے ذریعے سے انکار کرنے والے کے بارے میں کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے؟

میں نے ان کے انحرافات کو ان کی کتابوں سے حوالوں کے ساتھ تحریر کر کے ان کا مدلل اور ٹھوس حوالوں سے جواب لکھا ہے۔

چونکہ اکثر لوگ کسی کی نئی بات سے یا ضخیم کتاب سے یا بھاری بھر کم فقہی اور شرعی اصطلاحات سے متاثر ہو کر اس کے نظریہ کو مان لیتے ہیں مگر جب انہیں اس تصویر کا اصل رخ دکھایا جائے تو وہ بڑی حد تک اس جعلی نظریہ کو ترک کرنے میں دیر نہیں کرتے اس کا تجربہ مجھے ''تائید معصومؑ در جواب اصلاح الرسوم'' لکھ کر ہوا ہے۔

ایک محترم شخصیت کے کہنے پر یہ سادہ سی گزارشات لکھ دی ہیں حالانکہ ایسے

انتہا پسندوں کے لیے میں خود اپنی تحریر کا ایک انداز رکھتا ہوں بہر حال اگر اس کتاب کے مطالعہ سے ایک شخص بھی شرف الدین کے منحرف نظریوں سے واپس پلٹ آیا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی ان کی لکھی ہوئی کتب سے زیادہ نقصان صف علماء کو ہوا...... ورنہ حلقہ ماتم ومجلس کو نہ ان کے کسی نظریے کی ضرورت ہے نہ سند کی وہ پہلے ہی کب ان کی کچھ سننے پر آمادہ ہیں؟

قارئین کا حلقہ اس بات سے آگاہ ہے اور مجھ سے اختلاف رکھنے والے بھی اس کی تردید نہیں کرتے کہ میں نے کبھی بھی کہیں کوئی غلط حوالہ نہیں لکھا اور نہ مجھے اس کی کبھی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

میں اس سلسلے میں علامہ السید افتخار حسین النقوی النجفی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے مسودے پر نظر ثانی فرما کر اس کی اہمیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ نیز انہوں نے ہر باب میں شرف الدین کے نظریات پر مختصر مگر جامع اور مدلل ''تبصرہ'' لکھا ہے تاکہ شرف الدین کے نظریہ میں کوئی ابہام نہ رہے۔

میں اپنی تحریروں کے چند عینی شاہدوں کا شکر گزار ہوں اسلام آباد سے قافلہ کربلا کے سالار سید امیر حسن ترمذی (جو ہر سال اپنے خرچہ پر چالیس ماتمی عزاداروں کو پرسے کیلئے ایران لے جاتے ہیں اور اب تک نو قافلے لے جا چکے ہیں) کے فارغ اوقات میں، میں اپنے آپ کو انکے اور صالح فرزند سید حسن ترمذی کے سپرد کر دیتا ہوں وہاں سید کفایت حسین ہمدانی، عمار ابوذر کے ساتھ چار چوکڑی میرے شکستہ اعصاب اور ذہنی تھکاوٹ کیلئے سکون بخش ہوتی ہے زندگی کا ہر عنوان زیر بحث آتا ہے یہ لوگ میری شکستگی اور درماندگی کا سہارا ہیں۔

عارف والا سے شیخ ولایت حسین فیملی میرے لئے قلبی، ذہنی، روحانی تحفظ کا باعث ہے۔ راولپنڈی سے مومن آل محمد اشتیاق علی رضوی کو ہمہ وقت میری صحت کا خیال رہتا ہے اور میرے وجود اور ذہنی توڑ پھوڑ کو دوبارہ یکجا کرنا انہی کے ذمہ ہے وہ اس دور میں وضعداری کا بھرم ہیں۔

مخدوم سید علمدار حسین شاہ بخاری کی دعائیں حسب معمول میرے لئے جاری و ساری ہیں۔

سید زاہد جعفری کسی بھی تہوار میں میرے بچوں کو نہیں بھولتے انکی ذات سے وابستگی میری روحانی غذا ہے۔

مجھے لاہور چھوڑے عرصہ ہو گیا ہے اب میرا پورا لاہور سید راشد صغیر رضوی ہیں وہ میرے قیام لاہور کے درمیان میرے وہاں کے حلقہ احباب کیلئے ایک ''سٹینڈ'' واقع ہوئے ہیں جہاں سید فرحت عباس کرمانی، سید فضل عباس کرمانی، سید خرم کرمانی اور دیگر دوست موجود ہوتے ہیں۔

سرگودہا سے مولانا محمد سبطین نصیری، خان امجد علی خان، عزیزم اظہر حیدری اور خان علی رضا خان کا شکر گزار ہوں جو میرے لئے نایاب خزانہ ہیں اور میرے لئے نادر کتب کے مہیا کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں راولپنڈی میں یہی ذمہ داری ملک شفقت حسنین اور ملک نسیم عباس کے ذمہ ہے۔

میں اپنے مرشد فخر سادات علامہ سید اعجاز حسین کاظمی کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے احسان مند ہوں جن کی دعاؤں سے میں زندگی کے کٹھن اور مضطرب مراحل کو طے کر رہا ہوں اور الحمد اس ہستی سے فیض یاب ہو کر میں ایک پرسکون زندگی گزار رہا ہوں

انگلینڈ میں مقیم مولانا سید کلب عباس کاظمی کے شکریہ کے بغیر یہ اظہار تشکر نامکمل رہے گا جوفون پر میری ہر نئی کتاب کا دریافت کر کے میری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔

آخر میں اسکندر آباد (میانوالی) میں اپنے محسن ڈاکٹر محمد آصف مغل کا ازحد ممنون ہوں جنہوں نے دواؤں اور دعاؤں سے مجھے اس دور کی لاعلاج بیماریوں سے نجات دلانے کیلئے واقعی حد کر دی اور اب میں رو بہ صحت ہوں۔

نیز میں گلن خیل سے ملک مشتاق حسین ، ملک عبدالغفار، ملک غلام رضا، جامعہ علمیہ کراچی سے سید محمد حیدر نقوی اور دیگر اپنے ان احباب کا ممنون ہوں جنہوں نے مجھ سے بھی زیادہ صحیفہ حقائق کا انتظار کیا ملک بھر کے ارباب منبر نے خصوصاً اسلام آباد اور راولپنڈی کے عزادار و ذاکرین نے مسلسل رابطہ رکھتے ہوئے اس کتاب کے مراحل کے بارے میں بارہا دریافت کیا۔

کمپوزنگ کیلئے عزیزم غلام صدیق جنہوں نے شب و روز کام کیا اور صحیفہ حقائق کے کئی پروف نکالے اللہ تعالیٰ اس کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

شاعر آل عمران

ملک صفدر حسین ڈوگر

کچھ اس کتاب کے بارے میں

علامہ سید افتخار حسین النقوی النجفی

بسم اللہ رب العالمین الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد رحمة للعالمین و علی آلہ الطیبین المعصومینؑ و علی بقیة اللہ فی العالمین و اللعنة علی اعدائھم اعداء الاسلام اجمعین.

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے ایسے بندگان کو قرار دیا ہے جو حق کی پہچان کرواتے ہیں باطل اور باطل کی ترویج کے سامنے بند باندھتے ہیں یہی لوگ اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ انہیں وارثان علوم اہل بیتؑ کا عنوان دیا جائے ہمارے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ خداوند نے ہمیں خالص اسلام کی پہچان کروائی ہے اور اہل البیتؑ کی ولایت ہمارے نصیب فرمائی ہے اور ہمارے دلوں کو محبت اہل البیتؑ سے روشن کیا ہے ہر دور میں اسلام اور محافظان اسلام کے خلاف سازشیں ہوتی رہیں خود رسول اسلام کا زمانہ اور آپ کے بعد آپ کی دختر نیک اختر بضعت مصطفیٰؐ جناب سیدہ زہراءؑ، مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور آپ کے گیارہ فرزندوں کی ظاہری امامت کے دورانیے میں بھی ایسی سازشیں ہوتی رہیں کچھ کا آپ حضرات نے خود توڑ کیا اور آنے والوں کے لیے راہیں متعین فرمادیں کہ کس سازش کا مقابلہ کس طرح کرنا ہے عوام اور سادہ لوح عوام جن کے دل پاکیزہ، عقائد درست اور عمل کی دنیا میں پیش پیش رہتے ہیں شیطان صفت انسان نماؤں نے ہمیشہ ایسے ہی افراد کو گمراہ کرنے کے

لیے اپنے جال پھینکے ہیں اور سیدھے سادھے عقائد اور نظریات میں شبہات ایجاد کیے ہیں جب اسلام کی نابودی کا سامان باہر رہ کر نہ ہوسکا تو خود کو اسلام کا لباس پہنا کر مسلمانوں میں داخل ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کیں۔

اہل البیتؑ آغاز سے لے کر آج تک مظلوم ہیں، اہل البیتؑ نہ ہوتے اسلام نہ ہوتا آج بھی اسلام کا نگہبان پردہ غیبت میں بیٹھ کر اپنے جدامجدؐ کے دین کا تحفظ کر رہے ہیں اور ان سے براہ راست رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے باطل قوتوں کے خلاف میدان جہاد میں فقہاء و مجتہدین ان کے دیئے ہوئے شعور کے مطابق مصروف عمل ہیں، صدیوں سے یہ حق و باطل کا معرکہ جاری ہے حق کی بالادستی ہر دور میں قائم رہی ہے اور آخری زمانہ تو حق کے عملی نفاذ اور حق والوں کی عالمی حکومت کے قیام اور باطل کی ہر شکل و صورت کی فناء سے متصف ہے۔

اس وقت پاکستان کی سرزمین پر بسنے والے مومنین اور پیروان اہل البیتؑ کو جادہ حق سے بھٹکانے کی سازشیں عروج پر ہیں اور دشمن دین شب و روز اپنے تمام ذرائع استعمال میں لا رہا ہے تاکہ آخری زمانہ میں مومنین کا جو کردار بنتا ہے اسے وہ ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ رہیں بیک وقت عقائدی بنیادوں کو کمزور بنانے، اعمال کی دنیا سے انہیں بیزار کرنے، شیعیت کے بنیادی دوستوں (۱) عزاداری اور (۲) مرجعیت سے باغی بنانے اور علم و عمل کے مرکز مدرسہ کی حیثیت مشکوک کرنے کی دشمن مسلسل سازش کر رہا ہے اس میں اغیار کا محاذ بھی کام کر رہا ہے اور اپنوں کے لباس میں بھی ایجنٹ نمک خواری کا حق ادا کر رہے ہیں علماء کے لباس میں، خطیب اور ذاکر کے لبادہ میں، غرض ہر روپ اور رنگ میں اسلام کی عقیدتی سرحدوں کو کمزور بنانے کیلئے

تابڑتوڑ حملے جاری ہیں۔

برادران ایمانی مکتب اہل البیتؑ کے خلاف مخالفین کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات نئے ہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے مذہب حقہ کی نظریاتی اور عملی بنیادوں کو کمزور بنانے کیلئے شبہات نئے ہیں ہر دور میں مذہب حقہ کے نگہبانوں، رسالت و امامت کے وارثان علماء ربانیین نے اپنی ذمہ داری ادا کی ہے اس وقت جس کتاب کو آپ پڑھنے جا رہے ہیں یہ بھی مذہب حقہ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابوں اور تحریروں کا تسلسل ہے۔

ہمارے اکثر قاری دارالثقافۃ الاسلامیہ کے نام سے بھی واقف ہیں اور جناب شرف الدین بلتستانی کی تحریریں بھی انکی دسترس میں ہیں پچھلے پندرہ بیس سال سے مختلف موضوعات پر اس ادارہ نے اردو زبان میں کتابیں شائع کی ہیں آپ حضرات مولوی شرف الدین کی جانب سے مذہب حقہ کے عقائد اور عملیات پر انکے تنقیدی انداز سے بھی واقف ہیں اور شاید انکا تنقیدی انداز تعلیم یافتہ طبقہ میں انکی شہرت کا سبب بنا اور دشمن دین نے بھی انکے اسی ناقدانہ مزاج سے فائدہ اٹھایا۔ ہمارے خیال میں شیعیت کا دشمن بڑا چالاک اور مکار ہے انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے بعد وہ بہت ہی مہارت کے ساتھ اور غیر محسوس انداز میں مذہب حقہ کی بنیادوں کو کھوکھلا بنانے میں مصروف عمل ہے وہ خود پس پردہ بیٹھا ہے اصلاح کے نام سے جو کچھ اس کا مدعا و مقصد تھا اسے اس نے بعض علماء کے لباس میں موجود افراد سے حاصل کیا ہے......!!ایک دن کی بات ہے میں تازہ بیرون ملک سے واپس آیا تھا یہ کوئی ربیع الاول ۱۴۲۵ھ کا دوسرا ہفتہ ہوگا درویش صفت انسان شاعر آل عمران مدافع

نظریہ ولایت جناب صفدر ڈوگر صاحب مدرسہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؑ پکی شاہ مردان میانوالی تشریف لائے اور انہوں نے میرے سامنے شرف الدین صاحب کی اسی محرم ۱۴۲۵ھ میں شائع ہونے والی چند کتابیں رکھیں انہوں نے بعض مقامات پر نشانات لگائے ہوئے تھے کہ جن سے واضح ہوتا تھا کہ دشمن دین کامیاب ہوگیا اور اس نے چھپ کر شیعیت پر ایسا وار کیا ہے کہ جس کا اثر بہت عرصہ تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔

مذہب حقہ کا محافظ تو خود اللہ ہے اور اسی مذہب نے ہی قیامت تک باقی رہنا ہے لیکن شیطان ابلیس نے اعلان کیا تھا کہ میں انسانوں کو جادہ حق سے پھیروں گا انکو اللہ کی طرف نہ آنے دونگا اور ہر دور میں اس نے اپنا کام کیا اور رحمانی نمائندوں نے بھی اپنا کام کیا اب جبکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ پوری زمین پر عدالت الٰہی کا قیام ہوگا...... پورا ہونے والا ہے ہر دن نئی امید کی کرن لیکر آتا ہے تو ابلیسی کارندوں کی کاروائیاں تیز بھی ہوگئی ہیں اور ان میں جدت بھی آگئی ہے اسکا عملی نمونہ مولوی شرف الدین کی کتابیں ہیں کہ جن میں انہوں نے بیک وقت شیعیت کی بنیادوں کو برباد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور دشمن اہل البیتؑ کو شیعہ عوام کے خلاف بھڑکانے اور اکسانے کا پورا پورا انتظام کیا ہے اور اپنے اس تخریبی عمل کو اصلاح عقائد، رسومات و عبادات کا نام دیا ہے اور خود کو شیعیت کا ہمدرد اور آئمہ اہل البیتؑ کا سچا پیرو ثابت کیا ہے۔

مجھے اپنے قاری کو اتنا بتانا ہے کہ اگر کوئی شخص مقدس لباس میں آکر یہ کہہ دے اور لکھ ڈالے کہ "حق علیؑ مولا کی پہچان ہے علیؑ مولا حق کی پہچان نہیں"۔

اصول دین پانچ نہیں تین ہیں......

علیؑ مولا کی خلافت بلافصل ثابت نہیں، آئمہ اہل البیتؑ دنیاوی امور میں

وسیلہ نہیں، آئمہ اہل البیت (علیہم السلام) آئندہ کے حالات سے واقف نہیں، حضرت امام حسین (علیہ السلام) کا مقصد شہادت نہ تھا، حضرت امام حسین (علیہ السلام) کو اپنے شہید ہونے کی بالکل خبر نہ تھی۔

عزاداری کے جتنے مظاہر ہیں علم عباسؑ، ذوالجناح، شبیہات، امام بارگاہ سب کے سب خلاف دین ہیں۔ حضرت امام حسین (علیہ السلام) نے احرام حج کو عمرہ مفردہ میں تبدیل نہیں کیا مراجع تقلید نے خمس اپنی اولاد کیلئے اور اپنے خواص کے واسطے ذریعہ معاش بنایا ہے دینی مدارس...... علماء کا ذریعہ معاش ہیں اور یہ مدارس انکی کاروباری دکانیں ہیں نظریہ توسل درست نہیں ہے، اللہ سے بالواسطہ مانگنے کی بجائے براہِ راست مانگا جائے۔

خود کو جعفری کہلوانا ناقص شناخت ہے اور اسی قسم کے دسیوں اور مسائل جنکو مولوی شرف الدین نے بغیر لگی لپٹی واضح اور دوٹوک انداز میں کہہ دیا ہے...... اب انصاف آپ پر ہے کیا ہم اس پر مجرمانہ خاموشی اختیار کرلیں اور شیعیان علیؑ کے خلاف سازش کو مضبوط کریں اور مومنین کے بھٹکنے میں حصہ دار بن جائیں یا مولوی شرف الدین کی طرف سے بغیر حوالہ، کمزور اور بے ہودہ اعتراضات اور شبہات کا دندان شکن اور مدلل جواب دیکر ایک بہت بڑے تعلیم یافتہ طبقہ کو گمراہی سے بچا کر اپنا شرعی فریضہ ادا کریں۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں دشمنان دین کو سمجھنے، انکی سازشوں سے واقفیت عطاء فرمائی ہے اور انکا توڑ کرنے اور پھر اپنی بات عوام تک پہنچانے کی توفیق بھی ہمیں دی ہے...... اسی فریضہ کی ادائیگی کیلئے جناب صفدر حسین ڈوگر صاحب

جنہوں نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ مولوی شرف الدین کے تمام اعتراضات وشبہات جو اس نے شیعہ عقائد، شیعہ نظریات، عزاداری، نظریہ ولایت وامامت، مرجعیت، شیعہ مدارس، علماء پر اٹھائے ہیں، پہلے ان سب کو یکجا کریں گے اور پھر مستند کتابوں اور ان مجتہدین وفقہاء اور اہل البیتؑ کی فکر کے امناء کے بیانات سے ان سب کا جواب دیں گے اور جواب دینے میں ایسے حوالے بھی ضرور دیں گے جو عام قاری کی دسترس میں بھی ہوں...... الحمد للہ انہوں نے شب وروز کی محنت شاقہ سے مولوی شرف الدین کی سترہ سے زیادہ کتابوں کی مکمل چھان بین کی ہے اور انکی آخری کتابیں جن میں اس نے وہ تمام کچھ جو اسکی سابقہ کتابوں میں بکھرا ہوا ہے ان سب کو یکجا کردیا ہے...... ان سب کا جواب قرآنی آیات، احادیث نبوی، روایات آئمہ، اقوال مجتہدین، تاریخی حوالوں سے دے دیا ہے اور اس طرح مذہب حقہ کے دفاع کا پورا پورا حق ادا کردیا ہے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے میں نے اول سے آخر تک تفصیل کیساتھ پڑھا ہے اور جو ضرورت محسوس کی ان کے بیان کی تکمیل بھی کردی ہے اور انکے دیئے گئے بیان کو مزید مضبوط و مستحکم بنادیا...... اس کتاب میں ہر بات باحوالہ ہے اور مذہب حقہ کی پوری پوری ترجمانی کی گئی ہے اور دشمنان اسلام کی سازشوں کا توڑ پیش کردیا ہے۔ اب ہمارے قاری پر ہے کہ وہ اس سلسلہ کی پہلی جلد کا پوری دقت سے مطالعہ کریں کہیں بھی کسی بات میں ابہام نظر آئے تو اس کی وضاحت کیلئے ہمارے ادارے میں رجوع کریں خطاء انسان کی سرشت میں داخل ہے عصمت کا عنوان اور یہ وصف فقط اللہ نے اپنے خاص نمائندگان کو عطاء کیا ہے لہٰذا ہم نے جو کچھ لکھا ہے دیانت داری سے اور مذہب حقہ کے دفاع میں لکھا ہے...... علماء کرام کی عظمت وجلالت کی پاسداری

میں لکھا ہے، مدرسہ کے وقار کو اجا گر کرنے ،عزاداری کی اہمیت کو مومنین کے اذہان میں راسخ کرنے اور مرجعیت کے مقام ومرتبہ کے تعارف میں لکھا ہے،ہم نے کوشش کی ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہن میں مذہب اہل البیت (علیہم السلام) کیخلاف شہد ملے زہریلے شبہات کو جس طرح مولوی شرف الدین نے متعارف کروایا ہے اور پاکیزہ اذہان میں ان شبہات کو پختہ کیا ہے ان کا ازالہ بھی ہو جائے اور مولوی شرف الدین کی حیثیت بھی سب پر عیاں ہو جائے۔

ہماری علماء کرام ذوالاحترام سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں اپنے فرض منصبی کو ادا کریں اور جہاں کہیں انہیں ہماری تحریر میں کمزوری اور سقم نظر آئے اسکی نشاندہی کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی اصلاح ہو سکے۔

آخر میں خداوند تبارک وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ جناب سیدہ زہراءؑ کی امامت وولایت کے دفاع میں اٹھائی گئی مشکلات ومصائب کے صلہ میں جناب صفدر حسین ڈوگر صاحب کی مشکلات حل فرمائے...... دنیا وآخرت میں انہیں سکون نصیب ہو اور حضرت ولی عصر امام زمانہ (ع) کے مشن کے مبلغین ومروجین سے قرار دے اور ہمیں اپنے دین کی تعلیم وتبلیغ واشاعت کی جو توفیق عطاء کر رکھی ہے وہ ہم سے بتصدق محمدؐ وآلؑ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم سلب نہ فرمائے۔آمین

محبّ منتظران دولت حقہ فاطمیہ ومہدویہ

سید افتخار حسین النقوی

۷ جولائی ۲۰۰۴ء

عنوان

اُصول دین......اسلام اور ایمان

اُصول عقائد تین ہیں ان کے علاوہ کسی اور اُصول کا اضافہ نہیں۔

(شرف الدین)

ہمارا عقیدہ ہے کہ امامت اُصول دین میں سے ایک اُصول ہے اس کا اعتقاد رکھے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

(علامہ الکبیر شیخ محمد رضا مظفر)

عنوان: اصول دین وایمان

اصول عقائد تین ہیں اور کسی اصول کا اضافہ نہیں...... شرف الدین

''دین اسلام کے اصول'' کی سرخی دے کر ''عقائد ورسومات شیعہ'' کے ص ۳۸ پر لکھتے ہیں ''قرآن کریم کی آیات کے مطابق دین اسلام کے تین بنیادی اصول ہیں پہلا توحید یعنی تخلیق، تدبیر، تربیت، حاکمیت کے تمام مراتب میں خدا کو واحد و یکتا سمجھنا، دوسرا بعثت انبیاؑ، آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک تمام انبیاؑ کی نبوت کو برحق اور عنداللہ سمجھنا، تیسرا اس دنیا کے بعد عالم آخرت میں حساب و کتاب پر ایمان لانا ان تین اصولوں کو ''اصول عقائد اسلام'' کہتے ہیں ان کے علاوہ کسی اور اصول کا اضافہ نہیں۔

❁ آگے ص ۷۸ پر لکھتے ہیں ''آیا امامت اسلام کے بنیادی اصول سے ہے؟

❁ بعض نے اپنی طرف سے بعض نئی چیزوں کو اصول اعتقاء میں شامل کیا ہے یا مفاد پرستی اور دین فروشی کے کاروبار میں نئی پروڈکشن ہے جو دنیا کی سنت کے تحت پرانے ماڈل کی مقبولیت ختم ہونے کے بعد عمل میں آئی ہے...... الخ (افق گفتگو ص ۵۴)

❁ جسے اصول دین یا عقائد کہتے ہیں یہ چند محدود حقائق کا نام ہے جیسے خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنا، نبوت اور روز جزا پر ایمان لانا وغیرہ (افق گفتگو ص ۵۷)

اسلام اور ایمان کے بارے میں شرف الدین کا موقف

''افق گفتگو'' کے ص ۹ پر لکھتے ہیں

''اسلام، ایمان سے برتر ہے اسلام ایمان سے برتر ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایک بھی آیات نہیں کہ اے اسلام لانے والو! یہ کام انجام دو اور اس فعل کو ترک کرو کیونکہ جس شخص نے اسلام لایا وہ اپنے رب کے سامنے ظاہر اور باطن میں تسلیم ہوا ہے جبکہ ایمان والوں کو کثیر آیات قرآنی میں ایسے حرکات وسکنات سے باز رہنے کا حکم دیا ہے جو خلاف مرضی خدا ہے۔

۞ ص ۱۸ پر لکھتے ہیں خود کو مومن کہنا اور دوسروں کو مسلمان کہنا یہ قرآن اور روایات سے اختلاف کے ساتھ دینا کہ گوشہ وکنار میں شیعوں سے ہٹ کر ایک الگ خطہ کا تشخص ہے جو دوسروں کیلئے نا قابل برداشت ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر ہم اپنے آپ کو مسلمان کہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

۞ ''افق گفتگو'' کے ص ۳۷ پر ''تعصب مذہبی کے عنوان سے لکھتے ہیں

''شیعہ اور سنی کے مخلوط اجتماع سے گفتگو کرتے وقت ''خلافت بلا فصل علی'' کے موضوع پر گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ اس گفتگو سے آپس میں اختلاف، فساد اور دوری نہ سہی تو کم از کم گفتگو لغو اور بے نتیجہ ضرور ثابت ہو گی''۔

تبصرہ

اس تحریر میں شرف الدین نے یہ تاثر دیا ہے کہ اصول دین تین ہیں اور باقی شیعوں نے بلا وجہ اضافہ کیا ہے اور اضافہ کو اپنے مذہب کی شناخت قرار دیا ہے حالانکہ انکی یہ تحریر اور خیال بلا ثبوت ہے اور جو کچھ آئمہ اطہار (علیہم السلام) کے بیانات سے واضح ہوتا ہے اور جو کچھ فقہاء ومجتہدین اور علماء عقائد نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اصول

دین پانچ ہیں شیعوں نے دو اصولوں کا اضافہ نہیں کیا بلکہ دوسروں نے اصولوں کو اصول دین سے کم کیا ہے۔

اسی طرح اسلام اور ایمان کے متعلق جن خیالات کا اظہار شرف الدین نے کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر دینی مسلمات سے یا تو نابلد ہیں یا پھر حقائق کو سمجھنے کی ان میں صلاحیت ہی موجود نہیں ہے ذیل میں اصول دین کے حوالے سے اسلام اور ایمان کی بابت حوالہ جات پیش کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جن حقائق کو شرف الدین صاحب نے غلط رنگ میں پیش کیا ہے اس کی اصلاح ہو جائے گی۔

آج سے نصف صدی پہلے حضرت امام خمینیؒ نے شرف الدین جیسے مصنفین کے لیے اپنی کتاب کشف اسرار میں اس طرح تحریر فرمایا

کشف الاسرار، امام خمینیؒ کی نجدی عقائد کے خلاف لکھی گئی کتاب ہے۔

اگر یہ "نجدی عقائد" تشیع کے روپ میں کسی بھی اپنے آپ کو عالم، محقق کہلوانے والے کے ہوں تو یہ تحریر ان پر بھی صادق آتی ہے امام خمینیؒ نے ان نجدی علماء کا جو حلیہ بیان کیا ہے ان اقتباسات کو پڑھ کر آپ کی پہلی نظر انہی کی طرف اُٹھے گی (مولف)

❁ کشف الاسرار ص ۱۰، ۱۱ پر آپ لکھتے ہیں بصد افسوس......! کہنا پڑتا ہے کہ اضطراب و بے چینی کے ان مشکل ترین لمحات میں ہماری نگاہ میں عقل سے عاری چند ایسے افراد ہیں جن کی تمام عملی قوت کا نصب العین فساد انگیزی، فتنہ جوئی، قومی افتراق اور ملی اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

آج جب کہ دور جدید ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنے تمام وسائل کو بروئے

کار لا کر دین اور علم دین کو تختہ مشق کے بطور استعمال کرنے میں مصروف عمل ہے اور حالات کے تیور بتا رہے ہیں کہ مستقبل قریب میں یہ جسارت اور زیادہ بڑھے گی۔ ان نازک ترین لمحات میں ہمارے کچھ لکھنے والے بھی مخالف دین طبقہ کا ہاتھ بٹا رہے ہیں ان لوگوں کی زبان پر کلمہ اسلام ہے لیکن ان کے قلم ارکان اسلام میں کیڑے نکال رہے ہیں علم دین پر کاری ضربیں لگا رہے ہیں اور علماء دین کی پگڑیاں اُچھال رہے ہیں اندازہ تو یہی ہے کہ یہ لوگ عالم اسلام کے مستقبل سے نا آشنائے محض ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے ننگ اسلام قلم ورق سیاہ کرتے ہوئے انتشار ملی کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرتے جا رہے ہیں۔

❁ ''کون نہیں جانتا کہ سر پر عمامہ اور بدن پر قبا و عبا سجانے والوں کی اکثریت کی کھوپڑیاں جو ہر علم و حکمت سے قطعی خالی ہیں ایسے ہی افراد کے سامنے جب وہابی گروہ کے اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں تو چونکہ خود کور فہم، علمی امتیاز سے تہی دامن ہوتے ہیں، دولت دانش و خرد میں محض خالی ہاتھ ہوتے ہیں حق و باطل میں امتیاز ان کی دسترس سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ اس لیے وہابی دلائل سے مرعوب ہو کر ناچار ان کی تقلید کر لیتے ہیں خود پرستی اور سستی شہرت کا حصول ان میں ہوا بھرنے لگتا ہے اور ان کا بے شعور دماغ غبارے کی طرح پھیلنے لگتا ہے۔

نتیجتاً یہ ننگ علم و علماء اپنے کو روشن فکر بنانے کی کوشش میں ملت مسلمہ کو جادہ انتشار پر ڈال کر بغلیں بجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تحقیق جدید کر کے نئے نظریات کی طرح ڈالی ہے۔

حالانکہ یہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ یہ نظریات ان کی ایجاد نہیں بلکہ ایسے لغویات کا سلسلہ آغاز اسلام ہی سے شروع ہو گیا تھا اور علمائے حق ہر دور میں ان کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں دیتے رہے ہیں۔

(کشف الاسرار مترجم ص ۱۲)

❁ اپنی ہر تحریر و تقریر کا آغاز تو جذبہ دین سے سرشار ہو کر کرتے ہیں ابتداء میں انتہائی دلکش انداز سے دین سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں اپنے پڑھنے اور سننے والوں کا دل موہ لینے کی خاطر قدم قدم پر دین کا ماتم کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ قارئین اور سامعین...... فکر و قلب کی گہرائیوں سے متوجہ ہو چکے ہیں تو فرماتے ہیں...... دین عقل وخرد کی راہنمائی کا نام ہے اور جو کچھ ہماری عقل میں سما جائے وہی دین ہے...... کیا انداز بیان ہے؟ اور کتنا دین کا درد ہے؟ سبحان اللہ!!

حالانکہ یہ کور دماغ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اگر ہماری اور آپ کی عقل میں آنے والی باتوں ہی کا نام دین ہے تو پھر دینی حقائق بیان کرتے وقت اپنی عقل کے ساتھ، اسلام، قرآن اور سرور کونین کا پیوند کیوں لگایا جاتا ہے؟ اور اپنے غلط و جاہلانہ نظریات کو کیوں سرور کونینؐ کے ارشادات کو اپنے خود ساختہ مفاہیم میں ڈھالا جاتا ہے کیا یہ عوام فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟...... کیا یہ سادہ لوح عوام سے مکاری نہیں؟ کیا یہ مکروہ اور گھناونا کاروبار نہیں؟

اگر مفاہیم عقل ہی کا نام دین ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی تقریر وتحریر کے ابتدائیہ میں اسلام وقرآن پیش کیا جاتا ہے؟ (کشف الاسرار ص ۱۹، ۲۰)

حوالہ نمبر۱:

علامہ الکبیر شیخ محمد رضا مظفر

عقائد امامیہ بقلم علامہ الکبیر شیخ محمد مظفر، ناشر دار الثقافتہ الاسلامیہ طبع 200ء کے ص ۲۱۱ پر ''امامت'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں۔

''ہمارا عقیدہ ہے کہ امامت اصول دین میں سے ایک اصول ہے اس کا اعتقاد رکھے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اور اس سلسلہ میں آباء واجداد، رشتہ دار اور تربیت کرنے والوں کی تقلید جائز نہیں ہے چاہے وہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ رکھتے ہوں بلکہ توحید اور نبوت کی طرح اس میں بھی غور وفکر اور تحقیق ضروری ہے۔

حوالہ نمبر۲:

مزید تفصیلات کے لئے حوالے ملاحظہ ہوں

- اصل الشیعہ واُصولھا ص ۲۱۰، ص ۲۲۱۔
- عقائد جعفریہ ص ۲۷
- الملل والنحل شہرستانی ج ۱

مندرجہ بالا عقیدہ کی تشریح میں شیخ محمد جواد طریحی لکھتے ہیں

امامت

''یہ شیعہ کے نزدیک اُصول دین میں چوتھی اصل ہے اس کی اہمیت کے مد نظر اسے نبوت کے بعد بیان کیا ہے اور یہ اسے عقائد وقواعد سے ہے جن کی وجہ سے

امامیہ دوسرے مسلمان مذاہب سے ممتاز ہوتے ہیں اور امامت کا عقیدہ رکھنا لازمی ہے کیونکہ اہل بیتؑ کے پیروکاروں کے مذہب کی بنیاد اسی اساس فکری پر ہے"۔

حوالہ نمبر ۳:

اُصول دین پانچ ہیں

اُصول دین از نظر امامیہ پنج تا است توحید، عدل، نبوت، امامت، معاد۔

ترجمہ: امامیہ کے نزدیک اُصول دین پانچ ہیں توحید، عدل، نبوت، امامت، معاد۔

درس نمبر ۴۵، ص ۱۱۱

دیکھیں: شناخت مذاہب اسلامی جلد دوم

مولف: واحد تدوین کتب درسی

ناشر: سازمان حوزہ ہا و مدارس علمیہ خارج از کشور

فقہ امامیہ کو فقہ جعفریہ کیوں کہتے ہیں؟

جب بھی لفظ امامیہ کو بغیر قید و شرط بولا جائے یا لکھا جائے تو اس سے بارہ امامی شیعہ مراد ہوتے ہیں جو بارہ آئمہؑ کے قائل ہیں حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے محمدؑ بن الحسنؑ المہدیؑ (علیہم السلام) تک امامیہ ہر ایک پر لفظ بولا جاتا ہے اور وہ لفظ جعفری ہے یہ عنوان مذہب امامیہ کے چھٹے امام جعفر بن محمد الصادق کے نام مبارک سے لیا گیا ہے۔

البتہ یہ عنوان عام طور پر فقہی مباحث میں استعمال ہوتا ہے اور یہ عنوان فقہ اہل سنت

کے چار فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی) کے مقابل میں بولا جاتا ہے۔

عقائدی اور علمی مباحث میں شیعہ کے لیے امامیہ کا عنوان استعمال ہوتا ہے

فقہ امامیہ کو فقہ جعفری کے عنوان سے اس لیے پہچانا جاتا ہے کہ فقہ امامیہ کی تدریس، تشریح اور تدوین میں امام جعفر صادقؑ کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔

حوالہ نمبر ۴:

آیا امامت اسلام کے بنیادی اصول سے ہے؟

آیت اللہ شہید سید دستغیب شیرازی اپنی کتاب ولایت مترجم کے ص ۳۶۱ پر لکھتے ہیں۔

اُصول دین میں یقین ضروری ہے؟

دین اسلام پانچ ستونوں پر قائم ہے اور وہ یہ ہے۔

توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت۔

حوالہ نمبر ۵:

توضیح المسائل آیت اللہ العظمیٰ سید محمد شیرازی ص ۳۰ پر درج ہے اُصول دین پانچ ہیں۔ توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت۔

حوالہ نمبر ۶:

توضیح المسائل مترجم آیت اللہ العظمیٰ حافظ بشیر حسین نجفی مدظلہ

ص ۶ پر لکھتے ہیں۔

اُصول دین پر اعتقاد واجب ہے اور وہ تعداد میں پانچ ہیں، یعنی توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت۔

ان میں تین اُصول یعنی توحید، نبوت اور قیامت اُصول دین، اُصول اسلام کہلاتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا کفر کا موجب ہے۔

عدل اور امامت کو اُصول مذہب یا اُصول ایمان کہا جاتا ہے اور اثناء عشری شیعہ ہونے کے لیے ان کا اعتقاد لازمی ہے۔

حوالہ نمبر ۷:

سید العلماء علامہ سید علی نقیؒ اُصول دین لکھتے ہیں

مقالات سید العلماء، حصہ دوم میں ''مذہب شیعہ ایک نظر میں'' کا عنوان دے کر ص ۱۶۵ پر لکھتے ہیں۔

اُصول دین: توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت۔

حوالہ نمبر ۸:

حجۃ الاسلام محمد حسین آل کاشف الغطاء فرماتے ہیں

اصل و اُصول شیعہ کے ص ۶۹ پر رقمطراز ہیں۔

وہ مسئلے جن کا علاقہ علم یعنی عقل سے ہے انہیں اُصول دین سے موسوم کیا جاتا ہے اور ان کی تعداد پانچ ہے۔

توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت۔ پھر ہر اُصول پر بحث فرماتے ہیں ہم اجمالی طور

پر امامت پر کی گئی بحث پیش کرتے ہیں۔

امامت

ص ۷۱ تا ۷۶ پر لکھتے ہیں۔

امامت ہی وہ امتیازی مسئلہ ہے جس کی بناء پر شیعہ فرقہ عام فرقوں سے الگ تھلگ نظر آتا ہے اور یہی وہ اساسی اور بنیادی فرق ہے جو اس مکتب خیال کو عام مکاتب سے علیحدہ کرتا ہے اس کے علاوہ جو اختلافات ہیں اس کی حیثیت اُصولی نہیں بلکہ فروعی ہے۔

امامیہ فرقہ کے نزدیک امامت وہ منصب الٰہی ہے جو نبوت کی طرح پروردگار عالم کی جانب سے ہدایت خلق کے لیے عطا ہوتا ہے اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اکرمؐ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اپنا جانشین مقرر کریں تا کہ ختم نبوت کے بعد کار تبلیغ جاری رہے۔

حضرت رسول اکرمؐ کو معلوم تھا کہ یہ عہدہ لوگوں کو کھٹکے گا اکثر اسے بھائی کی چاہت اور داماد نوازی پر معمول کریں گے۔

اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس زمانے سے لے کر آج تک مسلمان رسول کریمؐ کی واقعی بے لوثی اور حقیقی عصمت کے معاملے میں متحد الایمان نہیں نظر آتے لیکن قدرت نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی اور بالکل صاف صاف لفظوں میں حکم دیا۔

”یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته“.

"اے رسولؐ! تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس کا فوراً اعلان کر دو اور اگر (سپرد شدہ کام) کام کی انجام دہی میں ذرہ بھی تساہل برتا تو یہ سمجھا جائے گا کہ تم نے کار رسالت انجام ہی نہیں دیا"۔

اس صورت میں سوائے تعمیل حکم کے اور کیا چارہ تھا؟ چنانچہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم میں لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔ "الست اولیٰ بالمومنین من انفسھم"۔

کیا میں تمام مومنین سے اولیٰ نہیں ہوں؟ یعنی میرا نفس سب پر مقدم نہیں ہے؟۔

پورے اجتماع نے یک زبان ہو کر جواب دیا بے شک رسول مقبولؐ آپ ہم سب سے اولیٰ ہیں۔

ان گواہیوں کے بعد حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ"، جن لوگوں نے میری ولایت کو تسلیم کیا یہ علی بھی ان کا ولی امر ہے...... الخ

حوالہ نمبر۹:

سید الفقہاء والمجتہدین حاج سید علی الموسوی کا نظریہ

چراغ ہدایت ترجمہ مصباح الہدایہ تالیف آیت اللہ العظمیٰ حاجی سید علی موسوی بہبھانی ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ معرفت امام اُصول دین میں سے ہے اور خلافت و امامت خدا و رسولؐ کی نص کے بغیر ثابت نہیں ہوتی شیعہ اور سنی دونوں نے حضرت رسول اللہؐ سے اس روایت کو نقل کیا ہے جو شخص اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت کے

بغیر مر گیا وہ جہالت کی موت مرا ہے۔

اسلام اور ایمان کے بارے مفسر قرآن علامہ محمد حسین طباطبائی کا حقیقت شناس بیان

اسلام، تسلیم، استسلام ایک معنی میں ہیں اور یہ لفظ سلم ہے ہے...... دو چیزیں ہوں ان میں سے ایک کو انسان لے لے اور اس کو قبول کرے اسکا انکار نہ کرے تو گویا وہ اس پر اسلام لایا ہے اسے وہ چیز قبول ہے......اللہ تعالیٰ کا اسی معنی میں فرمان ہے"بلی من اسلم وجهه لله "سورہ بقرہ آیت ۱۱۲ سنو! جو بھی اپنے آپ کو خلوص کیساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے"وجهت وجهي للذی فطر السموات والارض حنيفا مسلما "سورہ الانعام آیت ۷۹ میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں...... کسی چیز کا وجہ وہ رخ ہوتا ہے جس سے آپ کسی کا سامنا کرتے ہیں یا کوئی دوسرا جس کے ذریعہ آپ کا سامنا کرتا ہے اور اللہ کی طرف جب اسکی نسبت ہوتی ہے تو اس سے مراد اس شئی کا پورا وجود مراد ہوتا ہے (اس لحاظ سے اِس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ میں پورے وجود کیساتھ اس کے سامنے کھڑا ہوں، اسکی طرف میرا رخ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔

اسلام لانے کا مطلب

پس انسان کا اسلام اللہ کیلئے لے آنے کا مطلب یہ ہے جو کچھ اللہ کی طرف

سے تکوینی حکم، قضاء وقدر کے لحاظ سے اس انسان پر جاری ہوا ہے یا جو حکم تشریعی، امر اور نہی وغیرہ کے حوالے سے اس انسان کے واسطے اللہ کی طرف سے آیا ہے اس کے سامنے جھک جانا اور اسے قبول کر لینا اسے مان لینا۔

اسی تناظر میں اسلام کے مراتب ہیں تسلیم اور قبول کرنے کے لحاظ سے اسلام کے درجات مختلف ہیں اور اس کی کیفیات میں کیونکہ فرق ہے اس لئے اسلام کے معنی میں بھی فرق ہے اور اسلام کے مراتب اور درجات ہیں۔

اسلام کا پہلا مرتبہ

اسلام کے مراتب سے پہلا مرتبہ اور درجہ یہ ہے کہ انسان اوامر اور نواہی کے ظواہر کو قبول کرے اور قبول کرنے کا اعلان زبان پر کلمہ شہادتین جاری کر کے کرے ...... چاہے اسکا دل اس اقرار کا موافق ہو یا اسکا دل اس اقرار کا مخالف ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم" (الحجرات آیت ۱۴)

دیہاتی لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے آپ کہہ دیجئے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔

ایمان کا پہلا مرتبہ

اسلام کے اس معنی کے بعد ایمان کا پہلا مرتبہ آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس بات کا اقرار کیا ہے اس کے متعلق قلبی اور دل سے عقیدہ بھی رکھتا ہو یعنی شہادتین کے

بارے اسکا اجمالی عقیدہ بھی ہو جو اسے اکثر فروعات پر عمل کرنے کا پابند بنا دیتا ہے۔

اسلام کا دوسرا مرتبہ

یہ مرتبہ ایمان کے پہلے مرتبہ کے بعد آتا ہے اس مرتبہ میں اسلام سے مراد اعتقادات حقہ کو دل سے تسلیم کر لینا اور ان پر تفصیلی طور پر مکمل یقین رکھنا اور ایسے اعتقادات کا نتیجہ اور اثر اعمال صالحہ کی صورت میں سامنے آتا ہے اگر چہ بعض موارد میں غلطی کرنے کا امکان موجود رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے متقین کے وصف میں بیان کیا ہے''الذین امنو ا بایاتنا و کانو ا مسلمین ''الزخرف آیت ۶۹ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لے آئے تھے وہ بھی (فرمانبردار) مسلمان......اسی طرح اللہ کا فرمان ہے''یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة''البقرۃ آیت ۲۰۸۔

ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

پس اسلام ایک وہ ہے جو ایمان کے بعد محقق ہوتا ہے تو ایسا اسلام اسلام کے پہلے مرتبہ کے علاوہ ہے۔

ایمان کا دوسرا مرتبہ

اس اسلام کے بعد ایمان کا دوسرا مرتبہ آتا ہے اور وہ دین کے سارے حقائق کے متعلق تفصیلی اعتقاد کا ہونا ہے......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے''انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اولئک ھم الصادقون''۔

(الحجرات آیت ۱۵) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اسکے رسول پر (پکا) ایمان لائیں پھر

شک وشبہ نہ کریں اور اپنے اموال سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اور جگہ فرمان اس طرح ہے "یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم" (الصف آیت ۱۱)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے...... اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو"۔

ان آیات میں مومنین کو ایمان لانے کی ہدایت دی جارہی ہے ظاہر ہے جس ایمان پر مومنین ہیں یہ ایمان اسکے علاوہ ہے جس کی طرف انہیں دعوت دی جارہی ہے۔

اسلام کا تیسرا مرتبہ

یہ ایمان کے دوسرے مرتبہ کے بعد آتا ہے جب انسان کا نفس ذکر شدہ ایمان سے مانوس ہو جائے اور خود کو ایمانی اخلاقیات واطوار وعادات سے آراستہ و پیراستہ کرلے نفس میں تمام حیوانی اور درندگی والی قوات اور صلاحیات سب کی سب مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں بالجملہ کلی طور پر جتنی قوات اور صلاحیات، دنیاوی ہوسات اور دنیا کی فنا ہونے والی رنگینیوں اور چاشنیوں کی طرف مائل ہوتی ہیں وہ سب کی سب ایمان کے تابع ہو جائیں اور نفس مطیع وفرمان دار بن جائے تو اس حالت میں انسان اللہ کی اس طرح عبادت کرتا ہے جیسے وہ اللہ کو دیکھ رہا ہو اور اگر وہ اللہ کو نہیں دیکھ

رہا ہوتا تو اللہ تو اسکو دیکھ رہا ہوتا ہے وہ اپنے ظاہر اور باطن میں کوئی ایسی حالت کو موجود نہیں پاتا جو اللہ کے امر اور نہی کے سامنے نہ جھکے یا وہ کیفیت اسے اللہ کے قضاوقدر سے ناراض کرے...... اللہ تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد ہے" **فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما**" (سورہ نساء آیت ۶۴)

سو! قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کیساتھ قبول کر لیں"۔

ایمان کا تیسرا مرتبہ

اسلام کے اس مرتبہ کے بعد ایمان کا تیسرا مرتبہ آتا ہے...... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" قدافلح المنومنون ...... فرمایا" والذین ھم عن اللغوا معرضون" (المومنون آیت ۳)

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں (خشوع سے مراد قلب وجوارح کی یکسوئی اور انہماک ہے قلبی یکسوئی یہ ہے کہ نماز کی حالت میں بہ قصد خیالات ووساوس کے ہجوم سے دل کو محفوظ رکھے اور اللہ کی عظمت وجلالت کا نقش اپنے دل پر بٹھانے کی سعی کرے...... اعضاء و جوارح کی یکسوئی یہ ہے ادھر ادھر نہ دیکھے، کھیل کود نہ کرے، بالوں اور کپڑوں کو سنوارنے میں نہ لگا رہے بلکہ خوف وخشیت اور عاجزی وفروتنی کی ایسی کیفیت طاری

ہو جیسے عام طور پر بادشاہ یا کسی بڑے شخص کے سامنے ہوتی ہے......لغو کا معنی ہر وہ کام اور ہر وہ بات ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو یا اس میں دینی یا دنیوی نقصانات ہوں...... ان سے اعراض کا مطلب ہے کہ ان کی طرف التفات بھی نہ کیا جائے چہ جائیکہ انہیں اختیار یا ان کا ارتکاب کیا جائے......(از مترجم قرآن مجید مولانا محمد جونا گڑھی) اسی سے اللہ کا فرمان ہے **اذقال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین** جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے کہا فرمانبردار ہو جا (اسلام لے آ) انہوں نے کہا میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی (میں مسلمان ہو گیا رب العالمین کا)

(سورہ بقرہ آیت ۱۳۱)

(اس میں خطاب حضرت ابراہیم سے ہے اور انکے ایمان اور اسلام کو بیان کیا جا رہا ہے) اسی قسم کی اور آیات بھی ہیں جن کا مضمون اسی طرح کا ہے۔

بعض اوقات ایمان کے دوسرے اور تیسرے مرتبہ کو ایک ہی شمار کیا جاتا ہے۔

ایمان کے اس مرتبہ کے لوازمات اور نتائج میں ہے......تسلیم و رضا......اللہ کی راہ میں صبر اور ہر عمل کو اللہ کے سپرد کر دینا اور اسی سے بدلہ کی امید رکھنا، ہر قسمی اور مکمل ورع و پرہیز گاری، اللہ کیلئے محبت اور اللہ کی خاطر بغض و دشمنی۔

اسلام کا چوتھا مرتبہ

ایمان کے تیسرے مرتبہ کے بعد یہ مرتبہ اسلام کا آتا ہے کیونکہ پچھلے مرتبہ میں انسان کی حالت اپنے رب کے ساتھ ایسی ہے جو ایک عبد مملوک کی حالت اپنے رب کیساتھ ہوتی ہے وہ اس مرتبہ میں اپنی عبودیت اور غلامی کے حق کو ادا کر رہا

ہوتا ہے جیسا کہ حق عبودیت ہے اور یہ حالت تسلیم محض اور مکمل سپردگی کی حالت ہے جو مولا اس سے چاہتا ہے یا جسے مولا پسند کرتا ہے یا جو مولا کیلئے محبوب ہے وہی اس کے لئے ہے اسکی اپنی کوئی خواہش نہیں ہوتی ہے اسکی اپنی کوئی چاہت اور مرضی نہیں ہوتی ......رب العالمین کی مملکت میں اپنی مخلوق کے واسطے امر اس سے عظیم تر ہے اور عظیم تر ہے کیونکہ مالکیت کی حقیقت اور اصلی ملک اسی کا ہے......اس ذات کے سوا اشیاء میں سے کسی بھی شئی کیلئے کوئی استقلال نہیں ہے، نہ ذاتی استقلال ہے اور نہ ہی صفاتی استقلال ہے، نہ ہی فعلی استقلال کسی کے واسطے ہے، استقلال اور حقیقی مالکیت اس ذات کے واسطے ہے اور یہ استقلال اور ملک اس طرح کا ہے جیسا کہ اسکی شان کبریائی ہے (اسکی شان کبریائی بلند باد و قائم باد)

ایمان کے تیسرے مرتبہ کے بعد عنایت الٰہی

جب انسان تسلیم کے سابقہ مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے بس ایسا ہوتا ہے کہ اس مرحلہ کے بعد عنایت ربانی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے جس سے اس کیلئے منزل شہود حاصل ہو جاتی ہے وہ مشاہدہ عینی کرتا ہے کہ ملک و مملکت للہ وحدہ ہے۔

اللہ کے سوا کوئی چیز کسی چیز کی مالک نہیں ہے اگر کسی کیلئے کچھ ہے تو اللہ ہی کے ذریعہ ہے اس کے سواء کوئی رب نہیں ہے اور یہ مطلب وہبی اور عطائی ہے الٰہی فیض ہے اس میں انسان کا کوئی اپنا ارادہ نہیں ہے شاید اللہ کا یہ قول اسی طرف اشارہ ہے "ربنا واجعلنا مسلمين لک ومن ذريتنا امه مسلمة لک وارنا مناسکنا"

اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں دیکھا (سورہ بقرہ آیت ۱۲۸)

حضرت ابراہیمؑ کی اس دعاء میں اسلام کے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اللہ کا جو فرمان ہے حضرت ابراہیمؑ کیلئے ہے **اذقال ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین** (سابقہ آیت) اس آیت میں جو اسلام لانے کا حکم دیا گیا ہے وہ حکم تشریعی ہے تکوینی نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ اپنے اختیار اور ارادہ سے مسلم تھے اپنے رب کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اور اپنے رب کے امر کی بجا آوری کرتے ہوئے وہ مسلم تھے یہ ان اوامر سے تھا جن میں خطاب حضرت ابراہیم کی طرف تھا اور یہ وہ اوامر ہیں جو ان کی ابتدائے زندگی سے متعلق ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی آخری دعاء کا راز

پس حضرت ابراہیمؑ اپنی عمر کے آخری حصوں میں جو سوال اپنے رب سے کرتے ہیں کہ "**ربنا واجعلنا مسلمین لک**...... الخ" اپنے بیٹے اسماعیل کے ہمراہ...... اور یہ کہ اللہ انہیں اپنے مناسک وعبادات کا دیدار کرائے...... تو یہ ایک ایسی حالت اور کیفیت کا سوال ہے جو حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ہمراہ اللہ سے کر رہے ہیں کہ جس کو حاصل کر لینا حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے اپنے اختیار وارادہ میں نہیں ہے یا ایسے امر وحالت پر ثابت رہنے کا سوال ہے کہ جو حالت انکے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔

ایمان کا چوتھا مرتبہ

اسلام کے اس مرتبہ کا نتیجہ ایمان کا چوتھا درجہ ہے اور وہ اس حالت کا تمام احوال اور افعال کو پوری طرح گھیرے میں لیتا ہے اور وہ سارے احوال واعمال پر مشتمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے''الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا و کانوا یتقون''(سورہ یونس آیت ۶۳)

یادرکھو اولیاءاللہ (اللہ کے دوستوں پر) پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں (لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لاتبدیل لسنۃ اللہ ذلک ھو الفوز العظیم)

ان کیلئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے (خوشخبری ہے) اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا یہ فوز عظیم (بڑی کامیابی) ہے۔

(سورہ یونس آیت ۶۴ کا اضافہ از مؤلف)

جن مومنین کا اس آیت میں تذکرہ ہے ضروری ہے کہ وہ یقین رکھتے ہوں اللہ کے سوا کسی شئی کے واسطے استقلال نہیں ہے۔

اللہ کی اجازت کے بغیر کسی سبب کی کوئی تاثیر نہیں ہے یہاں تک کہ جو ناپسندیدہ حالت انکے لئے پیش آتی ہے تو وہ اس پر غمناک نہیں ہوتے اور نہ ہی احتمالی خطرہ کا انہیں کوئی ڈر واندیشہ ہوتا ہے وگرنہ اسکا کوئی معنی نہیں بنتا کہ جس حالت میں وہ ہیں کہ انکو کوئی چیز ڈرائے نہیں اور کوئی بھی امر انہیں غمگین نہ کرے ایمان کی یہ قسم اسلام کے بعد حاصل

ہوتی ہے (تفسیر المیزان ج اص ۳۰۱، ۳۰۳)

نتیجہ بحث

ہم نے عالم اسلام کے مشہور مفسر قرآن اور محقق اعظم جناب علامہ طباطبائی کی مکمل بحث اسلام اور ایمان کے بارے دے دی ہے۔ آپ شرف الدین صاحب کی بحث جو اسلام اور ایمان کے بارے ہے اسے بھی پڑھ چکے ہیں اور اس بحث کے اقتباسات آپ نے اوپر ملاحظہ کر لئے۔

بہر حال اس تحقیقی بحث سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عام افراد پر مسلمان کا عنوان پہلے مرتبہ اسلام پر بولا جاتا ہے اور اسی پر ہی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

جب کہ اسکے بعد ایمان کا پہلا مرتبہ شروع ہوتا ہے جو عام مومنین پر صادق آتا ہے۔

اس پوری بحث میں دیکھیں گے کہ ہر مرتبہ میں اسلام پہلے ہے اور ایمان بعد میں ہے اور ایمان کا آخری درجہ جو کہ خاصان خدا کیلئے ہے اور جس مرتبہ کے حصول کیلئے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ نے بھی اللہ سے درخواست پیش کی وہ حضور اکرمؐ اور آپکی معصومہ و طاہرہ، مرضیہ بیٹی اور آئمہ اہل البیت (علیہم السلام) کا مقام ہے جس کی طرف عام مومنین تو کجا خواص کا طائر خیال بھی نہیں جاسکتا۔ اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا درجہ اسلام سے برتر ہے اور مومن کا مقام مسلم سے بلند تر ہے ہر مرتبہ میں پہلے اسلام ہوگا بعد میں ایمان ہوگا مومن جس مرتبہ میں ہوگا وہ اس سے پہلے مرتبہ والا اسلام ضرور رکھتا ہوگا لیکن مسلم جس مرتبہ میں آپ فرض کریں ضروری نہیں کہ

وہ بعد والے مرتبہ کے معنی میں مومن بھی ہو۔

ہماری دعاء ہے کہ خداوند ہمیں مومنین سے قرار دے۔ اسی طرح ہر مرتبہ کے الٹ حساب لگاتے جائیں تو کفر ونفاق، شرک والحاد کے درجات ومراتب بنتے جائیں گے

ایمان اور اسلام کے درجات کی روشنی میں مومنین کی معرفت کے درجات

ہم اس بحث کی تکمیل کے واسطے اور مومنین کے جذبہ ایمانی کو جلاء بخشنے کیلئے مومنین کے درجات ومقامات کو احادیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

ہم ایمان اور اسلام کے درجات اور مراتب کے متعلق تفصیلی بیان نقل کرنے کے بعد اس بارے چند اور حوالہ جات قارئین کی نذر کرتے ہیں تاکہ اس تحریر سے مومنین کو اپنے ایمان کو کامل تر کرنے کا موقع میسر آسکے اور شرف الدین کے لایعنی اتہامات اور فرسودہ خیالات کا بھی ادارک ہو جائے گا۔

حوالہ نمبرا:

مشہور مفسر قرآن، عارف حضرت آیت اللہ جوادی آملی درجات ایمانی کے بارے میں رقمطراز ہیں

آیت اللہ جوادی آملی، حماسہ وعرفان کے ص ۴۶ پر لکھتے ہیں۔

شاگردوں کی صلاحیتوں کے مطابق گفتگو

آئمہ معصومینؑ کے کلمات اور مناجات یکساں نہیں ہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں سے منقولہ کلام میں بہت زیادہ نشیب و فراز ہیں چونکہ حضرات معصومین (علیہم السلام) اپنے کمزور شاگردوں سے ایک طرح سے بات کرتے تھے اور درمیانے درجے کے افراد سے کسی اور طرح سے ہمکلام ہوتے جب کہ بعض ذہین شاگردوں کے ساتھ کسی اور طرز سے مخاطب ہوتے تھے۔

چنانچہ عبداللہ بن سنان باوجودیکہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے معروف شاگردوں میں سے ہیں لیکن پھر بھی حضرت امام جعفر صادقؑ نے ذریح محاربی کو ایک ایسا نکتہ بتایا جو عبداللہ بن سنان کو نہیں بتایا تھا ابن سنان کو جب معلوم ہوا تو وہ امام (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس آیت کے معنی آپ سے پوچھے تو آپؑ نے اور طرح سے جواب دیا جب کہ ذریح محاربی نے بھی آپؑ سے اسی آیت کے معانی پوچھے تو آپؑ نے اس کو اور جواب دیا ہے......اس پر امامؑ نے فرمایا کون ہے جو محاربی کی طرح ہمارے علوم و معارف کو برداشت کر سکتا ہو؟ یعنی اس کی وجہ......کی ذہانت اور علوم و معارف کو سمجھنے کی زیادہ صلاحیت کو قرار دیا ہے۔

حوالہ نمبر ۲:

درجات ایمانی کے بارے میں

علامہ میرزا حسین نوری کا موقف

علامہ مرزا حسین نوریؒ متوفی ۱۳۲۰ ہجری نفس الرحمان ص ۵۰ میں رقمطراز ہیں۔

''جب تم کو علم ہو گیا کہ ایمان یعنی خدا اور رسولؐ و آئمہؑ اطہارؑ کی مکمل و خالص تصدیق کے دس درجے ہیں تو ان احادیث کا مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے چونکہ آئمہؑ کی معرفت کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں اور ہر مرتبہ کا علیحدہ درجہ ہے اور اس سے مخصوص شدہ ورود ہیں یہ اس شخص کے لیے ہیں جو کہ اس مخصوص درجہ میں رہتا ہے اور مافوق والے درجہ تک نہیں پہنچا جب اس کو معرفت کا کافی حصہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے احکام و تکالیف بدل جاتے ہیں جس طرح کہ اس کا سینہ پہلے سے تنگ تھا مگر نور معرفت خدا اور رسولؐ و آئمہ اطہارؑ اور حقائق علم کے ادراک کے بعد اسکا سینہ کشادہ ہو گیا جس وجہ سے اس کو اپنا سابقہ درجہ گمراہی نظر آتا ہے چونکہ اس کو اس موجودہ باکمال مرتبہ و درجے کے حقائق کا علم ہو جائے تو وہ اس کو کفر نظر آئے گا چونکہ وہ اس کے موجودہ درجہ کے مخالف اور اس درجہ سے بلند تر ہے اور یہ شخص فی الحال اس کے ادراک سے قاصر ہے...... اس لیے سابقہ احادیث میں منع کیا گیا ہے کہ ایک درجہ کو پالینے والا دوسرے درجے والے کو یوں نہ کہے کہ تم غلطی پر ہو اسی وجہ سے علماء اعلام ایسے اسرار و حقائق کے متعلق توقف اختیار کرتے ہیں جو کہ بلند ہمت اور صاف دل والے عارفین کے ساتھ مخصوص ہیں۔ البتہ ایسی حالت کا ادراک عوام کی دسترس سے باہر ہے اور انکی شرعی تکلیف بھی نہیں کہ وہ ایسے ضرور چاہیں یہ چیز خاصان کیلئے ہے۔

تا کہ ایسا نہ ہو کہ جب ان سے ان کے متعلق سوال کیا جائے تو یہ جہالت اور دھوکہ کی بھول بھلیوں میں پڑ جائیں۔

حوالہ نمبر ۳:

درجات ایمانی کے بارے میں
حضرت امام جعفر صادقؑ کے احکام

شہید ثالث علامہ قاضی نوراللہ شوستری ''مجالس المومنین'' مترجم کے ص ۶۰۲، ۶۰۳ پر نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''زرارہ، ابوبصیر، محمد بن مسلم اور برید عجلی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہیں اور وہی مقرب بارگاہ ہیں''

(سورہ واقعہ آیت ۱۰،۱۱)

جس وقت حضرت خضرؑ نے کشتی کو عیب دار بنا دیا تھا تو موسیٰؑ کے اعتراض کے جواب میں انہوں نے کہا تھا۔

''کشتی چند مساکین کی تھی جو سمندر میں کشتی رانی کیا کرتے تھے میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں کیونکہ پیچھے ایک بادشاہ کشتیوں پر غاصبانہ قبضہ کرنے والا تھا'' (سورہ الکہف آیت ۷۹)

اور جب میں نے اسے عیب دار کر دیا تو وہ بادشاہ اس کشتی کو اپنے قبضہ میں نہیں لے گا اور یوں ان غریبوں کی روزی چلتی رہے گی۔

پھر حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ:

اور سن! ایک کشتی کی حفاظت سے زیادہ ایک مومن کو ہلاکت سے بچانا ہے حضرت خضرؑ کی طرح سے میں نے بھی تجھے لوگوں کی نظر میں عیب دار بنا دیا ہے اس وجہ سے تو

محفوظ رہے گا ورنہ طاغوتی حکمران تجھے زندہ ہی نہ رکھتے"۔ یہ بات آپ نے اپنے خاص صحابی سے فرمائی۔

ایک چرواہا بہتر جانتا ہے کہ اس کی بکریاں اکٹھی رہیں یا جُدا، جُدا۔ رہیں...... (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام)

زرارہ بن اعین شیبانی کوفی کے نام حضرت امام جعفر صادقؑ نے ایک خط تحریر فرمایا:

"تمہارے دونوں بیٹے میرے پاس تمہارا خط لے کر آئے میں نے تمہاری وجہ سے ان سے خصوصی شفقت کی ہے جیسا کہ خضرؑ نے دو یتیم بچوں کی دیوار اس لیے کھڑی کی تھی کہ ان کا والد مومن تھا...... اسی طرح ابو بصیر، اس کے علاوہ تمہیں ہمارا ایک حکم سنائے گا تو تمہیں اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات حق میں وسعت ہوتی ہے اور ہم اس وسعت کے تحت دوسرا جواب دے دیتے ہیں اور اس میں تمہاری بقاء بھی مضمر ہے کیونکہ ایک چرواہا بہتر جانتا ہے کہ اس کی بکریاں اکٹھی رہیں یا جدا جدا رہیں دونوں صورتوں میں اس کے سامنے اپنی بکریوں کا مفاد ہوتا ہے تم قائم آل محمد (علیہ السلام) کے منتظر رہو جب وہ ظاہر ہوں گے تو لوگ ان کی قرآن مجید اور احکام دین وشریعت وفرائض کی تعلیم نو سے گھبرا جائیں گے اور اگر ان کی گردن پر ان کی تلوار نہ ہوئی تو وہ ان کا انکار کر دیں گے۔

حضرت رسول اللہ کی رحلت کے بعد یہ امت بھی سابقہ امتوں کے راستوں پر چل نکلی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین میں تغیر وتبدل کیا کئی چیزوں کا اضافہ کیا اور کئی چیزوں کو دین سے خارج کر دیا آج لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں یہ وحی الٰہی سے انحراف ہے تو

ان حالات میں تمہیں جو بھی حکم دیا جائے اس کو قبول کرلو۔

حوالہ نمبر۴:

احادیث فضائل کی اقسام

تفسیر فرات مترجم ص ۲۵۱ پر حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ:

''ہم لوگوں سے کئی قسم کی احادیث بیان کرتے ہیں''

- ہماری بعض احادیث وہ ہیں جن کو ہم بلا خوف وخطر منبر پر بیان کر دیتے ہیں جو ہمارے لیے زینت اور ہمارے دشمنوں کے لیے رسوائی کا باعث ہے۔
- ہماری بعض احادیث وہ ہیں جو ہم صرف اپنے شیعوں سے بیان کرتے ہیں جس پر وہ اتفاق کرتے ہیں۔
- ہماری بعض احادیث وہ ہیں جو صرف ایک دو آدمیوں سے ہم بیان کرتے ہیں اگر ایسی حدیث تین آدمیوں سے بیان کی جائیں تو وہ ضائع ہو جاتیں۔
- ہماری ایک حدیث وہ ہے جس کو ہم صرف محفوظ قلعوں اور امین دلوں، فہم رسا عقول اور سنجیدہ ذہنوں کے سپرد کرتے ہیں...... ایسی حدیث کے ظرف ایسے نگہبان دعوت دینے والے اور حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں جو اس پر گواہ بن جاتے ہیں۔

جو شخص ہماری حدیث بیان کرتا ہے ہم ایک دن اس سے ضرور پوچھیں گے اگر جھوٹا ہوگا تو حدیث کی تکذیب کر دے گا اگر سچا ہوگا تو اس کی تصدیق کر دے گا ایسا شخص سچا

کہلائے گا...... ہر آنے والی آنکھ سے اس کی ایسی بات کی وجہ سے طعنہ زنی نہ کرو جس سے دل نفرت کرے۔

حوالہ نمبر ۵:

احادیث آل رسولؑ کے مشکل ہونے اور ان کو رد کرنے کی مذمت کا بیان

احسن الفوائد طبع اول کے ص ۲۰۱ اور، طبع دوم ص ۲۶۲ پر مندرجہ بالا عنوان سے جناب محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں۔

''ان علماء اعلام کی جلالت، قدر و عظمت اور شان کے متعلق کچھ لب کشائی کرنے سے مانع ہے ورنہ یہ ایک تلخ حقیقت اور تکلیف دہ بات ہے کہ ایسے معمولی شبہات اور اشتباہات کی بنا پر رسولؐ و آل محمدؐ کی احادیث معتبرہ کا انکار کر دیا جائے یا بلا کسی معقول و مدلل وجہ سے ان کی تاویل کر دی جائے یہ ایک بہت بڑی جرأت اور ہمت ہوگی۔

حالانکہ آئمہ طاہرین (علیہم السلام) کی متعدد احادیث اس مضمون کی موجود ہیں کہ یعنی ہماری احادیث بہت مشکل ہیں ان کو ملک مقرب یا نبی مرسل یا مومن ممتحن ہی برداشت کرسکتا ہے۔

اُصول کافی میں اسی عنوان پر ایک پورا باب موجود ہے اسی مشکل کے پیش نظر حضرات آئمہ طاہرین (علیہم السلام) نے ہمیں ایک زریں اُصول تعلیم دیا ہے کہ جب

ہماری احادیث معتبرہ تمہارے پاس پہنچیں اوران کا مطلب تمہاری سمجھ میں آجائے تو شکرِ خدا بجالاؤ اور اگر مطلب سمجھ میں نہ آئے تو عالم آل محمدؐ (امامؑ) کی خدمت میں لوٹا دینا کہ وہ تمہیں اس کا صحیح مفہوم بتلائیں گے لیکن خبردار انکا انکار نہ کرنا یعنی جو شخص ہماری احادیث کا انکار کردے گا تو ایسے شخص کو ہماری ولایت سے دور پھینک دیا جائے گا''۔

حوالہ نمبر ۶:

بعض علوم اور احکام کے چھپانے کی وجہ

میزان الحکمت ج ۲ ص ۴۷۴ پر درج ہے کہ ابن رکاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ آپؑ ابو بصیر سے فرمارہے تھے کہ ''خدا کی قسم اگر مجھے تین مومن ایسے مل جائیں جو میری بات کو اپنے آپ تک محدود رکھتے ہوں تو میں ان سے کوئی بات بھی چھپانے کو جائز نہ سمجھوں''۔

دوسری حدیث میں اسی کے آگے فرماتے ہیں ''اگر مجھے تین آدمی ایسے مل جائیں جنہیں میں علم ودیعت کرسکوں اور وہ اس کے اہل بھی ہوں تو انہیں ایسی ایسی باتیں بتاؤں جن کی وجہ سے انہیں حلال اور حرام سمجھنے کے لیے مزید غور وفکر کی ضرورت ہی نہ رہے اور قیامت تک رونما ہونے والی تمام باتیں بھی اسے بتادوں''۔

حوالہ نمبر ۷:

ہمارے فضائل کی حدیث کی نفی نہ کرو

ج ۱ ص ۱۳۰ الدرجات رجال کشی ص ۱۲۸، ص ۳، ص ۱۲۷ میں جابر جعفیؒ سے حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) فرماتے ہیں۔

''اے جابرؓ! جب تمہارے پاس ہمارے فضائل و کمالات کے متعلق کوئی حدیث پہنچے اور تمہارا دل نرمی سے اس حدیث کو مان لے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اگر نہ مانے تو اس کے علم کو ہمارے سپرد کر دو اور ایسا نہ کہو کہ یہ حدیث کیونکر اور کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا کہنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

حوالہ نمبر ۸:

ہمارے ظاہر اور باطن پر ایمان لاؤ

جواہر الاسرار ص ۲۰ پر حضرت امام جعفر صادقؑ سے اسماعیل بن مہران کی روایت ہے کہ ''تم میں سے کسی ایک کے پاس ہمارا ایسا فرمان پہنچے جس کو وہ سمجھ نہ سکتا ہو تو اس کو کیا چیز مانع ہے کہ وہ کہدے کہ آل محمدؐ کا قول ہی درحقیقت (سچا) قول ہے اور انکار نہ کرے پس ایسا شخص ہی وہ مومن ہے جو ہمارے ظاہر و باطن پر ایمان لایا''۔

حوالہ نمبر۹:

اگرابوذرؓ جان جاتے کہ سلمانؓ کے دل میں کیا ہے؟ توان کوقتل کردیتے

الشافی ترجمہ اصول کافی ج۲ص ۴۱۶ میں

حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت امام زین العابدینؑ سے تقیہ کے بارے میں دریافت کیا آپؑ نے فرمایا اگر ابوذرؓ جان جاتے سلمانؓ کے دل میں کیا ہے تو وہ ان کوقتل کردیتے...... درآنحالیکہ حضرت رسول اللہؐ نے ان دونوں کے درمیان بھائی چارہ بھی قائم کردیا تھا۔

عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا...... بے شک معصومینؑ کا علم صعب ومستصعب ہے اس کو نبی مرسل یا ملک مقرب یا وہ مردمومن جس کے قلب کا خدا نے امتحان لے لیا ہو...... کے علاوہ اور کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔

سلمانؓ علماء میں سے تھے اور وہ ہم اہل بیتؑ میں سے تھے اسی لیے ان کی نسبت علماء سے ہے۔

❁ اے ابوذرؓ! سلمانؓ روئے زمین پر باب اللہ ہیں وہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہیں ان کی فضیلت کا انکار کفر ہے

الشافی ترجمہ اُصول کافی ج۲ص ۴۱۸ پر ہے۔

مجلسی علیہ الرحمۃ مراۃ العقول میں اس حدیث کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

قلب سلمانؓ سے مراد یہ ہے ان کے دل میں جو مراتب معرفت اللہ ورسولؐ اللہ اور آئمہؑ سے متعلق ہیں اگر سلمانؓ ان میں سے کچھ ظاہر کر دیتے تو لوگ اس کا تحمل نہ کرتے اور انہیں جھوٹ اور ارتداد پر سمجھتے اور ان کے علوم اور اعمال عجیبہ کو سحر سمجھ کر ان کے قتل پر آمادہ ہو جاتے یا ان باتوں کا عوام میں اعلان وافشا کر دیتے تو ایسا اقدام قتل سلمانؓ کا سبب بن جاتا اور حضرت ابوذرؓ سے بیان کرتے اور پوشیدہ رکھنے پر زور دیتے تو ابوذرؓ شدت صبر سے مر جاتے یا حفاظت کی تاب نہ لا کر ظاہر کر بیٹھتے اور اس صورت میں لوگ ان کے قتل پر آمادہ ہو جاتے اور ان کی فضیلت سے انکار کر دیتے۔

چنانچہ علامہ کشی نے بروایت جابرؓ...... حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ابوذرؓ، سلمانؓ سے ملنے آئے وہ اس وقت ہانڈی پکا رہے تھے باتوں کے درمیان چولھے سے ہانڈی الٹ گئی لیکن اس میں سے نہ شوربا گرا اور نہ جو اس کے اندر تھا وہ گرا...... ابوذرؓ کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا سلمانؓ نے اس ہانڈی کو اُٹھا کر پھر چولہے پر چڑھا دیا اور باتیں کرنے لگے ہانڈی الٹ گئی اور اس میں سے کچھ بھی نہ گرا ابوذرؓ وہاں سے خوف زدہ ہو کر نکل آئے دروازہ میں حضرت امیر المومنینؑ سے ملاقات ہو گئی حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ان کی پریشانی کو دیکھ کر فرمایا اے ابوذرؓ! اگر تم سے سلمانؓ سب بیان کر دیں جو وہ جانتے ہیں تو تم گھبرا کر کہہ دو گے اللہ تعالیٰ کا شرک کر رہا ہے۔

شہید ثالث کا سلمانؓ کے بارے میں نقطہ نظر

مجالس المومنین میں شہید ثالث علامہ قاضی نور اللہ شوستری ص ۴۹۴ پر لکھتے ہیں۔

بس سلمانؓ فارسی ہی وہ واحد شخصیت تھے جن سے کسی تزلزل کا اظہار نہیں ہوا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سلمانؓ حضرت امیر (علیہ السلام) کے روحانی فرزند تھے اور وہ آپؑ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم کا درجہ رکھتے تھے۔

سلمانؓ ہر رجس سے پاک تھے

مجالس المومنین کے ص ۳۵۱ پر شہید ثالث لکھتے ہیں کہ:

رسول اللہ کا سلمانؓ کو اپنے اہل بیتؑ میں سے قرار دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بھی ہر طرح کے رجس سے پاک تھے اور اس مقام پر یہ نکتہ ہمیشہ ذہن میں رہتا ہے کہ سلمانؓ کی طہارت بوجہ اہل بیتؑ ہے اور جب ان سے الحاق کرنے والا طاہر بن جاتا ہے تو خدانے اہل بیتؑ کی طہارت کس قدر بلند ہوگی؟

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اہل بیتؑ صرف طاہر ہی نہیں بلکہ عین طہارت ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے کبھی ظاہر و باطن میں میری مخالفت نہیں کی تھی۔ اسی بات کو درج ذیل شخصیات نے بھی نقل کیا ہے۔

- سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ ص ۳۶۷
- محمد بن حسن صفار متوفی ۲۹۰، بصائر الدرجات ج ا باب ۱۲، ۱۳ طبع جدید۔
- سید ہاشم بحرانی تفسیر باہان ص ۱۲۴۵، نزیۃ الاسرار ص ۳۶۷۔
- علامہ سید عبداللہ شبر، مصابیح الانوار ج ا ص ۳۵۱
- علامہ مرزا حسین نوری نفس الرحمان ص ۵۰

حضرت سلمان فارسیؓ محدث تھے

علل الشرائع مترجم ص ۱۳۸ پر شیخ صدوق یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا گیا کہ ان (ملائکہ) سے کون بات کرتا تھا؟ تو آپؑ نے فرمایا: حضرت رسول اللہؐ یا حضرت امیر المومنینؑ اور یہ دونوں حضرات جن لوگوں سے بات کرتے تھے ان میں محدث صرف حضرت سلمان فارسیؓ تھے اس لیے کہ ان سے یہ حضرات اپنی باتیں کرتے کہ جو علم الہیٰ میں پوشیدہ اور مخزون تھیں اور جن کا متحمل حضرت سلمان فارسیؓ کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا۔

حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوذرؓ کی معرفت کے موازنے والی روایت حضرت زین العابدینؑ کا فرمان ہے کہ اگر ابوذرؓ کو معلوم ہو جائے کہ حضرت سلمانؓ کے دل میں کیا ہے؟ تو وہ اس کو قتل کر دیں۔

اس مشہور زمانہ حدیث کے مندرجہ ذیل حوالے ہیں۔

- محمد بن یعقوب کلینی، اُصول کافی مع مراۃ العقول ج ۱ ص ۳۰۰ صافی ج ۴ ص ۶۴
- ابوعمرو محمد عبدالعزیز کشی، رجال کشی ص ۱۲ طبع بمبئی
- رجب بن علی بن رجب برسی مشارق انوار الیقین
- علامہ محمد باقر مجلسیؒ، بحار الانوار ج ۶ ص ۷۵۴، ج ۱ ص ۷۴ احیوۃ القلوب ج ۲ ص ۷۹۳
- سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ ص ۳۶۷
- محمد بن حسن صفار متوفی ۲۹۰ بصائر الدرجات ج ۱ باب ۱۲،۳۳ طبع جدید

- سید ہاشم بحرانی تفسیر برہان ص ۱۲۴۵ نزہۃ الابرار ص ۳۶۷
- علامہ سید عبداللہ شبر مصابیح الانوار ج ا ص ۳۵۱
- علامہ مرزا حسین نوری نفس الرحمان
- علامہ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار ج ا ص ۶۴۶
- علامہ عبدالحسین احمد امینی، الغدیر ج ۷ ص ۳۵ طبع نجف
- جواہر الاسرار ص ۳۵

حوالہ نمبر ۱۰:

زرارہ بن اعین جیسا بلند پایہ صحابی احادیث اسرار معصومینؑ برداشت نہ کر سکا

نوٹ: ایک عظیم حدیث لکھنے سے پہلے ہم اس حدیث کے راوی اور مخاطب کا مکمل تعارف لکھنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ حدیث کی اہمیت واضح ہو جائے۔ (مرتب)

زرارہ کا تعارف

زرارہ بن اعین شیبانی کوفی کو معصومینؑ نے "الامین علی حلال الله و حرامه" کا لقب عطا فرمایا ہے۔

شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مترجم کے ص ۶۰۱ پر لکھتے ہیں کہ ابن داؤد رقمطراز ہیں کہ زرارہ بن اعین شیبانی کوفی حضرت امام محمد باقرؑ، حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے مشہور راوی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان:

زرارہ کے بارے میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر زرارہ نہ ہوتا تو میرے والد حضرت امام محمد باقرؑ کی احادیث ختم ہو جاتیں۔

ابن داؤد لکھتے ہیں کہ:

زرارہ کسی طرح بھی وضاحت کے محتاج نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے عطا کیے تھے جن میں سے ایک کا نام حسن اور دوسرے کا نام حسین تھا۔

علامہ حلی خلاصہ میں لکھتے ہیں۔

زرارہ ہمارے اصحاب کے شیخ تھے اور اپنے ہم عصر علماء میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے زرارہ قاریٔ القرآن، فقیہ، متکلم ادیب و شاعر تھے اور زیور فضیلت و دین سے آراستہ تھے اور روایت میں صادق تھے۔

حضرت امام محمد باقرؑ کا فرمان

کتاب کشی میں زرارہ سے مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا تھا۔

''زرارہ! میں نے اہل جنت کی فہرست میں تیرا نام بغیر الف کے لکھا ہوا دیکھا ہے میں نے کہا مولاؑ! میرا اصل نام تو عبدربہ ہے البتہ میں زرارہ کے لقب سے مشہور رہوں''

زرارہ کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادقؑ سے جو کچھ سنتا تھا اس کے ایک ایک حرف سے میرے ایمان میں اضافہ ہوتا تھا۔

جمیل بن دراج کی روایت

ابن ابی عمیر مشہور محدث تھے انہوں نے ایک مرتبہ جمیل بن دراخ سے کہا یہ مجلس تمہاری وجہ سے مزین نظر آتی ہے اور خدا نے تمہیں کتنا وسیع علم عطا کیا ہے۔

یہ سن کر جمیل بن دراج نے کہا مگر تم نے زرارہ کی محفل کو نہیں دیکھا اگر تم زرارہ کی محفل دیکھ لیتے تو اس میں ہماری وہی حیثیت ہوتی جو ایک طفل مکتب کی معلم کے سامنے ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد

فضل بن عبدالمالک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سنا آپؑ نے فرمایا تمہارے زندہ اور مردہ افراد میں سے مجھے چار افراد زیادہ پیارے ہیں۔ برید بن معاویہ عجلی، زرارہ، محمد بن مسلم ابوبصیر۔

قرآن کی روایت سے حوالہ

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا

"زرارہ، ابوبصیر، محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ عجلی ان لوگوں میں سے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے اور وہی مقرب ہیں......

(سورہ واقعہ آیت ۱۰،۱۱)

ہمارے ذکر اور میرے والد کی احادیث کو زرارہ، ابوبصیر، لیث مرادی، محمد بن مسلم اور

بریدعجلی نے زندہ رکھااور اگر یہ افراد نہ ہوتو کوئی ہدایت کے لیے استنباط نہ کرسکتا۔

یہ دین کے محافظ ہیں اور خدا کے حلال وحرام کے لیے میرے والد کے امین ہیں اور یہی دنیاوآخرت میں ہماری طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

زرارہ کے بیٹوں سے حضرت امام جعفر صادقؑ کی گفتگو

زرارہ کے دو بیٹے تھے ان کے نام حسن اور حسین تھے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے ان سے کہا تھا کہ

اپنے والد کو میری طرف سے سلام کہنا اور اس سے کہنا میں بعض اوقات لوگوں کے سامنے تیرے عیب بیان کردیتا ہوں لہٰذا تجھے ایسی خبر سن کر تنگ دل نہیں ہونا چاہیے اس میں تیری بھلائی اور تیرا تحفظ ہے کیونکہ ہمارے مخالفین ہمارے دوستوں پر نظر رکھتے ہیں اور جسے ہمارا دوست سمجھ لیں تو اسے اذیت دیتے ہیں اور جس کا ہم شکوہ کردیں تو وہ شخص لوگوں کو پسند آنے لگتا ہے اس لیے میں نے تجھے عیب دار بنادیا ہے تاکہ تم لوگوں کے ظلم وستم سے محفوظ رہو اس لیے تجھے حضرت موسیٰؑ وحضرت خضرؑ کا واقعہ یادرکھنا چاہیے حضرت خضرؑ نے کشتی کو عیب دار بنادیا تھا تو موسیٰؑ کے اعتراض کے جواب میں انہوں نے کہا تھا۔

کشتی چند مساکین کی تھی جو سمندر میں کشتی رانی کیا کرتے ہیں میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں کیونکہ پیچھے ایک بادشاہ کشتیوں پر غاصبانہ قبضہ کرنے والا تھا۔

(سورہ کہف آیت ۷۹)

اے زرارہ! ایک کشتی کے تحفظ سے مومن کا تحفظ ضروری ہے حضرت خضرؑ

کی طرح سے میں نے بھی تجھے لوگوں کی نظر میں عیب دار بنا دیا ہے اس وجہ سے تو محفوظ رہے گا ورنہ طاغوتی حکمران تجھے زندہ ہی نہ رکھتے۔

حضرت امام جعفر (علیہ السلام) کا ایک خط

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ایک خط میں زرارہ کو لکھا۔

تمہارے دونوں بیٹے میرے پاس تمہارا خط لے کر آئے میں نے تمہاری وجہ سے ان پر خصوصی شفقت کی ہے جیسا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے دو یتیم بچوں کی دیوار اس لیے کھڑی کی تھی کہ ان کا والد مومن تھا اسی طرح سے میں نے بھی تیرے بچوں کی رعایت کی ہے اور وہاں میں نے اور میرے والد (امام محمد باقر (علیہ السلام)) نے جو کچھ کہا تھا اب اگر ابو بصیر اس کے علاوہ تمہیں ہمارا حکم سنائے تو تمہیں اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیونکہ بعض اوقات حق میں وسعت ہوتی ہے اور ہم اس وسعت کے تحت دوسرا جواب دے دیتے ہیں اور اس میں تمہاری بقا مضمر ہے کیونکہ ایک چرواہا بہتر جانتا ہے کہ اس کی بکریاں اکٹھی رہیں یا جدا جدا رہیں، دونوں صورتوں میں اس کے سامنے اپنی بکریوں کا مفاد ہوتا ہے تم قائم آل محمدؑ کے منتظر رہو جب وہ ظاہر ہوں گے تو از سر نو قرآن مجید اور احکام دین و شریعت (جو بدلے جا رہے ہیں) و فرائض کی تعلیم دیں گے اور ان کی روش کو دیکھ کر بہت سے لوگ گھبرا جائیں گے اور اگر ان کی گردن پر ان کی تلوار نہ ہوئی تو وہ ان سب کا انکار کر دیں گے۔

حضرت نبی کریمؐ کے انتقال کے بعد یہ امت بہت اور امتوں کے راستوں

پر چل نکلی انہوں نے اللہ کے دین میں تغیر و تبدل کیا کئی چیزوں کا اضافہ کیا اور کئی چیزوں کو دین سے خارج کر لیا آج لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں یہ وحی الہیٰ سے انحراف ہے......تو......ان حالات میں تمہیں جو حکم دیا جائے اس کو قبول کر لو۔

خدا کی قسم! ہم تجھ سے راضی ہیں میں تیرے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہوں اور ہمارے اس فرمان کے بعد تمہیں لوگوں کی باتوں کی پروا نہیں کرنا چاہیے۔

تبصرہ

معزز قارئین! آپ نے زرارہ بن اعین کے بارے میں معصومینؑ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں کیا زرارہ کی ذات و صفات کے بارے میں کسی بھی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے...... اب اگر زرارہ جیسا بلند پایہ عارف معصومینؑ اور بزرگ صحابی بھی آئمہ معصومینؑ کی احادیث برداشت نہ کر پائے تو پھر آج کے چند علوم ناقصہ پڑھ کر معصومینؑ کی احادیث کے منکرین کے بارے میں کوئی ذہن پر وزن رہ ہی نہیں جاتا اب آئیں اس حدیث کی طرف جس کا راوی بصائر الدرجات ص ۶۴ پر خود زرارہ بن اعین ہے یہ روایت مراۃ الانوار ص ۴۲ بحار سالع ص ۲۴۹ پر بھی نقل ہے زرارہ راوی ہے کہ

ایک مرتبہ میں حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو امامؑ نے دریافت فرمایا "اے زرارہ! تمہارے پاس شیعہ کی احادیث ہیں میں نے کہا میرے پاس بہت سی احادیث ہیں بسا اوقات دل چاہتا ہے جلا کر سب کو آگ میں

جھونک دوں امامؑ نے فرمایا ذرا بتلاؤ تو سہی تمہیں کون سی احادیث سمجھ نہیں آتیں زرارہ نے کہا بہت سی احادیث ہیں تو امامؑ نے فرمایا...... ملائکہ کا علم کیا تھا؟ جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سن کر یہ کہتے تھے کہ تم ایسا خلیفہ بنا رہے ہو جو زمین میں خون ریزی اور فساد کرے گا۔

علامہ مجلسیؒ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ زرارہ ان ذوات مقدسہ کی ان احادیث فضائل کا انکار کر دیتے تھے جن کو ان کی عقل برداشت نہ کر سکتی تھی۔

پس امامؑ نے ان کی تنبیہہ کرتے ہوئے ملائکہ کے واقعہ کو پیش کیا کہ کس طرح انہوں نے حضرت آدمؑ کی فضیلت کا انکار کیا اور ان کی عقلیں حضرت آدمؑ کے فضائل کی معرفت سے قاصر رہیں......اور تمہارا ان امور کی نفی کرنا قلت معرفت پر مبنی ہے۔

حوالہ نمبر ۱۱:

جابر بن یزید جعفی الکوفی

مومنین میں شہید ثالث ص ۵۲۹ پر لکھتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ ان کے لیے دعائے رحمت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ ہم سے جو روایات کرتا ہے وہ صحیح اور درست ہیں۔

جابر جعفیؒ اسرار معصومینؑ کا مطالعہ کرتے ہیں

جابر جعفیؒ ایسے راوی ہیں کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے مجھے ایک کتاب عطا

فرمائی اورارشادفرمایا کہ اس کتاب کو پڑھواور جب تک بنی امیہ کی حکومت قائم ہے اس میں سے کوئی روایت بیان نہ کرنا ورنہ تجھ پر میری اور میرے آباء واجداد کی لعنت ہو گی۔

جابرؓ احادیث معصومؑ بیان کرتے ہیں

جب میں نے اس کتاب کواچھی طرح پڑھ لیا تو امامؑ نے مجھے دوسری کتاب عطا فرمائی اورارشادفرمایا اس کتاب کو پڑھ لیکن اس کی کسی کے سامنے روایت نہ کرنا وگرنہ تو نے روایت کی تو تجھ پر میری اور میرے آباء واجداد کی لعنت ہوگی۔

روایات میں وارد ہے کہ جب فرعون بنی امیہ ولید ملعون قتل ہوگیا تو جابر جعفیؒ نے مناسب سمجھا اور سرخ ریشم عمامہ سر پر رکھا اور مسجد میں آ کر بیٹھ گئے لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تو انہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی روایات بیان کرنی شروع کر دیں اور جیسے ہی وہ کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے یہ حدیث مجھ سے اوصیاء کے وصی اور علم انبیاء کے وارث محمد بن علی (علیہم السلام) نے بیان کی۔

لوگوں نے جابرؓ کی اس جرأت کو دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

جابر دیوانہ ہوگیا ہے کہ جو اس طاغوتی دور میں ایسی احادیث بیان کررہا ہے۔

جابر ستر ہزار احادیث بیان نہ کر سکے

جابر جعفیؒ کہتے ہیں۔

مین نے حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) سے ایسی ستر ہزار احادیث سنی ہیں جو میں نے کسی کے آگے بیان نہیں کیں اور نہ ہی آئندہ بیان کروں گا۔ (الاختصار ص ۶۶)

مولاؑ! میرا سینہ آپؑ کے اسرار سے پھٹنے لگا ہے

ایک مرتبہ جابرؓ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے عرض کی کہ

''مولاؑ! آپؑ نے مجھ پر بہت بڑا بوجھ ڈال دیا ہے اور آپؑ نے مجھ سے وہ اسرار و حقائق بیان کر دے ہیں کہ میں انہیں کسی کے سامنے بیان نہ کروں اور آپؑ نے مجھ پر پابندی عائد کر دی ہے کہ میں انہیں کسی کے سامنے بیان نہ کروں اب میرا سینہ پھٹنے کو ہے۔

آپؑ اس کا علاج تجویز فرمائیں۔

جابرؓ! کنویں میں اپنے عکس کو احادیث سناؤ

حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا

جب تمہارے سینے میں تلاطم پیدا ہو تو صحرا میں چلے جایا کرو اور کسی کنویں کی منڈیر پر جا کر بیٹھ جاؤ اور جب تمہیں پانی میں اپنی تصویر نظر آئے تو وہ اسرار و حقائق اپنے آپ کو سنا کر تسکین حاصل کر لیا کرو۔

چنانچہ جابر ایسا ہی کرتے تھے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر اپنی تصویر سے مخاطب ہو کر کہتے تھے حضرت امام محمد باقرؑ نے مجھ سے یہ یہ چیزیں بیان فرمائیں۔

(یہ روایات بحار الانوار ج ۴ ص ۱۱۸، رجال الکشی ص ۱۲۸ پر بھی درج ہیں)

حوالہ نمبر۱۲:

احادیث میں کوئی تضاد نہیں ہے

شہید ثالث علامہ قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مترجم کے ص ۶۷۵ پر لکھتے ہیں کہ

اگر اس مقام پر یہ کہا جائے کہ آئمہ ہدیٰؑ سے ایسی بہت سی روایات مروی ہیں جن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ شیعہ وہی ہے جو صفت تقویٰ سے آراستہ ہو اور عابدؔ و زاہد اور صابر و صائم ہو تو کیا اس مضمون والی احادیث ایک دوسری قسم والی احادیث کے متضاد تو نہیں ہیں؟ اس کے متعلق ہم عرض کریں گے۔ ایسا ہر گز نہیں ہے جس طرح قرآن مجید تضاد بیانی سے پاک ہے اسی طرح سے معصومینؑ کا کلام بھی تضاد بیانی سے پاک ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ جن احادیث میں شیعوں کے طویل اوصاف مذکور ہوئے ہیں وہ کامل شیعوں کے اوصاف ہیں مطلق اور ہر قسمی، عمومی شیعوں کے اوصاف نہیں ہیں اور اس کی نظیر کے لیے ہم قرآن مجید کی سورہ انفال کی آیت نمبر ۲ پیش کر سکتے ہیں۔

"مومن تو وہ ہیں جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اُٹھیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر تلاوت کی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے اور وہ اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں"۔

اس آیت مجیدہ میں اہل ایمان کی جو تین نشانیاں بتائی گئی ہیں یہ ایمان کامل

کی علامتیں ہیں اصل ایمان میں یہ شرائط شامل نہیں ہیں اگر ایمان مطلق یقین قلب سے عبارت ہو تو بھی یہ شرائط اس کا حصہ نہیں ہیں اور اگر ایمان، یقین قلب اور عمل بالارکان سے عبارت ہو تو بھی یہ علامات ہر صاحب ایمان کو میسر نہیں ہیں۔

ایمان کی سرحد اس سے پہلے شروع ہو جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ علامات مومن کامل کی علامت ہیں ہر مومن کی علامات نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

حوالہ نمبر ۱۳:

محبّ اہل بیتؑ ہر حال میں قابل عزت ہے......

حضرت امام جعفر صادقؑ

شیخ صدوقؒ عیون اخبار الرضاج ۲ مترجم ص ۳۱ حدیث نمبر ۸ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے ایک شخص کو تحریر کیا۔

"ہر اس شخص کی عزت کرو جسے تم ہمارا ذکر کرتے ہوئے پاؤ یا جو بھی ہماری مودت کا دعویٰ کرے"۔

"اور تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا ہے تمہیں اپنی نیت کی جزا ملے گی اور اسے اس کے جھوٹ کی سزا ملے گی"۔

حوالہ نمبر۱۴:

جو ہماری ولایت کا قائل اور تمہارے نظریات کا قائل نہ ہو ان سے نفرت نہ کرو

اُصول کافی مع شرح صافی ج ۴ ص ۹۹ بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۶۱ جواہر الاسرار ص ۳۳ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے خادم ''سراج'' سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ شیعہ کے اختلافات کا ذکر چل نکلا تو میں نے عرض کی میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا ہم ان سے بیزاری اختیار کر لیں جو آپ کے بارے ہمارے نظریات کے قائل نہیں ہیں امامؑ نے فرمایا کہ جو تمہارے نظریات کے قائل نہیں لہذا تم ان سے بیزاری اختیار کرتے ہو؟ کیا وہ ہماری ولایت کا اقرار کرتے ہیں؟

میں نے کہا جی ہاں! پھر آپؑ نے فرمایا: ''ذرا یہ بتلاؤ کہ ہمارے پاس ایسی چیزیں ہیں جو تمہارے پاس نہیں ہیں کیا ہمارے لیے سزاوار ہے کہ ہم تم سے بیزار ہو جائیں؟ میں نے کہا بخدا نہیں ...... میں آپؑ پر قربان جاؤں ...... پھر آپؑ نے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ کے پاس بھی ایسی چیزیں ہیں جو ہمارے پاس نہیں کیا اس نے ہم کو چھوڑ دیا ہے؟ میں نے کہا بخدا نہیں میں آپؑ پر قربان جاؤں ...... پھر ہم کیا کریں؟ امامؑ نے فرمایا ان سے دوستی برقرار رکھو اور ان سے بیزاری اختیار نہ کرو مسلمانوں میں سے ہر ایک کے پاس ایمان کا مخصوص حصہ ہے کسی کے پاس ایک حصہ ہے کسی کے پاس دو حصے ہیں کسی کے پاس تین حصے ہیں یہ سلسلہ دس تک چلتا ہے کسی کو نہیں چاہیے کہ کم

درجہ معرفت والے کو اپنے درجہ کی طرف لانے پر مجبور کرے یعنی جب کوئی ایک درجہ پر ہے تو وہ اپنے سے کم درجہ والے کو یا جو اس سے بالا درجہ والا ہے اسی سے بیزاری یا نفرت کا اعلان نہ کرے۔

حوالہ نمبر ۱۵:

گنہگار شیعہ کو گناہوں سے پاک کر دیا جائے گا

شہید ثالث: مجالس المومنین مترجم جلد ۲ ص ۶۷۳ تا ۶۷۶ پر چند احادیث نقل کرتے ہیں۔

گنہگار کو بھی حضرت امیر المومنینؑ نے شیعہ ہی قرار دیا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہمارا جو بھی شیعہ کوئی ایسا کام کرے جو گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی جس جان کے متعلق آزمائے گا اور وہ آزمائش گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ بن جائے گی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی جب وہ خدا کے ہاں حاضر ہو گا تو اس کے ذمہ کوئی گناہ باقی نہ ہو گا اور اگر جان و مال و اولاد کی آزمائش کے باوجود بھی اس کا کوئی گناہ بچ جائے گا تو اس کے لیے موت سخت کر دی جائے گی اور یوں وہ گناہوں سے پاک کر دیا جائے گا......(بہر حال ولایت اہل البیتؑ رکھتا ہو)

حوالہ نمبر۱۶:

اللہ تعالیٰ ہمارے دوستوں کو بیماری میں مبتلا کر کے انکے گناہ ختم کر دیتا ہے

عمر سابری نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کہا:
میں اپنے بعض دوستوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔
حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

عمر! اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی شکایت نہ کر اگر ہمارا دوست ایسے گناہ کرے جس کی وجہ سے وہ عذاب کا حقدار بن جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جسمانی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور اگر وہ مصائب زمانہ سے بھی محفوظ رہے تو موت کے وقت اس پر سختی کی جاتی ہے اور جب دنیا سے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوتا ہے اور خدا اس کے لیے جنت واجب کر چکا ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر۱۷:

حضرت امام جعفر صادقؑ کی واضح حدیث

مجالس المومنین کے ص ۲۶۸ پر شہید ثالث لکھتے ہیں۔

مختار کشی میں اسحاق سے منقول ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا تو ایک شیعہ آپؑ کی محفل میں حاضر ہوا اسے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا: بندہ خدا! تجدید توبہ کرے تیری زندگی ایک ماہ سے کم رہ گئی ہے۔

جب میں نے امامؑ کے یہ الفاظ سنے تو میں نے دل میں کہا تو کیا امامؑ لوگوں کی موت کے وقت کو بھی جانتا ہوں؟

امام (علیہ السلام) نے میرے دل کی بات جان لی اور فرمایا

اسحاق تو اس میں شک کر رہا ہے رشید ہجری ہمارا کمزور سا شیعہ تھا اور وہ علم المنایا کا عالم تھا امامؑ کو تو رشید ہجری سے زیادہ عالم ہونا چاہیے اگر اب بھی تجھے شک ہے تو اپنے متعلق بھی مجھ سے سن لے تیری زندگی کے صرف دو سال باقی ہیں اور عنقریب افلاس و پریشانی تجھے اور تیرے اہل خانہ کو لاحق ہونے والی ہو۔

مختار کشی میں اسحاق سے منقول ہے کہ اس وقت جب امامؑ نے فرمایا دوست فراوانی تھی اور جب میرے پاس دولت کی فراوانی ہوئی تو میں نے اپنے دروازے پر ایک دربان کھڑا کر دیا اور اس سے کہا غریب و مفلس شیعوں کو ہمارے گھر میں داخل نہ ہونے دینا پھر اسی سال میں حج کے لیے مکہ گیا اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے مولاؑ کو سلام کیا امامؑ نے بڑی بے توجہی کا مظاہرہ کیا میں نے عرض کی مولاؑ! کیا وجہ ہے آج آپؑ کی طرف سے پرانا التفات مجھے دکھائی نہیں دیا تو امامؑ نے فرمایا: تو کب مومنین کے ساتھ پرانے التفات سے پیش آ رہا ہے؟۔

میں نے عرض کی مولاؑ! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

میں ان کے حق اور ان کے دین کی حقانیت کو بخوبی جانتا ہوں لیکن میں اتفاق کی شہرت اور ان کے ہجوم سے خوفزدہ ہوں۔

مومنین کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: کیا تجھے علم نہیں کہ جب دو مومن ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک سو رحمتیں نازل کرتا ہے جس میں ننانوے رحمتیں اس کے حصہ میں جاتی ہیں جس میں گرمجوشی زیادہ ہو اور جب وہ مومن ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انہیں گھیر لیتی ہے اور جب مومنین خدا کے لیے ایک دوسرے کا منہ چومتے ہیں تو عالم بالا سے ایک ندا بلند ہوتی ہے کہ تمہارے گناہ بخش دیئے گئے ہیں اور جب وہ راز دل بیان کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ملائکہ عظام اور کاتبان کرام ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ آؤ ہم ان سے دور ہو جائیں ممکن ہے وہ ایک دوسرے کو اپنے اپنے درد دل اور راز سے آگاہ کرنا چاہیں اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں سے واقف ہونے کو ہمارے لیے پسند نہ کرتا ہو۔

جب امام (علیہ السلام) نے یہ جملے ارشاد فرمائے تو میں نے کہا مولاؑ! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ وہ شخص گفتگو کر کے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور کراماً کاتبین کو ان کی گفتگو کا پتہ ہی نہ چلے اور وہ اس گفتگو کو بھی تحریر بھی نہ کریں جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے سورہ ق کی آیت ۱۸ میں ہے ''اور وہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا ہے مگر یہ کہ ایک نگہبان اس کے پاس موجود رہتا ہے''۔

میری یہ بات سن کر امامؑ نے کچھ وقت کے لیے سر کو جھکایا اور جب انہوں نے سر اُٹھایا تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے...... آپؑ نے فرمایا:

اسحاق کیا فرق پڑتا ہے؟ اگر کراماً کاتبین دو مومن بھائیوں کی گفتگو کو نہ سنیں اور نہ لکھیں جب کہ اللہ تعالیٰ جو کہ دلوں کے راز جاننے والا ہے وہ ان کی گفتگو کو سن رہا ہو تو اس میں کیا حرج ہے۔

اسحاق! اللہ تعالیٰ سے یوں ڈر جیسا کہ توں اسے دیکھ رہا ہو اور اگر تجھے یہ مقام نصیب نہیں تو کم از کم یہ یقین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے...... اور اگر تجھے یہ یقین بھی حاصل نہ ہو تو پھر توں کافر ہو جائے گا اور پھر جب تجھے یہ یقین ہو کہ خدا دیکھ رہا ہے اس کے باوجود بھی تو اس کی نافرمانی کرے تو تو نے اسے تمام دیکھنے والوں سے پست اور ہیچ تصور کیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۸:

فاسق وفاجر وہ ہوتا ہے جو ہماری ولایت کا منکر ہو

بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۴۱، ج ۷ ص ۳۸۳ میں زید الشحام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا اگر آپ کا کوئی شیعہ نافرمان اور مہلک گناہوں کا ارتکاب کرے کیا ہم اس سے بیزار ہو جائیں تو آپؑ نے فرمایا..... نہیں اس کی نیکیوں سے بیزار نہ ہو اس کے عمل سے بغض رکھو۔

میں نے کہا کہ کیا ہم اس کو فاسق وفاجر کہہ سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا فاسق و فاجر تو وہ ہوتا ہے جو ہماری ولایت کا منکر ہو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ہمارا موالی فاسق و فاجر ہو اگر چہ وہ کوئی عمل بھی کرے تم اس کو فاسق العمل، فاجر العمل کہہ سکتے ہو مگر مومن النفس کہو...... خبیث الفعل کہو...... مگر طیب الروح والبدن کہو۔

بخدا! ہمارا دوست دنیا سے ایسی حالت میں نکل جائے گا جب کہ اللہ، رسول اور ہم اس پر راضی ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں کے باوجود سفید رو...... باپردہ شرمگاہ والا اور بے خوف محشور فرمائے گا اس پر کوئی حزن وخوف نہ ہوگا اور دنیا سے جانے سے پہلے اس کو مال واولاد یا نفس وجان کے مصائب میں ڈال کر اسے گناہوں سے پاک کردیا جائے گا۔

حوالہ نمبر ۱۹:

معصومؑ کے نزدیک دوستی کا معیار

بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۶۲ پر ہے کہ شیخ صدوقؒ...... الخصال میں عمار بن ابی الاحوص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے مولاؑ! ہمارے پاس کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ حضرت امیر المومنینؑ کی ولایت کے قائل ہیں اور ان کو تمام لوگوں پر فضیلت بھی دیتے ہیں مگر ان کے متعلق وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو کہ ہم رکھتے ہیں کیا ہم ان سے دوستی قائم رکھیں...... امامؑ نے جواب دیا جی ہاں! ضرور قائم رکھو۔

حوالہ نمبر ۲۰:

سب سے زیادہ گنہگار محبؑ اہل بیتؑ کی شفاعت

علل الشرائع مترجم ص ۱۳۵ پر شیخ صدوق اسناد کے ساتھ روایت درج کرتے ہیں کہ محمد بن مسلم ثقفی نے حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) کو فرماتے ہوئے سنا

کہ آپؐ ارشاد فرما رہے تھے کہ

''حضرت فاطمۃ الزہراء (سلام اللہ علیہا) کے لیے جہنم کے دروازے پر ایک پڑاؤ پڑا ہوگا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر شخص کے ماتھے پر مومن یا کافر لکھ دیا جائے گا پھر اسی اثناء میں ایک محب اہل بیتؑ کو جس کے گناہ سب سے زیادہ ہوں گے حکم دیا جائے گا کہ اس کو جہنم کی طرف پہنچاؤ جب وہ دروازہ پر پہنچے گا تو حضرت فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا) اس کے ماتھے پر لکھا ہوا پڑھیں گی کہ یہ محبّ اہل بیتؑ ہے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گی کہ اے میرے اللہ! اے میرے مالک! تو نے میرا نام فاطمہؑ رکھا اور میری وجہ سے تو نے مجھ سے تولا رکھنے والوں اور میری ذریت سے تولاّ رکھنے والوں کو جہنم سے بری کر دیا ہے اور تیرا وعدہ یہی ہے تو ہرگز وعدہ کے خلاف نہیں کرتا..... تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے فاطمہؑ! تو نے سچ کہا میں نے ہی تیرا نام فاطمہؑ رکھا اور تیری ہی وجہ سے تجھ سے محبت اور تولاّ رکھنے والوں کو اور تیری ذریت سے محبت اور تولاّ رکھنے والوں کو جہنم سے بالکل بری کر دیا ہے میرا وعدہ سچا ہے اور میں اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا میں نے اس بندے کو جہنم کی طرف لے جانے کا حکم صرف اس لیے دیا تھا کہ تم اس کی شفاعت کرو...... اور میں تمہاری شفاعت قبول کروں...... تاکہ میرے ملائکہ، میرے انبیاء و رسل اور تمام اہل موقف پر واضح ہو جائے کہ میرے نزدیک تمہارا کیا مقام ہے؟ اب تم جس کی پیشانی پر مومن لکھا ہوا دیکھو اس کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں داخل کر دو۔

حوالہ نمبر ۲۱:

اہل بہشت کی نشانیاں

حضرت رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ

''اہل بہشت یہی غبار آلود اور پریشان بالوں والے افراد ہی ہوں گے جو

- امراء سے ملنے کی اجازت مانگتے ہیں تو انہیں اجازت نہیں ملتی۔
- جب وہ کسی کے پاس رشتہ طلب کرنے جاتے ہیں تو انہیں کوئی رشتہ نہیں دیتا۔
- جب وہ کوئی فریاد کرتے ہیں تو انہیں انصاف نہیں ملتا۔
- ان کی ضروریات ان کے سینوں ہی میں گھٹی رہتی ہیں۔

چنانچہ اگر ان کی نورانیت کو بروز قیامت تمام لوگوں پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ سب تک پہنچ جائیں گی۔ (میزان الحکمت ج ۲ ص ۱۸۹)

حوالہ نمبر ۲۲:

نجات شیعہ کے بارے میں روایت

عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ مترجم ص ۵۰۷ پر شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن علی قرشی نے حضرت امام علی رضاؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی فرزند رسولؐ کیسے؟ آپؑ نے فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ باطل کی حکومتوں سے تقیہ کا عہد لیا گیا ہے سب لوگ امن میں ہیں مگر شیعوں کو خوف زدہ کیا جاتا ہے اور ہماری وجہ سے ان پر کفر کے فتوے

لگائے جاتے ہیں اور ہم اغیار پر کفر کے فتوے نہیں لگاتے اور ہماری وجہ سے شیعوں کو قتل کیا جاتا ہے اور ہم اپنے شیعوں کے ذریعے کسی کو قتل نہیں کرتے۔

ہمارا کوئی بھی شیعہ کسی گناہ اور خطا کا ارتکاب کرے گا تو اسے کوئی نہ کوئی تکلیف پیش آئے گی جس کی وجہ سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے ہمارا شیعہ اگرچہ بارش کے قطرات اور ریت کے ذرات اور سنگریزوں کی تعداد اور درختوں اور کانٹوں کی مقدار میں بھی گناہ کیوں نہ کرے اگر اسے جانی طور پر کوئی تکلیف نہ پہنچی تو پھر وہ اپنے اہل وعیال اور مال و دولت میں تکلیف اُٹھائے گا اور اگر دنیا میں رہتے ہوئے اسے کسی طرح کا کوئی گزند نہ پہنچے جو اس کو مغموم کرے تو وہ ڈراؤنا خواب دیکھ کر مغموم ہوگا اور یہی غم اس کے لیے گناہوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے گا۔

حوالہ نمبر ۲۳:

قیامت کے دن ہم اپنے شیعوں کا حساب اپنے ذمہ لے لیں گے

عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ مترجم ص ۱۳۷ میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام علی رضاؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے آنحضرتؐ سے روایت کی آپؐ نے فرمایا

جب قیامت کا دن ہوگا تو ہم اپنے شیعوں کا حساب اپنے ذمہ لے لیں گے جس سے خدائی معاملات میں تقصیر ہوئی ہوگی تو ہم اس کے متعلق فیصلہ کریں گے اور

اللہ تعالیٰ ہمارے فیصلے کو قائم رکھے گا۔

اور جس سے حقوق العباد میں کوئی تقصیر سرزد ہوئی ہوگی تو ہم متاثرہ فریق سے اس کی خطا معاف کرنے کی سفارش کریں گے اور ہماری وجہ سے اس کی خطا معاف کر دی جائے گی۔

اور جس سے ہمارے حق میں تقصیر واقع ہوئی ہوگی تو ہم خود اس سے درگزر اور معاف کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔

حوالہ نمبر ۲۴:

ہمارے شیعہ ہم سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں

الشافی ترجمہ اُصول کافی ج ۳ ص ۳۴۴ پر حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ ''ہم صبر کرنے والے ہیں اور ہمارے شیعہ ہم سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں میں نے کہا میں آپؑ پر قربان جاؤں شیعہ آپؑ سے زیادہ صابر کیسے ہو گئے؟ آپؑ نے فرمایا ہم اس صورت میں صبر کرتے ہیں کہ حقیقت امر کو جانتے ہیں اور ہمارے شیعہ باوجود لاعلمی کے صبر کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جو مومن کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور اس پر صبر کرے تو اس کو ہزار شہید کا ثواب ملتا ہے'' (الکافی مترجم ج ۳ ص ۳۴۲)

حوالہ نمبر ۲۵:

شیعیان کی صفات اور پیروان اہل بیت علیہم السلام کی گناہوں سے بخشش کے وسائل

مدینہ شہر کا واقعہ

اہل بیت (علیہم السلام) کے موالیوں میں سے ایک شخص نے جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء (سلام اللہ علیہا) کی خدمت میں اپنی بیوی کو بھیجا کہ وہ آپ سے دریافت کریں کہ کیا میرا شوہر آپ کے شیعوں سے ہے یا شیعوں سے نہیں ہے؟

جناب سیدہ زہراء (علیہا السلام) کے نزدیک شیعہ

بی بی پاکؑ نے اس خاتون کے جواب میں فرمایا

اگر تو تم لوگ اس کے مطابق عمل بجالاتے ہو جو ہم نے تمہیں امر و فرمان دیا ہے اور اس کو چھوڑتے ہو جس سے ہم نے تمہیں روکا ہے تو تم لوگ ہمارے شیعوں سے ہو وگرنہ تم ہرگز ہمارے شیعوں سے نہیں ہو۔

موالی اہل البیتؑ کا پریشان ہونا

جب وہ خاتون اپنے شوہر کے پاس واپس آئی اور اس نے جناب سیدہ زہراء (سلام اللہ علیہا) کا جواب اس سے بتایا تو بہت پریشان ہوگیا، اپنی کمزوریوں اور خامیوں پر نظر دوڑاتے ہوئے اپنے سے کہنے لگا وائے ہو تم پر ایسے اعمال کے ہوتے

ہوئے تم تو ہمیشہ جہنم میں جلو گے۔

موالی کی بیوی دوبارہ جناب سیدہؑ کی خدمت میں

اس موالی اہل البیتؑ کی بیوی اپنے شوہر کی اس حالت اور پریشانی کو جناب سیدہ (علیہا السلام) کی خدمت میں جا کر پیش کرتی ہے جناب سیدہؑ نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا ملاحظہ ہو۔

شیعیان اہل البیتؑ جنتیوں میں سے بہتر ہیں

آپ واپس جائیں اور اپنے شوہر سے کہیں کہ جس طرح تم نے سوچا ہے کہ تم تو اب جہنم میں ہی ہمیشہ جلو گے اپنی کوتاہیوں کے نتیجہ میں ......تو بات اس طرح نہیں ہے...... ہمارے شیعہ جنتیوں میں (وی۔آئی۔پی) سب سے بہتر (عمدہ ترین) لوگ ہونگے۔

ہمارا ہر موالی ہمارا شیعہ نہیں ہے

اور تمام وہ افراد جو ہمیں چاہنے والے ہیں ہم سے محبت کرنے والے ہیں اور ہمارے اولیاء (دوستوں کے) کے موالی (چاہنے والے ان سے ولا رکھنے والے) ہیں اور ہمارے دشمنوں سے عداوت رکھنے والے ہیں اور اپنے دل اور اپنی زبان سے ہمارے تسلیم ہیں اور ہمیں مانتے ہیں (اپنے دل اور زبان سے ہمارے مسلم ہیں) تو وہ سب اگر ایسے ہوں کہ ہمارے اوامر پر عمل نہ کرتے ہوں اور مہلکات اور تباہ کر دینے والے اعمال جن سے ہم نے روکا ہے......،اس سے رکتے نہیں ہیں۔

موالیان بہرحال جنت جائیں گے

اگر چہ بے عمل لوگ ہمارے شیعہ تو نہیں ہیں البتہ وہ ہم سے محبت کرنے والے ہیں اور ہمارے اولیاء سے ولایت رکھنے والے ہیں بے عملیوں کے باوجود وہ سب جنت میں ہونگے۔

جنت جانے سے پہلے طہارت اور پاک ہونے کے مراحل

اہل البیتؑ کے محبت و موالی جنت ضرور جائیں گے لیکن اپنے گناہوں کی غلاظت اور نجاست سے پاک اور طاہر ہونے کے بعد۔

گناہوں سے پاک ہونے کے مراحل

دنیا ہی میں مصائب ان پر آئیں گے ان کی آزمائشیں ہونگی انہیں تکالیف پہنچیں گی (برزخ میں پہنچنے والی تکالیف کا تعلق بھی دنیا میں شمار کیا گیا ہے)

۲۔ قیامت کے دن کی سختیاں، پریشانیاں گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ بنیں گی۔

۳۔ یا پھر جہنم کا اوپر والا طبقہ ایسے گناہوں کی سزا کیلیئے جن کی صفائی دنیا میں پیش آنے والے مصائب اور مشکلات اور سختیوں سے نہ ہوئی ہوگی اور نہ ہی قیامت کے دن کی سختیوں سے ان گناہوں کی نجاست اور غلاظت دور ہو سکتی ہوگی تو پھر ایسے گناہگاروں کی طہارت اور پاکیزگی کیلیئے انکے واسطے جہنم کا اوپر والا طبقہ مخصوص ہے۔

ہر موالی ومحبّ کا شفاعت کے ذریعہ جنت میں جانا

جب وہ گناہگار اپنے باقی ماندہ گناہوں کی غلاظت و نجاست سے پاک و

طاہر ہو جائیں گے تو حضرت سیدہؑ فرماتی ہیں

پھر ہم انہیں آتش جہنم سے چھڑائیں گے کیونکہ وہ ہم سے محبت رکھتے تھے ہمیں چاہتے تھے اور ہم انکو اپنی طرف (جنت میں) منتقل کر دیں گے۔

(حدیث نمبر ۱۲۰، ۱۲۱ نہج الحیاۃ فرہنگ سخنان فاطمہؑ نقل از بحار الانوار ج ۶۵ ص ۱۵۵)

خیار اہل جنت

جنت کے بہترین لوگ ہمارے شیعہ ہوں گے البتہ جو ہمارے موالی ہیں اور ہمارے شیعوں سے محبت رکھتے ہیں لیکن ہمارے عوامل پر عمل نہیں کرتے اور ہماری نواہی سے نہیں رکتے تو ایسے لوگ ہمارے شیعہ تو نہیں ...... لیکن اس کے باوجود وہ جنت میں جائیں گے...... البتہ اپنے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ دیں گے...... اور کچھ لوگ اپنے گناہوں کا کفارہ میدان محشر میں کئی کئی سال سختیوں کی حالت میں ٹھہر کر گناہوں سے پاک ہوں گے...... اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے بچے ہوئے گناہوں سے پاک ہونے کے لیے جہنم کے اوپر والے طبقہ میں مخصوص وقت گذاریں گے...... اس کے بعد ہم انہیں بھی اپنے پاس منتقل کر دیں گے کیونکہ وہ ہمارے محبّ ہوں گے (حوالہ نہج الحیاۃ)

عنوان

پاکستان میں بسنے والے شیعوں کی انوکھی تقسیم اور شیعوں پر اتہامات کی بھرمار

پاکستان میں شیعوں کے دو فرقے ہیں

۱۔ شیعہ حیدر کرار　　۲۔ شیعہ اثناء عشری

(شرف الدین)

پاکستان میں شیعہ اثناء عشری ہی شیعیان حیدر کرار ہیں شرف الدین کی خودساختہ تقسیم غلط ہے۔

(علماء شیعہ پاکستان)

شرف الدین نے پاکستان میں شیعہ خیر البریہ کے خود ساختہ دو فرقے بنا ڈالے

عقائد و رسومات شیعہ کے ص ۳۷ پر لکھتے ہیں۔

''اگر ہم اپنے ملک میں شیعوں کا جائزہ لیں تو ان تمام کو دو فرقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔شیعہ حیدر کرارؑ ۲۔دوسرا شیعہ اثناء عشری

ہر ایک کی مذہبی ساخت کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی ضرورت ہے تا کہ دوسرے مذہب کی خرابیاں اور برائیاں شیعہ اثناء عشری کے حساب میں شمار نہ ہوں پہلے ہم شیعہ اثناء عشری کے عقائد و فروعات کے نظریے کو بیان کریں گے تا کہ ہمیں ان دونوں فرقوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے اور فرق رکھنے میں آسانی ہو سکے۔

تبصرہ

یہ بحث ص ۳۷ تا آخر کتاب تقریباً ڈیڑھ صد صفحات پر پھیلائی گئی ہے جسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ہم صرف ایک خاکہ پیش کر رہے ہیں وہ تحریر کرتے ہیں۔

- شیعیان اثناء عشری کے دین کے آغاز کا کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے(ص ۳۸)
- جب کہ شیعیان حیدر کرارؑ کا کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل'' ہے(ص ۷۸)

❁ شیعیان حیدر کرارؓ کے عقائد توحید میں خدائے ناقص و بے بس، نبوت میں رسولؐ محتاج علیؑ، روز آخرت میں بغیر عمل جنت کی بشارت اس طرح فروعات میں نماز کی جگہ سینہ کوبی، روزے کی جگہ ماتم، حج خانہ خدا کی جگہ صرف زیارت، کفر، شرک کے خلاف جہاد کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ جہاد، تولیٰ، تبریٰ میں یہود و نصاریٰ سے دوستی اور مسلمانوں سے دشمنی شامل ہے۔

شیعیان حیدر کرارؓ کے اُصول دین کے مصادر میں عقل کو دخل نہیں کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق تھی، عزاداری آئمہؑ مافوق العقل ہیں، قرآن ان کے نزدیک نا قابل فہم ہے، یہ قرآن کے معانی از خود اخذ نہیں کر سکتے اور نہ ہی انہیں اس کی اجازت ہے سنت رسولؐ میں سے انہیں صرف فضائل علیؑ قبول ہیں باقی سب ان کے نزدیک مردود ہے۔

شیعیان حیدر کرارؓ کی کتب مصادر میں ترجمہ قرآن مولانا مقبول، فرمان علی، حدیث میں اسرار آل محمدؐ، تحفۃ العوام، چودہ ستارے، دس بیبیوں کی کہانی اور حدیث کساء شامل ہے۔

تبصرہ

یہ بحث تقریباً ۱۲۵ صفحات پر پھیلائی گئی ہے......اور اپنے علاوہ انہیں کوئی شیعہ نظر نہیں آیا......ہم ان کے جواب تو صحیفہ حقائق کے کئی حصوں میں دے رہے ہیں فی الحال شیعہ ہونے کے لیے کیا ضروری ہے؟ کیا شرف الدین کی سند لازمی ہے یا معصومینؑ نے اس بارے میں کوئی ارشادات فرمائے ہیں ہم اس پر اس باب میں بحث

پیش کرر ہے ہیں۔

پاکستان میں بسنے والا جو خود کو شیعہ علیؑ کہتا ہے وہی شیعہ بارہ امامی بھی ہے جو کچھ شرف الدین نے شیعیان علیؑ کی طرف نسبت دی ہے یہ جھوٹ، تہمت، افتراء پردازی کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ امور غیر شیعہ کی نشانی تو ہو سکتے ہیں شیعیان علیؑ کی نہیں۔

شرف الدین نے سادہ عوام کو دھوکہ دینے اور دشمنان شیعیت میں اپنا مقام بنانے کیلئے یہ فرضی تقسیم کی ہے وگرنہ ہر انصاف پسند اس بات کی گواہی دے گا کہ جب چھوٹے بچے بولنے لگتے ہیں تو مائیں انہیں چند باتیں سکھاتی ہیں اور وہ کچھ یوں ہیں۔

امام کتنے .... بارہ معصوم کتنے .... چودہ

پنجتن کتنے .... پانچ اصول الدین کتنے .... پانچ

اس عمل سے جو کچھ شرف الدین نے لکھا ہے اسکا جواب مل جاتا ہے ویسے شیعہ کا عنوان اور لفظ پاکستان میں کسی بھی اہل سنت سے تعلق رکھنے والے سے پوچھ لو وہ یہی بتائے گا کہ شیعہ وہ ہوتا ہے جو علی (علیہ السلام) کو اپنا امام اول مانتا ہے بارہ اماموں کا قائل ہے پنجتن پاک کو ماننے والا ہے عزاداری امام حسین (علیہ السلام) منانے والا ہے اور جو شیعوں کے دشمن ہیں وہ بھی اس میں کوئی فرق نہیں کرتے جو فرق شرف الدین کو نظر آیا ہے شرف الدین نے جو کچھ تہمتیں شیعوں پر لگائی ہیں یہ سب کچھ ان کے اپنے خیالات میں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

ہم اس جگہ شرف الدین کے اتہامات کا جواب برصغیر کی مشہور اور معروف ہستی مجتہد مسلم علامہ علی نقی کی تحریر دے رہے ہیں امید ہے اس جواب سے تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے

شرف الدین کی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور ہمارے قاری کو معلوم ہو جائے گا جو اعتراضات شرف الدین نے اٹھائے ہیں اور شیعیان علیؑ کے سر منڈھے یہ نہ تو نئے ہیں اور نہ ہی بے جواب ...... بلکہ ہر دور میں شیعیان علیؑ کے خلاف ایسے اتہامات لگائے جاتے رہے اور ان کو دندان شکن جوابات بھی ملتے رہے۔

(نگارشات سید العلماء علامہ علی نقی ناشر امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ لاہور ص ۳۸۶،۳۹۲)

حکومت کا پروپیگنڈہ اور ہمارے خلاف اتہامات

اس تحریر میں علامہ علی نقی مرحوم نے دشمنان اہل البیتؑ کی طرف سے اٹھائے گئے نو اعتراضات کا جواب دیا ہے جواب ملاحظہ ہو۔

دشمنان اہل البیتؑ کی طرف سے ہمارے اوپر اتہامات اور انکے جوابات......(از علامہ علی نقی)

چونکہ ہم نے خدا اور رسولؐ کی وفاداری کے پیش نظر ان حکومتوں کو تسلیم نہ کیا جو مسلمانوں میں تخت وتاج کی مالک بن گئی تھیں اس لئے ہمیشہ حکومت کی مشینری ہمارے خلاف متحرک رہی ہمارے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کئے گئے جنہوں نے مستقل اتہامات کی شکل اختیار کر لی اور حکومت کے کاسہ لیس اور اکثریتی خیال کے علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔

یہ اتہامات وہ ہیں جنہیں حقیقت پسند افراد کو ہم سے متنفر بنانے کیلئے ہمیشہ پیش کیا جاتا رہا ہے پھر اس میں عوام کی اکثریت نے جو ہمارے خلاف تھی ہر دور میں

اپنی افواہوں سے اضافہ کیا جن کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور ہمارے خلاف نئے نئے اتہامات کی پیداوار بڑھتی رہتی ہے۔

ان میں سے کچھ اتہامات اور ان کے مقابلہ میں جو اصل حقیقت ہے اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

پہلا اعتراض

ا۔ یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) پشیمان ہوتا ہے یہ ہماری جانب وہ نسبت ہے جسے اپنی کتابوں میں درج کرنے سے سوادِ اعظم کے بڑے بڑے مقدس ومتورع علماء بھی نہیں جھجکتے۔

جواب: حالانکہ ہم اللہ اسکے ملائکہ تمام مرسلین اور بندگان صالحین کو گواہ کر کے یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ ہم پر محض تہمت اور افتراء ہے۔

یہ بالکل ویسا الزام ہے جیسا نسخ کے عقیدہ کی بنا پر تمام مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاریٰ الزام لگاتے ہیں کہ اللہ شریعتوں میں تبدیلی کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے پچھتاوا ہوتا ہے اور اسلئے ایک قانون کو منسوخ کر کے وہ دوسرا قانون نافذ کرتا ہے تمام مسلمان اسکے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ نہیں تبدیلی پچھتاوے کی بناء پر نہیں بلکہ حالات ومصالح کی تبدیلی کی بنا پر ہوتی ہے بس اسی طرح ہم تقدیرات الٰہیہ میں بداء کے قائل ہیں جس کے معنی یہی ہیں کہ مصالح اور حالات کی تبدیلی سے مقدرات میں تبدیلی کی جاتی ہے اس کی نظیریں تمام مسلمانوں کے متفق علیہ مسلمات میں موجود ہیں آخر مغفرتِ ذنوب، قبولیت دعا، شفاعت، صدقہ خیرات سے رد بلا وغیرہ کیا ہے؟

یہ سب احکام میں تبدیلیاں ہی تو ہیں بس اسی کو بداء کہتے ہیں جس کا قرآن مجید کی اس آیت میں بیان ہے کہ ''یمحو الله مایشاء ویثبت وعنده ام الکتا ب '' اللہ جو بات چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو بات چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور علم کا اصل خزانہ اس کے پاس ہے۔

اور یہ عقیدہ تو قرآن میں یہود کا بتایا گیا ہے کہ ازل میں اللہ کو جو فیصلے کرنا تھے وہ اس نے کر دیئے اب وہ کچھ نہیں کرسکتا اور اس کی قرآن نے بڑی شدت کے ساتھ رد کی ہے ارشاد ہوتا ہے ''وقالت الیهود ید الله مغلولة غلت ایدیهم ولعنو بما قالو بل یداہ مبسو طتان '' اور یہودیوں کو سنو وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اب وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ خود انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور یہ اپنے اس قول سے ملعون قرار پائیں گے اللہ کے ہاتھ تو ہمیشہ کے لئے کھلے ہوئے ہیں''۔

اس کے بعد یہ پروپیگنڈے کی طاقت نہیں تو اور کیا ہے کہ یہود کے خیال کے مطابق انکار بداء تو اسلام کا عقیدہ قرار پا جائے اور وہ عقیدہ جو قرآنی تعلیم کے مطابق ہے اسے یہ بھیانک لباس پہنا دیا جائے کہ شیعہ (معاذ اللہ) اللہ کی پشیمانی کے قائل ہیں۔

دوسرا اعتراض

۲۔ یہ بھی ہماری طرف نسبت دے دی جاتی ہے کہ شیعہ حضرت علی (علیہ السلام) کو رسول اللہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ خرافات بھی ہماری طرف منسوب کر دی جاتی ہے کہ جبرائیلؑ اصل میں رسالت کی وحی لے کر حضرت علی ع کی طرف آئے تھے

مگر دھوکے سے حضرت محمدؐ تک پہنچادی نعوذ باللہ من هذه الترهات۔

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ آج بحمداللہ دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہیں ہر جگہ ان کے علماء ہیں ان کی کتابیں اوران کے مدارس ہیں کہیں سے بھی دریافت کرلیا جائے تو کہیں اس کی کوئی اصلیت نہ ملے گی بے شک شیعہ بعد خاتم الانبیاءؐ، حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو تمام کائنات سے افضل مانتے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس کے علاوہ کوئی امر بھی شیعوں کی طرف منسوب کرنا بہتان عظیم ہے۔

تیسرا اعتراض

۳۔ایک بہت چلتا ہوا اتہام فرقہ شیعہ پر یہ ہے کہ ان کا قرآن پر ایمان نہیں ہے اس لیے کہ یہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

جواب: اس اتہام کے پردہ کو تفصیل سے ہم نے اپنے رسالہ ''تحریف قرآن پر نظر، نیز مقدمہ تفسیر قرآن'' میں چاک کیا ہے۔ یہاں بالاختصار عرض ہے کہ اگر کچھ روایات کے وجود کی بنا پر پورے فرقہ کی جانب کوئی عقیدہ منسوب کرنا درست ہے تو ہم پوری قوت کیساتھ یہ کہنے کے لیے تیار ہیں کہ پھر شیعوں سے پہلے سنی تحریف قرآن کے قائل ہیں کیونکہ کثرت سے ان کے یہاں روایات اسی طرح کی موجود ہیں اوراگر صرف روایات سے کسی فرقہ کے عقیدہ کو دریافت نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ خود اس فرقہ کے علماء ان روایات کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں تو یہ حقیقت ہے کہ محققین علمائے شیعہ قرآن کے الفاظ میں کسی زیادتی یا کمی ہونے کے قائل نہیں ہیں چنانچہ آج سے ایک ہزار سال پہلے ہمارے بڑے عالم جناب شیخ

صدوق محمد بن علی بن مایویہ قمی نے اپنے رسالہ "اعتقادات" میں لکھ دیا ہے کہ قرآن یہی ہے جو مابین الدفتین موجود ہے اس میں کوئی زیادتی یا کمی ہرگز نہیں ہوئی ہے بے شک اس کی ترتیب شانِ نزول کے مطابق نہیں ہوئی ہے اسے بھی سارے مسلمان تسلیم کرنے پر مجبور ہیں اور اکثر تسلیم کرتے ہیں۔

چوتھا اعتراض

۴۔ بعض جسارت پسند ہماری طرف یہ عقیدہ بھی منسوب کر دیتے ہیں کہ شیعہ تناسخ کے قائل ہیں۔

جواب: لاحول ولاقوۃ الاباللہ تناسخ اور انکار معاد کو ہم اسی طرح کفر مانتے ہیں جس طرح تمام مسلمان ہاں ہمارے یہاں رجعت کے بارے میں احادیث وارد ہیں مگر رجعت کو تناسخ قرار دینا بالکل ویسا ہے جیسے کوئی حشر ونشر کو جو تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے تناسخ سے متحد بنا دے تناسخ کیا ہے؟ ایک شخص کا مرنے کے بعد پھر دوبارہ کسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا یہ عقیدہ اسلامی کے خلاف ہے مگر رجعت مثل قیامت کے اس شخص کا اپنے اسی جسم کیساتھ دوبارہ زندہ کیا جانا ہے اسے تناسخ سے کیا واسطہ؟

قرآن مجید میں اسے حشر ہی کے لفظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے "ونحشر من کل امتہ فوجا ممن یکذب بایاتنا فھم یکذبون"۔

"ہم ہر امت میں کے کچھ افراد کو جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی محشور کریں گے" پھر جس طرح قیامت کا حشر کلی تناسخ سے مختلف چیز ہے اسی طرح اس حشر جزئی

کو بھی جو قرآن کی اس آیت میں مذکور ہے تناسخ میں داخل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔

پانچواں اعتراض

۵۔ بڑی مشہور تہمت ہماری جانب سب وشتم اور دشنام طرازی یعنی گالم گلوچ کی نسبت ہے۔

جواب: حالانکہ شیعوں کا معیارِ تہذیب وشائستگی عموماً دوسروں سے بدرجہا زیادہ ہے ہم میں بکثرت ایسے شرفاء ہیں جن کی زبان بچپنے سے لے کر آخر دم تک کسی ایک دفعہ بھی فحش کے الفاظ سے آشنا نہیں ہوئی مگر ضرورت اور موقع کے لحاظ سے کسی کے افعال پر نقد ونظر تہذیب وشائستگی کے ہرگز خلاف نہیں ہے اور سب سے بڑی ضرورت اس گمراہی کا دفع کرنا ہے جو کچھ اشخاص کے ساتھ حسنِ ظن کی صورت میں صراطِ مستقیم سے علیحدگی کا باعث ہو رہی ہو اس ضرورت سے قابلِ مذمت اشخاص کی مذمت قرآن مجید تک میں موجود ہے جس سے بڑھ کر اخلاق بلند کا معیاری نمونہ کوئی تصور میں نہیں لایا جا سکتا۔

اسی طرح لعنت کو گالی قرار دینا بھی غلط ہے جب کہ قرآن میں متعدد جگہ لعنت موجود ہے ہم قرآن مجید کی پیروی میں جس طرح اللہ اور رسولؐ اور آلِ رسولؑ کو مستحق صلوات سمجھتے ہیں اسی طرح مخالفین رسولؐ وآلِ رسولؑ کو مستحق لعنت سمجھتے ہیں۔

رہ گیا تبرّا کا لفظ اس کے اصل معنی کسی سے ذہنی اور عملی بے تعلقی کے ہیں اگر اسے گالی سمجھا جائے تو قرآن سے سورۂ برات کو حذف کر دیا جائے جس کی ابتداء ہی تبرّا سے ہوئی ہے۔

چھٹا اعتراض

۶۔ہماری طرف یہ غلط نسبت بھی دی جاتی ہے کہ شیعوں کے یہاں جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب ہے۔

جواب: یہ بھی سراسر اتہام ہے ہم جھوٹ کو گناہ عظیم جانتے ہیں اور کاذبین کو لعنت الٰہی کا مستحق سمجھتے ہیں اور اسی لیے صحیح بخاری کی اس حدیث کو کہ حضرت ابراہیمؑ نے (معاذ اللہ) تین جھوٹ بولے ہم بالکل غلط اور خلاف اسلام جانتے ہیں لیکن کلمۂ حق کے اظہار اور دین کے اعلان کے لیے بھی ہمارے نزدیک مناسب موقع کی شرط ہے بعض وقت افشائے راز خود مفادِ دین کے خلاف ہوتا ہے اسی طرح جان و آبرو کی حفاظت بھی ایک مہتم بالشان اسلامی فریضہ ہے جو اسی وقت نظر انداز کیا جاسکتا ہے کہ جب دین مبین کا تحفظ قربانی پر موقوف ہو گیا ہو لہٰذا جب تک ایسی قربانی کا محل پیدا نہ ہو اس وقت تک حفاظت نفس کے لیے عقیدۂ حق کو پردہ میں رکھنا درست ہے جس کی تعلیم قرآن میں موجود ہے ''الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان'' اور دوسری جگہ ارشاد ہوا ''الا ان تتقوا منھم حق تقہ'' تمام مفسرین متفق ہیں کہ یہ دونوں آیتیں تقیہ کے بارے میں ہیں۔

پھر اس قرآنی تعلیم کے ہوتے ہوئے تقیہ کو جھوٹ کہنا کیا خود قرآن اور اسلام کے ساتھ ناروا گستاخی نہیں ہے؟ بے شک جب تحفظ دین قربانی پر موقوف ہو جائے تو پھر تقیہ کا محل نہیں رہتا اور بساء اوقات تقیہ حرام ہو جاتا ہے کربلا میں حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی قربانی اس کی بین مثال ہے جس کی یادگار بمنشائے الٰہی ہم نے اب تک قائم

رکھی ہے۔

ساتواں اعتراض

ہم پر یہ بھی اتہام ہے کہ ہم (معاذ اللہ) تعزیہ کا بُت بناتے ہیں اور اسے پوجتے ہیں۔

جواب: مگر حقیقت امر یہ ہے کہ کوئی شیعہ تعزیہ کو مستحق پرستش نہیں سمجھتا وہ صرف ضریح امام حسینؑ کی شبیہ ہے جو بطور یادگار بنائی جاتی ہے اور اس نسبت کی بنا پر اس کا احترام کیا جاتا ہے اگر ہر احترام داخل پرستش ہو جائے تو پھر مسجد اور کعبہ اور قرآن سب کا احترام پرستش قرار پائے گا اور شرک میں داخل ہوگا۔

آٹھواں اعتراض

۸۔ایک افتراء و بہتان ہمارے خلاف یہ ہے کہ شیعہ عیدِ نوروز اور عیدِ غدیر پر (معاذ اللہ) ہر حرام کو حلال قرار دے لیتے ہیں۔

جواب: ''حاشا و کلا والی اللہ الشکویٰ'' حقیقت یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں عیدِ نوروز اور عیدِ غدیر میں مثل عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے نمازیں اور دعائیں وارد ہیں جو ذکرِ الٰہی پر مشتمل ہیں اور متبرک دنوں میں ہمارے یہاں خیر و خیرات کا اہتمام دوسرے عام دنوں سے زیادہ کیا جاتا ہے اس کے خلاف جو بھی کہا جائے وہ افتراء و بہتان کے سوا کچھ نہیں ہے۔

نواں اعتراض

۹۔کہا جاتا ہے کہ شیعوں کے یہاں حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی عزاداری کو کافی سمجھا جاتا ہے اور نماز روزہ کسی چیز کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔

جواب: یہ بھی غلط اور بالکل غلط ہے ہم نماز روزہ کے وجوب کو ضروریات دین سے جانتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر مانتے ہیں اور محبت اہل بیتؑ کا حقیقی تقاضا احکام الٰہی کی اطاعت ہی کو سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور رکیک و بے بنیاد افواہیں کتنی ہیں جو صرف نفرت پیدا کرنے کے لیے ہم پر عائد کر دی گئی ہیں۔ مثلاً شیعہ اہلِ سنت کو جو پانی وغیرہ دیتے ہیں وہ تھوک کر دیتے ہیں یا تازہ بتازہ تہمت جو پاکستان اور بالخصوص کراچی کے کچھ حلقوں میں چلی ہے کہ ہر سال شیعہ کسی سنی کو حلال کرتے ہیں اور ذوالجناح کی چادر پر جو سرخ دھبے ہوتے ہیں یہ اسی خون کے چھینٹے ہوتے ہیں یہ ایسی لچر، پوچ اور بے بنیاد باتیں ہیں جن کی رد کسی علمی رسالہ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

اللہ مسلمانوں کو توفیق عطا کرے کہ وہ حق پر صرف حق کے معیار سے غور کریں اور ایسی بیہودہ بکواسوں پر اعتنا نہ کریں جنہیں اہلِ باطل صرف حق سے متنفر بنانے کے لیے تصنیف کرتے ہیں۔

تبصرہ

ہم نے اپنے قارئین کیلئے شیعہ مسلک کے مستند اور ذمہ دار عالم دین، مجتہد و فقیہ حضرت علامہ علی نقی اعلی اللہ مقامہ کی تحریر دے دی ہے تا کہ وہ شرف الدین کے

بے سرو پا خیالات کا موازنہ اس ذمہ دارانہ تحریر سے کرسکیں اور انکی طرف سے اٹھائے گئے شبہات و اعتراضات کے بے وقعت اور بے حیثیت ہونے کا ادراک کرسکیں یہ بیان حقائق کو جاننے کیلئے کافی ہے۔

شیعہ

جناب سیدہ زہراء علیھا السلام فرماتی ہیں

جو لوگ ہماری بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور جن باتوں سے ہم نے انہیں منع کیا ہے وہ انہیں انجام نہیں دیتے تو وہ ہمارے شیعہ ہیں۔

عنوان

کلمہ طیبہ اور ولایت علیؑ

"لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول و خلیفتہ بلا فصل"

یہ کلمہ خودساختہ ہے..........(شرف الدین)

"انہوں نے صرف ایک ولایت کے پرچار کی مہم شروع کررکھی ہے"

(شرف الدین)

جبکہ امام جعفر صادق (علیہ السلام) کا فرمان ہے کلمہ طیبہ مومن کی زبان سے

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ و خلیفۃ رسول اللہ کہنا

اور دل سے اس کا اعتقاد رکھنا ہے۔

(حضرت امام جعفر صادقؑ)

جبرائیلؑ نے قلب حضرت رسولؐ اللہ پر جسے اتارا وہ ولایت امیر المومنینؑ ہے"۔

(حضرت امام محمد باقرؑ)

- ...... معاملہ تو اللہ کے اختیار میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے...... حضرت امام حسینؑ
- ...... جس کا بچھونا تقویٰ ہے اس کو کوئی پرواہ نہیں...... حضرت امام حسینؑ
- ...... جو تلواروں کی ضرب اور نیزوں کی اذیت پر صبر کر سکتا ہے وہی ہمارے ساتھ آئے...... حضرت امام حسینؑ
- ...... اے اہل عراق! اگر تم مجھ سے انصاف نہ کرو گے تو یہ تمہارے اپنے ہی خلاف ہوگا...... حضرت امام حسینؑ
- ...... دنیا نے (اپنا رنگ) بدل لیا ہے اور اس میں سوائے تلچھٹ کے کچھ باقی نہیں رہا...... حضرت امام حسینؑ

آغاز

ہم اپنی بحث کا آغاز کلمہ طیبہ سے کر رہے ہیں شرف الدین نے پاکستان میں بسنے والے شیعوں کے دو فرقے بنا کر شیعیان علیؑ کے جو عقائد و عبادات رائج کی ہیں اور پھر ان پر تنقید کی ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ شیعیان علیؑ کے عقائد و عبادات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے ہم ذیل میں ان کی اصل عبارت تحریر کر رہے ہیں اس کے بعد ہم انکے بے جا اور بغیر دلیل کے شیعیان علی پر لگائے گئے اتہامات کا جواب دیں گے۔

شرف الدین لکھتے ہیں

شیعیان حیدر کرارؑ کا کلمہ خود ساختہ ہے

(شرف الدین)

شیعیان حیدر کرارؑ کا کلمہ" کے عنوان سے عقائد و رسومات شیعہ" کے ص ۷۸ پر لکھتے ہیں (لا الہ الا للہ محمدؐ رسول اللہ علی و لی اللہ و خلیفتہ بلا فصل) ہے۔

یہ کلمہ اپنے جواز سے خالی و عاری ہے میرے علم میں نہیں کہ شیعیان حیدر کرارؑ کا یہ کلمہ پاکستان کے دیگر علاقوں یا ہندوستان وغیرہ میں بھی رائج ہے یا نہیں۔

البتہ ایران، عراق اور حجاز میں رہنے والے شیعہ یہ کلمہ نہیں پڑھتے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ شیعہ اثناء عشری کا کلمہ نہیں کیونکہ ان کا کلمہ وہی ہے جو عام مسلمانوں کا کلمہ ہے۔

شیعیان حیدر کرارؑ کا کلمہ خود ساختہ ہے۔

اس سلسلہ میں ہم یہاں کے اہل علم و دانش اور علماء علام سے سوال کرتے ہیں کیا یہاں کلمے میں جو اضافہ کیا گیا ہے کیا دوسرے علاقوں مثلاً ایران، عراق، افغانستان اور خلیج وغیرہ میں بھی اسی طرح رائج ہے؟ آیا شیعہ کے اُصول وفروع اہل سنت سے کوئی الگ چیز ہیں؟ کیا شیعہ دوسرے اسلام کا نام ہے جو بعد میں پیدا ہوا۔ آیا امامت اسلام کے بنیادی اُصول سے ہے؟

کیا امامت صرف علیؑ ابن ابی طالبؑ پر تمام ہوتی ہے؟ کیا اس کلمہ کی سند فقہاء و مجتہدین شیعہ کے رسالہ عملیہ میں ملتی ہے؟ کیا آپ آئمہؑ کی سیرت میں اس بارے میں استناد کر سکتے ہیں؟ کیا یہ کلمہ سنت رسولؐ سے ماخوذ ہے؟ اگر آپ یہ استناد نہیں کر سکتے تو یہ دین میں واضح بدعت ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں۔

کلمہ "لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ" ہوتا ہے...... (شرف الدین)

شیعہ اثناء عشری پہلے مرحلہ میں ہی اپنے کلمہ کی بناء پر شیعیان حیدر کرارؑ سے جدا ہو جاتے ہیں۔

ہمیں یہی کلمہ پیغمبر اکرمؐ سے ملا ہے آئمہ طاہرینؑ اور فقہاء و مجتہدین اور دنیا کے گوشہ و کنار میں رہنے والے شیعہ اثناء عشری اسے ہی اپنائے ہوئے ہیں؟

شیعیان اثناعشری کے امتیازات کو شرف الدین نے ص ۳۸ سے ص ۸۴ تک بیان کیا ہے لیکن ان کی ان صفحات پر پھیلی بحث طویل ہے ہم اس جگہ اس کی طویل بحث سے فقط تین چار باتیں دیتے ہیں باقی اس کے فرسودہ خیالات کو آپ خود ہی اگلے

عنوان سے سمجھ جائیں گے اور ان کا جو خبث باطن ہے وہ بھی نکھر کر سامنے آجائے گا۔

وہ لکھتا ہے

''شیعیان اثناء عشری کے دین کا آغاز کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہوتا ہے جو پوری امت اسلامی کا کلمہ ہے...... ہمیں یہی کلمہ پیغمبر اکرمؐ سے ملا ہے آئمہ طاہرینؑ اور فقہاء و مجتہدین گوشہ و کنار میں رہنے والے شیعہ اثناء عشری اسے ہی اپناتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات کے مطابق دین اسلام کے تین بنیادی اُصول ہیں...... ان تین اُصولوں کو اُصول عقائد اسلام کہتے ہیں ان کے علاوہ کسی اور اُصول کا اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ (ص ۳۹)

اسلام نا قابل تقسیم ہے...... دین اسلام قرآن و سنت سے مرکب ہے جس کے بنیادی ستون توحید خداوندی اور رسالت محمدیؐ ہیں ان دو ستون اسلام کا اعتراف کرنے والے کو مسلمان کہتے ہیں...... (ص ۴۴)

شیعہ اثناء عشری کے عقائد عقلی، قرآن و سنت قطعیہ رسول اللہ سے ثابت ہیں جن میں تین اُصول بنیادی ہیں جب کہ اس کے علاوہ دیگر عقائد ان تین کی فروعات میں شمار ہوتے ہیں۔ (ص ۴۴)

تبصرہ

آپ نے شرف الدین صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائی اس تحریر میں اس نے شیعیان حیدر کرارؓ اور شیعیان اثنا عشری کے درمیان جو کچھ فرق تحریر کئے ہیں در حقیقت

یہ فرق شیعیان علیؑ اور شیعیان اثنا عشری کے درمیان ہرگز نہیں بلکہ شیعیان علیؑ کے جو عقائد ہیں بالکل وہی شیعیان اثنا عشری کے ہیں۔

جو خصوصیات شرف الدین نے شیعیان اثنا عشری کیلئے لکھی ہیں وہ اہل سنت کی خصوصیات ہیں اہل سنت کا کلمہ طیبہ "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" ہے اہل سنت کے اصول الدین تین ہیں۔

۱۔توحید۔۲۔نبوت۔۳۔قیامت

البتہ جو اہل سنت عدلیہ ہیں وہ ان تینوں اصولوں کے ساتھ عدل کو بھی شامل کرتے ہیں اہل سنت کے ہاں قرآن وسنت تمام احکام الٰہی لینے کے ماخذ ہیں جبکہ شیعیان علیؑ اور شیعیان اثنا عشری کے تمام ترین نظریات وعقائد کا دارومدار قرآن واہل البیتؑ ہیں۔

شرف الدین نے سادہ لوح شیعوں کو دھوکہ دینے کیلئے اپنی تحریر میں یہ تاثر دیا ہے کہ کلمہ طیبہ "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل**" پاکستان کے تمام علاقوں میں نہیں ہے ہندوستان میں بھی نہیں ہے......،ایران وعراق میں بھی نہیں ......،انکی یہ بات سراسر جھوٹ اور حقائق پر پردہ ڈالنے کی مذموم سازش ہے۔

کلمہ طیبہ کی حقیقت

کلمہ طیبہ مسلمانوں کے ہاں توحید اور رسالت کے عقیدہ کا اظہار ہے جبکہ اس کلمہ میں تمام اعتقادات کا اظہار نہیں کیا جاتا بلکہ تمام اعتقادات کی بنیاد کا اظہار کیا

جاتا ہے...... شیعیان علیؑ اور شیعیان اثنا عشری اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں توحید کا اقرار، رسالت کا اقرار، امامت و ولایت کا اقرار کیونکہ شیعہ اور اہل سنت دونوں جانتے ہیں اور ان کے علماء سے اسکی تصدیق کی جاسکتی ہے اگر ولایت علیؑ اور خلافت بلافصل کا نظریہ شیعہ چھوڑ دیں تو پھر وہ خود کو شیعہ کہلانے کی بجائے خود کو اہل سنت میں شامل کرلیں...... بہر حال جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ جھوٹ ہے، افتراء ہے، دھوکہ دہی ہے، حقائق سے انحراف ہے، پوری کی پوری تحریر غیر واقعاتی ہے، اس کے ثبوت کیلئے ہم بڑے اختصار کیساتھ اپنے قارئین کیلئے حوالہ جات درج کررہے ہیں امید ہے یہ جوابات شرف الدین کے اتہامات کا جہاں پول کھول دیں گے وہاں پر شیعیان علیؑ کے اذہان میں جو شبہات بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے انکا بھی ازالہ ہوجائے گا۔

عرش معلیٰ پر تحریر...... کلمہ طیبہ

شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب عیون اخبار الرضا ''باب فی شان ساقی الکوثر ص ۱۷۰'' پر یہ روایت درج ہے۔

عبدالسلام بن صالح ہروی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا (علیہ السلام) کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ! جس درخت سے آدمؑ نے کھایا تھا اس کی حقیقت سے آگاہ فرمائیں حضرتؑ نے اس کا جواب دیا۔

پھر فرمایا چونکہ خدا نے حضرت آدمؑ کو مسجود ملائکہ قرار دیا اور بہشت بخشی تو اس کے دل میں خیال آیا کہ خدا نے مجھ سے بہتر وافضل کوئی انسان پیدا نہیں کیا خدا نے

اس کا یہ خیال دیکھا تو اس سے فرمایا

اے آدمؑ! اپنا سر اُٹھا کر میرے عرش کی طرف دیکھو حضرت آدمؑ نے سر اُٹھا کر عرش الٰہی کی طرف دیکھا تو اس پر یہ کلمہ طیبہ لکھا ہوا دیکھا۔

"لا اله الا الله محمد رسول الله علی ابن ابی طالب امیر المومنین"

ساق عرش کی تحریر

۱۔ تفسیر انوار النجف ج ۲ ص ۹۵ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں کہ جب آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سجدہ کا شرف مرحمت فرمایا اور داخل جنت کیا تو آدمؑ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب مجھ سے اور کون افضل ہو سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ندا پہنچی کہ آدمؑ سر بلند کر کے ساق عرش کی طرف نگاہ کرو پس آدمؑ نے ساق عرش پر دیکھا تو لکھا ہوا پایا

"لا الـه الا الـلـه مـحـمـد رسول الله علی ابن ابی طالب امیر المومنین وزوجتـه فـاطمة سیدة نساء العالمین والحسن والحسین سید شباب اهل الجنة"

۲۔ بحار الانوار ج ۷ ص ۵۰۴ تفسیر انوار النجف ج ۸ ص ۲۶۷ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ واقعات معراج بیان فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں کہ "جب میں سدرۃ المنتہیٰ سے چل کر عرش کے قریب پہنچا تو میں نے ساق عرش پر لکھا ہوا پایا

"لا اله الا الله وحدی محمد حبیبی وصفوتی من خلقی اید ته بوزیره

واخیه ونصرته به"

یعنی میرے سوا کوئی الہ نہیں میں اللہ ایک اکیلا ہوں محمدؐ میرا حبیب اور تمام مخلوق سے برگزیدہ ہے میں نے اسکی تائید اس کے وزیر اور بھائی کے ساتھ کی اور میں نے اسکو اس کا مددگار بنایا ہے۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مہر نبوت کا نقش اطہر

کتاب شرح العقیدہ الوحیدۃ مبحث النبوۃ آقائے سید اسماعیل سبزواری اپنی اس کتاب کے قلمی نسخے میں تحریر کرتے ہیں (یہ قلمی نسخہ کتب خانہ شوستریہ محلّہ عمارہ نجف اشرف عراق میں ہے)

حضرت رسول اللہؐ کے شانہ مبارک پر واقع مہر نبوت کے ظاہری حصہ کا یہ معجزہ تھا کہ اس پر یہ کلمہ نقش تھا۔

"لا اله الاالله محمدٌ رسول الله علیٌ و لی الله".

کلمہ حضرت امیر المومنینؑ کی نظر میں

مقدمہ مشکوۃ الانوار ومراۃ الاسرار ص ۷ا پر حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ "جس نے میری ولایت کا اقرار نہ کیا اس کو رسولؐ کی نبوت کا اقرار کوئی نفع نہ دے گا آگاہ رہو یہ دونوں شہادتیں لازم وملزوم ہیں۔

کلمہ کے بارے حضرت محمد باقرؑ کا فرمان

بحار الانوار ج ۷ ص ۳۴۴ پر حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) کا ارشاد ہے کہ...... عالم الست

میں جس عہد کا نبی آدمؑ سے قرار لیا گیا وہ یہ قول ہے۔

"لا اله الا لله محمدٌ رسول الله علیؑ امیر المومنین".

کلمہ کے بارے حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد

تفسیر برہان ص ۸۱۳، مراۃ الانوار ص ۷۱ پر حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ فطرت سے مراد توحید اور محمدؐ رسول اللہ اور علیؑ امیر المومنین ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کے نزدیک کلمہ طیبہ

تفسیر قمی ص ۹۷ ج ۲ پ ۲۲ سورہ فاطر، تفسیر صافی ص ۳۷۹ ج ۳، تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علیؒ ج ۲ ص ۹۷، مطبوعہ یوسفی دہلی، تفسیر مقبول ص ۸۶۹، تفسیر برہان ج ۳ مطبوعہ طہران...... حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ مومن کی زبان سے "لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله و خليفة رسول الله"۔

کہنا اور دل سے اس کا اعتقاد رکھنا ہے۔

کلمہ طیبہ کے بارے...... حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان

تفسیر انوار النجف ج ۱۱ پارہ ۲۰ ص ۱۱۰ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں کہ تفسیر برہان میں بروایت قمی حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ وہ فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خلق فرمایا ہے وہ "لا اله الا الله محمد رسول الله علی امير المومنين ولی الله" ہے اور اسی معنی میں روایت صفار اور ابن شہر آشوب سے بھی

نقل کی گئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان

احتجاج طبرسی ص ۲۳۰، ۲۳۱ ج اطبع نجف اشرف میں قاسم بن معاویہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ "فاذا قال احدکم لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المومنین " جب کوئی توحید اور نبوت کی شہادت دے تو چاہیے کہ اس کے بعد علی امیر المومنین کہے یہ روایت مصباح الفقیہ کتاب الصلوٰۃ ص ۲۲۱ پر بھی درج ہے۔

کلمہ کے بارے حضرت امام علی رضاؑ کا بیان

تفسیر برہان ص ۸۱۳، ۸۱۴ القمی ص ۵۰۰ تفسیر اصفی ج ۲ اتفسیر جامع ج ۵ ص ۲۶۰ بصائر الدرجات ص ۲۶۱ پر حضرت امام علی رضاؑ فرماتے ہیں۔

جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے وہ یہ قول ہے۔

"لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ امیر المومنینؑ و لی اللہ".

نوٹ: تفسیر عیاشی میں یہی حدیث حضرت امام جعفر صادقؑ سے بھی منقول ہے۔

کلمہ طیبہ حضرت امام علی رضاؑ کی نظر میں

تفسیر برہان ص ۸۷۷، مراۃ الانوار ص ۱۹۶، تنبیہ الخوارج ۲ ص ۱۰۳ پر حضرت امام علی رضاؑ فرماتے ہیں۔

کلمہ طیبہ سے مراد مومن کا یہ قول ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول

الله علی ولی الله و خلیفته حقا و خلفاء ہ خلفاء الله" سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ اللہ کے ولی اور محمدؐ کے خلیفہ برحق ہیں اور ان کے خلفاء اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں۔

کلمہ طیبہ کے بارے...... حضرت امام علی رضاؑ کا فرمان

تفسیر برہان ج ۳ ص ۳۵۸، تفسیر امام حسن عسکریؑ ص ۱۶۷ طبع ۱۳۱۰ھ مطبع صغریٰ میں یہ حدیث ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا:

اسی کی طرف پاکیزہ کلمات بلند ہوتے ہیں...... کے تحت...... حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ۔

"لا الہ الا اللہ محمد رسول علی ولی اللہ و خلیفة محمدؐ رسول اللہ حقا".

کلمہ طیبہ کے بارے...... حضرت امام علی رضاؑ کی ایک اور حدیث

تفسیر انوار النجف ج ۱۱ پارہ ۲۲ ص ۲۵۹ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں کہ تفسیر برہان میں حضرت امام علی رضاؑ سے مروی ہے کہ کلمہ طیبہ اس طرح ہے

"لاالہٰ الّا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وخلیفتہ حقا"

کلمہ کے بارے حضرت امام حسن عسکریؑ سے روایت

مقدمہ مشکوۃ الاسرار ص ۱۷، ۱۸ پر حضرت امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں۔

وہ شخص مسلمان نہیں قرار پا سکتا جو کہ یہ تو اقرار کرتا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اس کا یہ اعتراف بھی کرتا ہے مگر ساتھ یہ اعتراف نہیں کرتا کہ علیؑ ان کے وصی اور خلیفہ اور امت سے افضل ہیں۔

تحقیق اسلام کی تکمیل اعتقاد ولایت علیؑ ہی کے ساتھ ہے اور علیؑ کی امامت کے انکار کے ساتھ اقرار نبوت اسی طرح بے سود ہے جس طرح کہ عقیدہ توحید بلا اعتقاد رسالت بے سود ہے۔

حضرت یعقوبؑ نبی کا اپنی اولاد سے عہد و پیمان

تفسیر برہان ص ۴۹۵ ج ا طبع قدیم تفسیر انوار النجف ج ۸ ص ۱۷ میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اس عہد و پیمان کے بارے میں سوال کیا گیا جو کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے لیا تھا انہوں نے فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے یہ کہا تھا کہ اے میری اولاد! اگر تم میرے بیٹے کو نہ لائے تو تم اس نبی امیؐ سے بیزار ہو جو کہ آخری زمانہ میں آئے گا اور اس کی امت حق کی ہدایت کرے گی اور حق ہی کے ساتھ عدل کرے گی اور ان کا عظیم الشان کلمہ طیبہ آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ عظیم ہوگا اور وہ یہ ہوگا۔

لا الہ اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ ولی اللہ.

اصحاب سے ولایت علیؑ کی بیعت

ینابیع المودۃ از امام اہل سنت خواجہ مفتی سلمان بلخی، قندوزی حنفی نقشبندی ۱ اول استنبول پر یہ حدیث درج ہے کہ عقبہ بن عامر صحابی رسولؐ روایت

کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت رسولؐ سے اس قول پر بیعت کی ...... ''کہ سوائے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ ان کے نبیؐ اور علیؑ ان کے وصی ہیں اور اگر ہم نے ان تین شہادتوں سے کسی کو ترک کیا تو کفر کیا''۔

عرش کا قرار

شرح الکبریت الاحمر ینابیع المودۃ ج ۲ ص ۱۸ بحار الانوار ج ۷ ص ۲۲۴ پر خطبہ طارقیہ میں حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے ''عرش نے اس وقت تک قرار نہ پکڑا جب تک کہ اس پر یہ کلمہ نہ لکھا گیا۔

''لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله''.

حضرت ابوطالب (علیہ السلام) کی انگشتری کا نقش

الغدیر ج ۷ ص ۳۹۷، تفسیر ابوالفتوح رازی مکی ج ۴ ص ۲۱۱ پر حضرت امام علی رضاؑ سے منقول ہے کہ

حضرت ابوطالب (علیہ السلام) کی انگشتری پر یہ نقش تھا ''میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنے بھائی کے بیٹے محمدؐ کی نبوت اور اپنے فرزند علیؑ کے وصی رسول اللہؐ ہونے پر راضی ہوں''۔

نظام کائنات کا ثبات وقرار

بحار الانوار ج ۷ ص ۲۶ پر ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا: ''مجھے قسم ہے اس رب العزت کی جس نے مجھے حق کا مبشر بنایا عرش و کرسی

اس وقت تک قائم نہ ہوئے اور فلک نے اس وقت تک گردش نہ کی اور آسمان وزمین اس وقت تک قائم نہ ہوئے جب تک ان پر یہ کلمہ نہ لکھا گیا۔

"لا الہ الااللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ امیر المومنین"۔

حجابات نورانی اور ابواب الافلاک پر تحریر

کتاب المبین ج ۲ ص ۲۳۲ پر حضرت نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ

"اے لوگو! جب مجھے سفر معراج پیش آیا تو میں نے ہر آسمان کے دروازہ پر اور ہر حجاب نورانی پر یہ لکھا ہوا پایا"۔

"لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ ولی اللہ"۔

"علی امیر المومنینؑ" کی گواہی دینے کا حکم

کتاب الیقین ص ۵۰ پر سید ابن طاؤس نے یہ روایت لکھی ہے کہ "خلقت عرش کے وقت جب دو فرشتوں نے توحید ورسالت کے کلمہ کی نداء دے کر شہادت دی تو قدرت کا ارشاد ہوا"۔

"یہ بھی شہادت دو کہ علیؑ امیر المومنین ہیں"۔

خلافت بلا فصل کا اعلان

امالی شیخ صدوقؒ ص ۳۴۲ طبع جدید پر یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے ایک مرتبہ قبائل عرب وعجم وقبط وحبش کے اجتماع میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اے گروہ عرب وعجم وقبط وحبش کیا تم لوگوں نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک

ہے اور میں اس کا عبد اور رسولؐ ہوں؟ اور علیؑ مومنوں کے امیر اور میرے بعد خلافت کے وارث ہیں؟ انہوں نے کہا۔ جی ہاں۔

پس آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا اے خدایا! گواہ رہنا۔

حضرت امام حسنؑ کی وقت شہادت گواہی!

معالی السبطین ج ۱ ص ۲۳ بحوالہ مسند ابو مخنف کبیر یہ روایت درج ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ کا وقت شہادت قریب آیا تو آپؑ نے از خود اپنا رخ قبلہ کی طرف موڑا اور آپؑ نے آنکھیں بند کر لیں اور خود بخود بازو اور پاؤں مبارک سیدھے کر لیے اور سیدھے لیٹ کر صراحت کے ساتھ یہ کلمہ شہادت پڑھا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ و رسولہ وان الخلیفہ من بعدہ بلا فصل علی ابن ابی طالبؑ.

انبیاء کا عہد و میثاق

ینابیع المودۃ ص ۶۶ تفسیر برہان ص ۹۸۹ طبع اول تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ طبری ص ۵۷ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ

"حضرت علیؑ کی ولایت صحائف انبیاء میں تحریر ہے اور اللہ تعالیٰ ہرگز کسی نبی کو مبعوث نہیں فرماتا جب تک اس سے نبوت محمدؐ اور وصایت علیؑ کا عہد نہ لے"۔

انبیاء ماسلف سے حضور اکرمؐ کا سوال

تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۳۲۹ طبع مصر میں اہل سنت کے عالم حافظ نظام الدین لکھتے

ہیں کہ شب معراج حضرت رسول اللہؐ نے انبیاء ماسلف سے دریافت فرمایا

آپ لوگوں کو کس عہد و پیمان پر مبعوث کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ہمیں ان تین شہادتوں پر مبعوث کیا گیا۔

لا اله الا الله محمدؐ رسول الله علیؑ ولی الله.

جنت کے دروازوں کی تحریر ''علیؑ ولی اللہ''

بحار الانوار ج ۳ ص ۲۹۴ تفسیر انوار النجف ج ۲ ص ۴۲، شفا قاضی عیاض ص ۱۰۴ ج ا طبع مصر، تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۱۴ طبع مصر، کنز العمال برحاشیہ مسند ص ۳۵، دخائر العقبیٰ ص ۶۶ طبع مصر، ینابیع المودۃ ص ۹۵، ریاض النظرہ ج ۲ ص ۲۲۲، تاریخ بغداد ص ۲۵۹، تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۱۸، القطرۃ ص ۳۰، تاریخ ابوالفدا ج ا ص ۳۷ ا طبع مصر، میزان الاعتدال ج ا ص ۲۴۸ طبع مصر، تفسیر درمنشور ج ا ص ۱۵۳ طبع مصر پر خطیب بغدادیؒ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''جنت کے تمام دروازوں پر یہ کلمات لکھے ہوئے ہیں۔

'' لا اله الا الله محمدؐ رسول الله علی ولی الله ''.

''علیؑ مولا'' کی ولایت کا اقرار اور گناہوں کی بخشش

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے ''لا الـه الا اللـه'' کہا اس کے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جس نے اس کے ساتھ ''**محمد رسول الله**'' پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی ذات خوش ہوتی

ہے اور جس نے اس کے ساتھ "علیؑ ولی اللہ" پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے اگر چہ وہ بارش کے قطروں کی تعداد کے برابر ہوں۔ (رسالہ علی ولی اللہ ص ۳۳، ۳۴)

کلمہ توحید و رسالت کے ساتھ کلمہ ولایت کے پڑھنے کا حکم

بحار الانوار ج ۹ ص ۳۹۱، پرواز در ملکوت ج ۲ ص ۱۵۰ امام خمینیؒ، احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱ طبع نجف اشرف میں قاسم بن معاویہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ "علی امیر المومنینؑ ولی اللہ" بھی پڑھے۔

حضرت ثانی زہراء سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) کے آخری لمحات

طراز المذہب الجعفری ج ۱ ص ۵۶۰ پر ہے کہ حضرت سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) نے وقت وصال یہ کلمات ادا فرمائے۔

"اشهد ان لا اله الله وان جدی رسول الله ان ابی ولی الله".

یہ فرما کر آپؑ کی روح پاک اپنے آباء و اجداد طاہرین اور امہات صالحین کے ساتھ اعلیٰ علیین میں واصل ہوئی۔

حضرت ولی العصرؑ کی دنیا میں آمد اور کلمہ ولایت

مشارق الانوار ص ۱۲۳، جلا العیون ج ۲ ص ۱۷۷ دلائل الامۃ ص ۲۶۹ طبع

نجف پر کہ حضرت ولی العصرؑ جب دنیا میں تشریف لائے تو آپؑ نے یہ کلمہ طیبہ تلاوت فرمایا

"اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ واشھدان علیا ولی اللہ"۔

عدالت عالیہ کا کلمہ میں "علیؑ ولی اللہ" کے بارے فیصلہ

رسالہ شریفہ "علی ولی اللہ" کے دیباچہ میں ڈاکٹر عسکری بن احمد (حال ایڈیٹر ماہنامہ خیر العمل لاہور) لکھتے ہیں۔

دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ نے موقع غنیمت جان کر ایک غلط انداز ہاتھ (خاکم بدھن) علی ولی اللہ پر ہی لگا دیا اور کلمہ طیبہ واذان اور اقامت میں "اشھد ان امیر المومنینؑ وامام المتقین علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل"۔

پر زبانی تنقید...... رسالے بازی، اشتہار بازی شروع کر دی شیعہ نصابی دینیات اور رہنمائے اساتذہ کی ایک کمزور تحریر پکڑ ماری اور اس کے خلاف عدالت میں رٹ کر دی اور سمجھے کہ شاید شیعہ اس انٹرلاک (Inter Lock) سے نکل نہ سکیں گے مگر اللہ مولا، محمدؐ مولا، علیؑ مولا کے ماننے والوں کے ایک ہی نعرہ حیدری سے دشمنوں کے لنگوٹے ہی ڈھیلے ہو گئے اور چیف جسٹس صاحب نے رٹ کے فیصلہ میں صاف لکھا کہ اگرچہ عام مسلمانوں کا کلمہ اسلام لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ ہے مگر شیعہ مسلمان کا کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل" ہے۔ (رسالہ شریفہ علی ولی اللہ ص ۱۶، ۱۷)

علیؑ کی ولایت عمل کی قبولیت کے لئے شرط

بشارۃ المصطفیٰ ص ۳۸ طبع نجف میں ہے۔

''جب تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ ولایۃ علیؑ سے تمسک نہ کرے گا اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا''۔

کلمہ کے بارے علامہ حسین بخش جاڑا کی تحریر

اصحاب الیمین میں ص ۲۷۵ پر علامہ حسین بخش جاڑا دیر راہب کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ راہب نے دس ہزار درہم کے عوض حضرت امام حسینؑ کا سر حاصل کر لیا پھر لکھتے ہیں راہب نے سر کو مشک کافور میں معطر کر کے ریشمی غلاف میں رکھا اور بہت رو رو کر شفاعت کی درخواست کی پس بنا بر روایت شافیہ سر مبارک سے آواز آئی کہ ہماری شفاعت صرف مسلمانوں کے لیے ہی مخصوص ہے۔

پس فوراً راہب نے کلمہ شہادتین اور کلمہ ولایت زبان پر جاری کیا اور وہ مسلمان و مومن ہو گیا...... یعنی اس نے جہاں توحید اور رسالت کی گواہی دی وہاں پر اس نے ولایت علیؑ کی بھی گواہی دی۔

علامہ حسین بخش جاڑا المجالس الفاخرہ ص ۱۰۰ پر لکھتے ہیں۔

توحید...... ''لا الہ الا اللہ'' کا دائرہ وسیع ہے اس میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اس کے اندر اہل کتاب آ جاتے ہیں جو خدا کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں...... محمد رسولؐ اللہ کا دائرہ وسیع ہے اور جو اس دائرہ میں داخل ہیں وہ اس سے باہر والے توحید کے دائرہ میں بھی داخل ہیں اور اس کے بعد آخری دائرہ

ولایت کا ہے جو علی ولی اللہ کا اعلان ہے اور جو لوگ آخری دائرہ ولایت میں داخل ہوں وہ دائرہ نبوت و توحید دونوں میں داخل ہوں گے یعنی علیؑ ولی اللہ پڑھنے والا نبوت کا بھی قائل ہوتا ہے اور توحید کا بھی قائل ہوتا ہے۔

بیت المقدس کے پتھر پر تحریر

الشفا باب ۳ ص ۲۰۴ تفسیر انوار النجف ج ۸ ص ۲۶۷ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ میں شب معراج جب بیت المقدس میں پہنچا تو پتھر پر لکھا ہوا دیکھا

''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بوزیرہ و نصرت بہ ''میں نے پوچھا اے جبرائیلؑ! میرا وزیر کون ہوگا؟ تو وہ کہنے لگے علیؑ ابن ابی طالبؑ''۔

محمود نامی فرشتے کے کندھے پر تخلیق آدمؑ سے بارہ ہزار سال پہلے یہ تحریر رقم تھی

تفسیر انوار النجف ج ۱۳ ص ۲۲۰ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ کے پاس ایک دفعہ محمود نامی فرشتہ نازل ہوا جس کے کندھوں کے درمیان لکھا ہوا تھا

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ الصدیق الاکبر ''پس حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ تحریر کب سے ہے تو اس نے جواب دیا حضرت آدمؑ کی تخلیق سے بارہ ہزار سال پہلے۔

پل صراط سے گزرنے کیلئے حضرت علیؑ کی سند کی تحریر یہ ہوگی

(حضرت رسول اللہؐ)

صواعق محرقہ ص ۱۴۷ تفسیر انوار النجف ج ۱۲ پارہ ۲۳ ص ۳۶ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں تفسیر برہان میں بروایت ابوسعید خدری حضرت رسول اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا بروز محشر بحکم پروردگار صراط کے کنارے پر دو فرشتوں کو تعینات کیا جائے گا اور وہ ہر شخص سے ولایت علیؑ کی سند پوچھیں گے وہی گزر سکے گا جس کے پاس برات جہنم کیلئے حضرت علیؑ کی تصدیق ہوگی اور جس کے پاس یہ برات نامہ نہ ہوگا وہ الٹے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

ابوسعید خدری حدیث نے دریافت کیا حضورؐ اس برات نامے کا کیا مقصد ہوگا تو آپؐ نے فرمایا اس پر یہ لکھا ہوگا

”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب وصی رسول اللہ

کلمہ طیبہ ”الکلم الطیب“ ہے

پ ۲۲ آیت ۱۰ میں ہے ”من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعا الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ “ اس آیت میں ”الکلم الطیب“ کے بارے میں جب حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا ”الکلم الطیب“ سے مراد مومن کا وہ قول ہے جس میں وہ کہتا ہے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ “ اس حدیث کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

تفسیر الصافی ج ۲ ص ۲۹۳۔ تفسیر مررۃ الانوار ص ۱۹۶۔ تفسیر البرہان ج ۳ ص ۸۷۷۔

جب شیعہ قبروں سے باہر نکلیں گے

من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۶۰ علامہ محمد مہدی نے جامع الاخبار کی روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا ''اے علیؑ! تیرے شیعہ اپنی اپنی قبروں سے یہ کہتے ہوئے نکلیں گے

''لا اله الا الله محمد رسول الله علی حجة الله'' یہ روایت شجر طوبی ج ۱ ص ۸ طبع نجف میں بھی درج ہے۔

کلمہ طیبہ...... پڑھنا اور قائل ہونا، پوری کائنات مکلّف ہے

اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولا النبی میں حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ہم وہ پہلا خاندان ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ناموں کو ظاہر فرمایا تو منادی کو حکم دیا پس منادی نے ندا دی

''اشهدا ن لا اله الا الله'' تین مرتبہ یہ اعلان کیا...... پھر کہا

''اشهدان محمداً رسول الله'' تین دفعہ یہ اعلان بھی کیا...... پھر کہا

''اشهدان علیا امیر المومنین حقا'' تین مرتبہ یہ بھی اعلان کیا۔

علیؑ بعد نبیؐ خلیفہ بلا فصل

مندرجہ ذیل حوالے ملاحظہ کریں۔

❁ کتاب شافعی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور تلخیص سافی ج ۲ ص ۳۸۰ میں شیخ طوسیؒ نے

ایک پوری فصل قائم کی ہے "فصل فی ابطال قول من خالف فی امامۃ امیر المومنین بعد النبی بلافصل"۔

۞ علامہ مجلسی نے مراۃ العقول شرح باب ولایت حدیث ۷ سطرح کی شرح من جاء بولایت علی بلا فصل بعد النبیؐ میں حضرت علیؑ کو بلا فصل ولی ...... بعد رسول اللہ صسمجھنا موجب جنت لکھا ہوا ہے۔

۞ علامہ حلی نے کشف المراد شرح تجرید الاعتقاد ص ۲۸۸ میں محقق طوسی کا متن نقل فرمایا ہے

"المسئله الخامسة ان الامام بعد النبی بلافصل علی ابن ابی طالب"

کہ حضرت رسول اللہؐ کے بعد علیؑ بلا فصل امام ہیں۔

۞ علامہ طریحی نے لغات الحدیث مجمع البحرین ص ۸۱ میں آیت ولایت "انـــمـــا ولیکم اللہ" ...... الخ پر لکھا ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ کے بعد نبی بلا فصل ہونے پر واضح ترین دلائل میں سے ایک ہے۔

ایک نصرانی کا ولایت کی گواہی دینا

ارشاد القلوب ج ۲ ص ۴۳۷ پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ علی بن یحییٰ المقدادی سے روایت ہے کہ ان سے ان کے باپ نے اور انہیں ان کے والد نے بتایا کہ وہ قبر امیر المومنینؑ کے ملازمین میں تھے کہ ایک ایک شخص ملیح الصورت اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ دروازہ بند کردو میں رات کو عبادت کروں گا میں نے دروازہ بند کر دیا اور سو گیا میں نے خواب میں حضرت امیر المومنینؑ کو دیکھا آپؑ نے فرمایا اٹھو اور اس کو میرے قبر

سے باہر نکال دو کیونکہ وہ ''نصرانی'' ہے پس میں اٹھا اور اسے گردن سے پکڑ کر کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ تم نصرانی ہو اس نے کہا کہ میں نصرانی نہیں ہوں میں نے حکم امیر المومنین سنایا اس پر نصرانی نے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

''لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ وان علیا امیر المومنین خلیفتہ بلا فصل''۔

ایک راہب کا مسلمان ہونے پر ولایت کی گواہی دینا

شیخ مفید الارشاد ص ۷۷ طبع لبنان میں لکھتے ہیں کہ ایک راہب نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے ہوئے یہ کہا

''اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ واشھدانک وصی رسول اللہ''۔

حضرت زہراء (سلام اللہ علیہا) کی دنیا میں آمد اور کلمہ ولایت

اصول کافی ج ا ص ۱۱۸، روضۃ الواعظین ص ۱۴۴ نیشا پوری، منتہی الاعمال ص ۱۳۱، شجر طوبیٰ ص ۲۴۸ طبع نجف انوار الیقین ص ۸۵ علامہ شیخ رجب طبع بیروت میں یہ روایت ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) اس دنیا میں تشریف لائیں تو آپؑ کے یہ الفاظ

''اشھدان لا الہ الا اللہ وان ابی رسول اللہ سید الانبیاء وان بعلی سید الاوصیا''۔

حضرت امیر المومنینؑ کی دنیا میں آمد اور کلمہ ولایت

بحار الانوار ج ۳۵ ص ۱۴، حدیقۃ الشیعہ ص ۳۷۵ پر حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد (سلام اللہ علیہا) فرماتی ہیں کہ علیؑ پیدا ہوتے ہی زمین پر سجدہ ریز ہوئے اور فرمایا

''اشھدان لا الہ الاالله وحده لاشریک له واشھدان محمداً عبده ورسوله واشھدان علیا ولی الله وصی رسول الله''۔

حضرت امام حسنؑ کی زبان مبارک پر کلمہ ولایت

ریاض القدس ج ۱ ص ۳۴۴ پر ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ کا وقت شہادت آیا تو حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپؑ فرما رہے ہیں

''لا اله الا الله محمد رسول الله جدی علی ابی ولی الله''۔

ثانی زہراء حضرت سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) کی سند

طراز المذہب ج ۱ ص ۵۶۰ پر درج ہے کہ سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) نے وقت نزع فرمایا

''اشھدان لا اله الا الله وان جدی رسول الله ان ابی ولی الله''۔

مسئلہ ولایت وامامت پر شرف الدین کا نظریہ

❁ عقائد ورسومات کے ص ۹۳ اور رافق گفتگو کے ص ۵۴۶ پر شرف الدین کا لکھنا ہے

فی زمانہ بہت سے اہل تشیع خاص کر ہمارے خطے کے بعض غلو پسند اور نصیریت کے مروجین شیعیان حیدر کرارؑ نے اس ولایت کو طاق نسیان میں رکھا ہے اس مسئلہ کو لوگوں کے ذہنوں سے محو کیا ہے اور صرف ایک ولایت کی پرچار کی مہم شروع کر رکھی ہے کہ جسکے آئمہ کو حاصل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بزرگ علماء اعتقاد فی الجملہ اختلاف نہیں رکھتے ہیں اسی طرح ولایت تکوینی کی جن حدود کے یہ افراد قائل ہیں وہ ہر لحاظ سے آئمہ کے قول وفعل اور مقام ومنصب سے متصادم ومتعارض ہے۔

❁ اور عقائد ورسومات کے ص ۵۵ پر لکھتے ہیں

بدقسمتی سے ہمارے ہاں مسئلہ امامت پر خبونیت اور دیوانے پن سے بات کی جاتی ہے جس کی وجہ سے پیدا ہونے والی سوچ وفکر نے ہر آن ولمحہ جنگ وجدال اور خون خرابے کی فضا ہموار کی ہے اسی کتاب کے ص ۶۷ پر لکھتے ہیں

شیعیان حیدر کرارؑ کے عقائد توحید میں خدائے ناقص وبے بس، نبوت میں رسول محتاج علی، روز آخرت میں بغیر عمل جنت کی بشارت، اسی طرح فروعات میں نماز کی جگہ سینہ کوبی، روزے کی جگہ ماتم، حج خانہ خدا کی جگہ صرف زیارت، کفر وشرک کے خلاف جہاد کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ جہاد، تولا اور تبرا میں یہود ونصاریٰ سے دوستی اور مسلمانوں سے دشمنی شامل ہے۔ شیعیان حیدر کرارؑ کے اصول دین میں کے مصادر میں عقل کو دخل نہیں کیونکہ انکے اعتقاد کے مطابق علی، عزاداری، آئمہ مافوق

عقل ہیں، قرآن ان کے نزدیک نا قابل فہم ہے یہ قرآن کے معانی از خود اخذ نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں اجازت ہے سنت رسولؐ میں سے صرف فضائل علی و بتول ہیں باقی سب انکے نزدیک مردود ہے۔

ص ۹۰ پر تحریر کرتے ہیں

غالی اور نصیری نے شیعوں کے نام پر وہ افکار و نظریات ''جن کی بناء پر ہمارے آئمہ طاہرینؑ منصب امامت کے لیئے مستحق بنتے تھے'' کو طاق نسیان میں رکھ کر ان کی شانؑ میں ایسے بے ہودہ قرآن وسنت اور ان کی سیرت پاک سے متصادم صفات کا ڈنڈھورا رچایا آئمہؑ کی شخصیت اور تصور امامت کو غیر معقول اور افسانہ تاریخ بنا کر پیش کیا بد قسمتی سے آج منابر اور مقدرات شیعہ انہی لوگوں کے قبضہ میں ہیں۔

تبصرہ

اس تحریر میں شرف الدین نے نظریہ ولایت اور امامت کے پرچار کرنے پر بے جا تنقید کر کے اپنی حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے جبکہ ولایت ایک ایسا نظریہ ہے جس پر توحید و رسالت کی عمارت کھڑی ہے۔

احادیث نبویہ کا مطالعہ رکھنے والے حضرات بخوبی آگاہ ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فروعی احکام سے بہت زیادہ ولایت علی (علیہ السلام)، نظریہ امامت، آئمہ اثنا عشر کے بارے میں اپنی امت کو مسلسل آگاہ کیا اور اپنی آخری وصیت میں بھی قرآن کے ساتھ اہل البیت (علیہم السلام) سے تمسک رکھنے کو ضروری قرار دیا اس وقت بھی منافقین کہتے تھے کہ آپ اپنے بھائی علیؑ کی محبت میں حد سے گزر گئے حوالہ جات کیلئے آثار

الصادقین، میزان الحکمۃ، الکافی باب الحجت، الغدیر اور دیگر کتب احادیث میں دیکھ سکتے ہیں۔

بہرحال جس بات کو شرف الدین جنونیت کہہ رہے ہیں تو یہ صورتحال ہمیں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرامین میں بحکم خدا نظر آرہی ہے ایسی جنونیت پر شیعوں کو فخر ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اسی ولایت کیلئے ہی تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے القاب کی بجائے یا ایھا الرسول (عہدہ کا عنوان) کہہ کر پکارا اور واضح خبر دی کہ ولایت علیؑ کو امت تک پہنچائے بغیر کار رسالت نامکمل ہے...... پھر اسی ولایت ہی سے دین کو سند تکمیل ملی اور اللہ کی نعمتوں کا اتمام ہوا جبکہ دین اسلام کو پسندیدگی خدا کا تمغہ ملا اسی اعلان سے کافر مایوس ہوئے ...... بھلا اتنے اہم مسئلہ پر شیعیان علیؑ جنونیت کی حد تک نہ جائیں تو اور کیا کریں؟

اس حقیقت کو جاننے کیلئے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر ا:

قلب رسولؐ پر ولایت اُتری

کافی ج ۲ ص ۴۱۲، بصائر الدرجات ص ۷۳، چراغ ہدایت ترجمہ مصباح الہدایہ از حاج علی موسوی ۴۵ پر روایت ہے کہ

''حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جبرائیلؑ نے قلب رسولؐ پر جسے اتارا وہ ولایت امیر المومنینؑ تھی''۔

حوالہ نمبر۲:

علمائے بنی اسرائیل کا علم

تفسیر علی بن ابراہیم ج ۲ ص ۱۲۴، چراغ ہدایت ترجمہ مصباح الہدایہ ص ۴۰۶

پر ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔

''علمائے بنی اسرائیل کا علم اس ولایت امیرؑ کے بارے میں تھا جو روز غدیر کو ملی''۔

حوالہ نمبر۳:

اعراف پر ہم اپنے مددگاروں کو پہچان لیں گے

مجالس المومنین کے ص ۶۷ پر شہید ثالث لکھتے ہیں کہ سورہ الاعراف

آیت ۴۶ میں فرمان خداوندی ہے۔

ترجمہ: اور اعراف پر کچھ افراد ہوں گے جو ہر شخص کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں

گے'' ایک دن '' ابن کوا'' حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے

سامنے یہی آیت پڑھی یہ آیت سن کر حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا

ہم ہی اعراف پر ہوں گے ہم اپنے مددگاروں کو ان کی علامت سے پہچانیں

گے اور ہم ہی وہ اعراف ہیں جن کی معرفت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی پہچان نہیں ہوتی اور

ہم ہی وہ اعراف ہیں جن کی پہچان قیامت کے روز اللہ تعالیٰ صراط پر کرائے گا۔

جنت میں وہی داخل ہوگا جسے ہم پہچانیں گے اور دوزخ میں وہ جائے گا

جسے ہم نہ پہچانیں گے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنے بندوں کو اپنی معرفت کرا سکتا تھا لیکن

اس نے ایسا نہیں کیا اس نے اپنی معرفت کے لیے ہمیں اپنے دروازے بنایا اور ہمیں اپنا صراط اور راستہ بنایا اور ہمیں اپنے تک آنے کا ذریعہ بنایا۔

جس نے ہماری ولایت سے انحراف کیا یا ہم پر کسی غیر کو فضیلت دی تو ایسے لوگ راہ حق سے منحرف ہوں گے۔

حوالہ نمبر۴:

حضرت علیؑ کی ولایت سے ہٹانا سب سے بڑا قتل!!

احتجاج طبرسی ص۱۶۴ میں یہ روایت درج ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ ''جو عام قتل ہوتے ہیں ان کا قصاص بھی ہے مگر ایک قتل ان سے بڑا ہے کہ جو بھی اس طرح قتل ہو جائے گا تو اس کو کوئی تلافی ہی نہیں ہے اور نہ وہ کبھی زندگی پائے گا لوگوں نے دریافت کیا مولاؑ! وہ کون سا قتل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ قتل یہ ہے کہ کسی کو نبوت محمدؐ کی شان سے گمراہ کر دیا جائے پس یہ وہ قتل ہے کہ مقتول بھی واصل جہنم ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور قاتل کو بھی اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور قاتل کو بھی اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نار جہنم میں جھونک دیا جائے گا''۔

حوالہ نمبر۵:

سب سے بھاری امانت......ولایت!

عیون الرضاؑ ج۱ مترجم ص۵۳۴ پر حسین بن خالد سے مروی ہے انہوں نے حضرت امام علی رضاؑ سے پوچھا کہ سورہ الاحزاب آیت ۷۲ میں ہے۔

''بے شک ہم نے امانت کو آسمان، زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا اور سب نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور خوف ظاہر کیا بس انسان نے اس بوجھ کو اُٹھالیا بے شک وہ ظالم و جاہل ہے''۔

سائل نے اس امانت کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا کہ امانت سے مراد ولایت ہے جو اس کا ناحق دعویٰ کرے اس نے کفر کیا۔

حوالہ نمبر ۶:

علیؑ......دست خدا

عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۱۱۶ پر شیخ صدوقؒ...... ''عظمت علی (علیہ السلام)'' کے عنوان سے روایت درج کرتے ہیں کہ حضرت امام علی رضاؑ اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ سے انہوں نے حضرت جبرائیلؑ سے انہوں نے حضرت میکائیلؑ سے انہوں نے حضرت اسرافیلؑ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سنا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے تمام مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور پھر ان میں سے جنہیں چنا انہیں اپنا نبیؑ بنایا اور میں نے تمام انبیاء میں سے محمدؐ کو اپنا حبیب، خلیل اور صفی بنایا میں نے اپنی مخلوق کے پاس رسولؐ بنا کر بھیجا اور میں نے ان کے لیے علیؑ کو چنا اور میں نے انہیں محمدؐ کا بھائی اور وصی اور وزیر بنایا اور انہیں محمدؐ کی طرف سے اپنی مخلوق کے لیے ترجمان بنایا اپنے بندوں پر انہیں خلیفہ مقرر کیا۔

علیؑ لوگوں کے لیے میری کتاب کو بیان کرے گا ان میں میرا حکم نافذ کرے گا اور انہیں

گمراہی سے ہدایت دینے والا پرچم بنایا اور اپنے تک پہنچنے کے لیے انہیں دروازہ بنایا اور علیؑ کو میں نے اپنا وہ گھر بنایا جو اس میں داخل ہوا وہ میری دوزخ سے محفوظ رہا۔

میں نے علیؑ کو اپنا قلعہ بنایا جو اس میں پناہ لے گا وہ دنیا و آخرت کے نا پسندیدہ امور سے محفوظ رہے گا۔

میں نے علیؑ کو اپنا چہرہ بنایا جو ان کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس سے اپنا رخ نہ پھیرا۔

میں نے علیؑ کو زمین و آسمان میں اپنی تمام ارضی وسماوی مخلوقات کے لیے حجت بنایا اور میں زمین و آسمان کے رہنے والوں کا کوئی عمل قبول نہیں کروں گا جب تک وہ محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار نہ کریں۔

علیؑ میری وہ نعمت ہے جو میں اپنے پیارے بندوں کو عطا کرتا ہوں میں اپنے جس بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اسے علیؑ کی ولایت و معرفت عطا کرتا ہوں اور جس سے بغض رکھتا ہوں تو اس سے بغض بھی اسی لیے رکھتا ہوں کہ وہ علیؑ کی معرفت و ولایت سے منحرف ہوتا ہے۔

اللہ کا وعدہ

میں اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اُٹھا کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میرا جو بھی بندہ علیؑ سے محبت کرے گا میں اسے دوزخ میں نہ جانے دوں گا اور اسے جنت میں بھیجوں گا اور میرا جو بھی بندہ علیؑ سے بغض رکھے گا اور ان کی ولایت سے روگردانی کرے گا اس سے بغض رکھتا ہوں اور اسے دوزخ میں داخل کروں گا اور دوزخ بدترین ٹھکانہ ہے۔

حوالہ نمبر ۷:

علیؑ کی ولایت اور ابوذرؓ کی سچائی

علل الشرائع مترجم باب ۱۴۱ ص ۱۳۴ پر شیخ صدوقؒ نے اسناد سے یہ روایت لکھی ہے کہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوذرؓ مسجد رسولؐ میں آئے اور کہا میں نے ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی جو کل شب میں نے دیکھی لوگوں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت رسولؐ اپنے گھر سے رات کے وقت نکلے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بقیع کی طرف چلے گئے اور میں ان دونوں کے پیچھے چلا وہ دونوں مقابر اہل مکہ کے پاس آئے پس حضرت رسول اللہؐ ذرا مڑ کر اپنے پدر بزرگوار کی قبر پر پہنچے وہاں دو رکعت نماز پڑھی...... ناگاہ میں نے دیکھا کہ قبر شق ہوئی اور حضرت عبداللہ بیٹھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

"اشهد ان لا اله الا الله وان محمد اعبده و رسوله".

حضرت محمد رسول اللہؐ نے فرمایا: بابا جان آپؑ کا ولی کون ہے؟ انہوں نے فرمایا اے فرزندؑ! ولی کون؟ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا یہ علیؑ ہیں...... تو حضرت عبداللہؑ نے کہا...... علیؑ میرے ولی ہیں...... حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا اچھا اب آپؑ اپنے روضہ میں جائیں اور آرام فرمائیں اس کے بعد حضرت رسول اللہؐ نے اپنی والدہ گرامی (صلوات اللہ علیہا) کی قبر اطہر کا رخ کیا اور اس کے بعد وہاں دو رکعت نماز پڑھی جس طرح پدر بزرگوارؑ کی قبر پر پڑھی تھی پھر یک بیک قبر شک ہوگئی اور آپؐ کی والدہ گرامی (سلام اللہ علیہا) کہتی ہوئی سنائی دیں۔

"اشهد ان لا اله الا الله و انک نبی الله و رسوله"......

حضرت رسولؐ نے فرمایا اے مادر گرامی (سلام اللہ علیہا) آپؑ کا ولی کون ہے؟ ان محترمہؑ نے فرمایا اے فرزند ولی کون؟ حضرت رسولؐ نے فرمایا وہ یہی علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں......آپؑ کی مادر گرامی (سلام اللہ علیہا) نے کہا ہاں میرے ولی علیؑ ہیں......اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا اے والدہ گرامی (صلوات اللہ علیہا) اب آپ اپنی تربت اور روضہ میں جا کر آرام فرمائیں۔

حضرت ابوذرؓ سے یہ واقعہ سن کر لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں ان کا گریبان پکڑا اور حضرت رسول اللہؐ کے پاس لے گئے اور کہا یا رسول اللہؐ! آج انہوں نے آپؐ پر بہت بڑا جھوٹ لگایا۔

حضرت رسول اللہؐ نے پوچھا انہوں نے کیا جھوٹ لگایا لوگوں نے کہا جناب نے ایسا ایسا کہا حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا "کسی ایسے شخص پر جو ابوذرؓ سے زیادہ صادق اللہجہ اور سچ بولنے والا ہو نہ اس نیلے آسمان نے کبھی سایہ کیا اور نہ زمین نے اس کے پاؤں چومے۔

حوالہ نمبر ۸:

ولائے اہل بیتؑ اور جنت فردوس

حضرت امام جعفر صادقؑ کی بارگاہ میں کسی نے عرض کیا کہ آقا! میرے حق میں دعا فرمائیں کہ مجھے جنت نصیب ہو اس وقت حضرت امام جعفر صادقؑ نے مسکرا کر فرمایا کہ جنت میں تو تم موجود ہو دعا یہ کراؤ کہ تمہیں کوئی اس جنت سے نکال نہ

دے......اس نے عرض کیا آقا! میں کس جنت میں موجود ہوں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ ہماری ولایت اور محبت ہی جنت فردوس ہے۔

حوالہ نمبر ۹:

ولایت علیؑ کا برزخ میں اجر

چراغ ہدایت ترجمہ مصباح الہدایہ از حاجی علی موسوی کے ص ۱۸۴۔

مناقب خوارزمی ص ۲۷ پر خطیب خوارزمی موفق بن احمد بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت رسول اللہؐ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا

کل رات میں نے اپنے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ اور اپنے بھائی جعفرؓ بن ابی طالبؑ کو خواب میں دیکھا جو کہ بیر کھا رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد وہ انگور میں بدل گئے تھوڑا سا اس میں سے کھایا تھا کہ انگور کھجور میں بدل گئے وہ کھجور کھانے میں مشغول تھے میں ان کے پاس گیا اور پوچھا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں تم نے دنیا میں کس عمل کو بہترین پایا ہے کہنے لگے ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں......ہم نے تین چیزوں کو بہترین عمل پایا......آپؐ پر درود بھیجنا...... پیاسوں کو پانی پلانا......اور علیؑ سے محبت کرنا۔

حوالہ نمبر ۱۰:

محبت کے حقدار

مناقب خوارزمی ص ۷۵ کے حوالے سے چراغ ہدایت ترجمہ مصباح الہدایہ ص ۱۴۵ پر یہ روایت نقل ہے کہ موفق بن احمد اپنے اسناد کے ساتھ ابو بریدہ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسولؐ نے فرمایا:

خدا نے مجھے ان چار ساتھیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے جنہیں خدا دوست رکھتا ہے ہم نے پوچھا یا رسول اللہؐ! وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا علیؑ ان میں سے ایک ہیں دوسرے دن پھر رسول خداؐ نے یہی بات دہرائی ہم نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا علیؑ ان میں سے ایک ہیں تیسرے دن آنحضرتؐ نے پھر تکرار کیا ہم نے پھر پوچھا وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ علیؑ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن اسود کندیؓ اور سلمان فارسیؓ ہیں۔

مصباح الہدایہ کے مولف آیت اللہ العظمیٰ حاج سید علی موسوی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ سے محبت کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے چونکہ وہ علیؑ کو دوست رکھتے تھے اور وہ امیر المومنینؑ کے ایسے شیعہ تھے جنہوں نے آپؑ کے فرامین سے سرمو انحراف نہیں کیا اور ہر حال میں ان کا ساتھ دیا۔

حوالہ نمبر ۱۱:

ولایت کے برزخ میں اثرات وفوائد

تفسیر انوار النجف ج ۵ ص ۲۱۲ پر ہے کہ تفسیر برہان میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت امیرؑ کوفہ کے باہر تشریف فرماتھے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا آپؑ یہود کے قبرستان میں گئے اور وسط قبرستان میں کھڑے ہوکر آواز دی یا یہود، یا یہود، پس ہر طرف سے لبیک لبیک کی آوازیں اٹھیں تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ بتاؤ تمہارا عذاب کیسا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم جنہوں نے حضرت ہارونؑ کی نافرمانی کی تھی اور تیرے نافرمان سب قیامت تک عذاب میں ہیں پھر آپؑ نے ایک ہیبت ناک آواز دی...... کہ میں بے ہوش ہوکر گر گیا جب ہوش آیا تو دیکھا کہ حضرت امیر المومنینؑ سرخ یاقوت کے تخت پر جلوہ گر ہیں سر پر موتیوں کا تاج ہے۔ سبز و زرد رنگ کے حلے زیب تن ہیں اور چہرہ مثل چودھویں کے چاند کی طرح ہے میں نے عرض کی یا امامؑ یہ تو بڑی حکومت ہے؟ آپؑ نے فرمایا ہاں میرا ملک سلمان بن داؤد کے ملک سے بڑا ہے اس کے بعد ہم کوفہ میں داخل ہوئے میں نے دیکھا کہ حضرت چند قدم چلتے ہیں اور فرماتے ہیں نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں...... تو میں نے عرض کی کہ حضور کس سے بات کرتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا اے جابرؓ! میں نے وادی برہوت کو دیکھا اور وہاں دو شخصوں کو عذاب میں گرفتار پایا اب مجھے دہائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں ایک دفعہ معاف کر دیجئے اور دنیا میں آنے کی اجازت دلوایئے تو ہم ہرگز آپؑ کی مخالفت نہ کریں گے اور آپؑ کی ولایت کا اقرار کریں گے تو میں ان کو جواب دے رہا تھا۔

حوالہ نمبر ۱۲:

علیؑ سے محبت حلالی کی پہچان

مجالس المومنین میں شہید ثالث ص ۴۶۵ پر لکھتے ہیں کہ کتاب کشی میں مذکور ہے جابرؓ ابن عبداللہؓ ہاتھ میں عصا لے کر مدینہ کے گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے اور جہاں بھی لوگوں کا اجتماع دیکھتے تو کہتے تھے۔

حضرت علیؑ پیغمبر اسلامؐ کے بعد تمام انسانوں سے بہتر ہیں اور جو شخص اس حقیقت کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

اور گروہ انصار سے خطاب کر کے جابرؓ کہا کرتے تھے۔

اے گروہ انصار! اپنی اولاد کی پرورش علیؑ کی محبت پر کرو اور جو بچہ علیؑ سے محبت نہ کرے تو اس کی ماں کو خیانت کار سمجھو۔

حوالہ نمبر ۱۳:

مقام اہل بیتؑ

غرر الحکم مترجم ص ۴۱۶ پر حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد درج ہے کہ

''عام انسانوں سے اس طرح میل جول رکھو کہ جو باتیں وہ جانتے ہیں وہی ان سے کہو اور جن باتوں سے وہ ناواقف ہیں ان کے سامنے پیش نہ کرو''۔

ان کو اپنے یا ہمارے اوپر قیاس نہ کرو...... کیونکہ ہمارا معاملہ سخت اور دشوار ہے۔

پاکیزہ نفس اور ایمان دار افراد ہی ہماری ولایت کو قبول کر سکتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۴:

آئمہؑ اور اللہ کا نور

الشافی ترجمہ اُصول کافی ج ۲ ص ۵۲ پر ابو خالد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے آیت "فآمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلناہ" کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

"اے ابو خالد نور سے مراد نور آئمہؑ ہے، آلِ محمدؐ سے قیامت تک ہونے والے ہیں اور وہی نور ہیں جو نازل کیا گیا اور وہی اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان میں نور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اے ابو خالد نور امامؑ، قلوب مومنین ہے، وہ نصف النہار کے سورج سے زیادہ روشن ہوتا ہے اور وہ (آئمہؑ) قلوب مومنین کو منور کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے نور کو جس سے چاہتا ہے چھپاتا ہے ان کے قلوب تاریک ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اے ابو خالد ہم سے محبت اور دوستی وہ بندہ کرتا ہے جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ پاکیزہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کے قلب کو اس وقت تک پاک نہیں کرتا جب تک وہ ہمیں نہ مانے اور ہم سے دوستی نہ رکھے پس جو ہم سے دوستی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب اور روزِ قیامت کے خوفِ عظیم سے محفوظ رکھتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۵:

مودت اہل بیتؑ اور پھلوں کا مٹھاس

علل الشرائع مترجم ص ۳۷۱ میں شیخ صدوقؒ روایت لکھتے ہے کہ ایک دفعہ

حضرت امیر المومنینؑ نے خربوزہ لیا وہ کڑوا نکلا آپؑ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا دور ہو جا تیرا ستیاناس ہو آپؑ سے کہا گیا یا امیر المومنینؑ اس خربوزہ کا کیا قصور؟

آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی مودت کا عہد ہر جاندار اور ہر نباتات سے لیا جس نے اس عہد کو قبول کیا وہ لذیذ و شیریں ہو گیا اور جس نے قبول نہیں کیا وہ نمکین اور سخت کڑوا ہو گیا۔

حوالہ نمبر ۱۶:

ولایت اہل بیتؑ اور انفاق

بحار الانوار ج ۶۸ ص ۱۹۰، میزان الحکمت ج ۵ ص ۳۴۸ پر ارشاد امیر المومنینؑ ہے۔

''ہمارے شیعہ ہماری ولایت کی خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں ہماری مودت میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ہمارے امر کو زندہ رکھنے کے لیے ایک دوسرے اگر (کسی پر) غضبناک ہو جائیں تو ظلم نہیں کرتے اگر (کسی پر) راضی ہو جائیں تو حد سے آگے نہیں بڑھتے اپنے ہمسایوں کے لیے برکت اور اپنے ساتھ مل جل کر رہنے والوں کے لیے امن و سلامتی ہوتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۷:

ولایت آئمہؑ اور ہدایت

غایۃ المرام ص ۳۳۳، المحاسن ص ۱۴۲، مصباح الھدایہ از آیت اللہ العظمیٰ حاج سید علی موسوی ص ۱۰۱ پر ہے کہ یعقوب بن شعیب راوی ہے کہ میں نے حضرت

امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ سورہ طٰہٰ آیت ۸۲ میں ہے۔

''اور یقیناً میں بخش دوں گا اسے جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور عمل صالح بجا لائے، پھر ہدایت طلب کرے''۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے سوال کیا کہ مولاؑ! یہ ہدایت کیا ہے جسے طلب کرنا ہے تو آپؑ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! وہ ہماری ولایت ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے (ہماری ولایت کی) کیسی شرط لگائی ہے؟''۔

حوالہ نمبر ۱۸:

علیؑ کی دوستی اور جنت

اہل سنت مورخ موفق بن احمد خطیب خوارزمی نے اپنی کتاب مناقب ص ۱۳۱ میں حسن بصری سے اور اس نے عبداللہؓ ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''روز قیامت علیؑ فردوس پر تشریف فرما ہوں گے'' جو کہ ایک بہشتی پہاڑ ہے جس کے اوپر عرش الٰہی ہے، نیچے چشمے نہریں جاری ہیں، جو ساری جنت کو سیراب کرتی ہیں علیؑ کرسی نور پر بیٹھے ہوں گے سامنے سے تسنیم بہشت جاری ہوگی پل صراط سے وہی گزرے گا جس کے ہاتھ میں علیؑ کا پروانہ ہوگا جس میں لکھا ہوگا کہ یہ اہل بیتؑ کا دوست ہے پس علیؑ اپنے دوستوں کو جنت میں لے جائیں گے اور دشمنوں کو دوزخ کے حوالے کر دیں گے۔

حوالہ نمبر ۱۹:

علیؑ کی ولایت اور اعمال

چراغ ہدایت ترجمہ مصباح الھدایہ تالیف آیت اللہ العظمیٰ حاج سید علی موسوی بہبھانی ص ۱۰۵، ۱۰۶ پر امالی شیخ صدوقؒ ج ۱ ص ۳۱۴، غایۃ المرام ص ۲۵۷ پر انس بن مالک سے روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ جنگ تبوک سے واپس آ رہے تھے راستے میں آپؐ نے فرمایا کہ اپنی سواریاں بٹھا دو اور پلانوں کا منبر بنادو پھر حضرت رسول اللہؐ منبر پر تشریف لے گئے حمد اور ثنائے الہیٰ کے بعد فرمایا کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ جب آل ابراہیمؑ کا تذکرہ ہوتا ہے تو تمہارے چہرے کھل اُٹھتے ہیں لیکن جب آل محمدؐ کا ذکر ہوتا ہے تو تمہارے چہرے ایسے بگڑ جاتے ہیں جیسے کسی نے ان پر اناروں کے دانے کھینچ مارے ہوں مجھے اس خدا کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر روز قیامت تم پہاڑوں کے برابر اعمال لے آئے لیکن علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت نہ ہوئی تو خدا تمہیں دوزخ میں جھونک دے گا“۔

عنوان

یا علیؑ مدد اور توسل کا مسئلہ

یا علیؑ مدد کی کوئی سند اور دلیل نہیں ہے۔

آئمہ سے دنیاوی معاملات میں توسل جائز نہیں۔

(شرف الدین)

''یا علیؑ مدد'' کہنا ہمارا شعار ہے اگر کوئی اپنے آپ کو شیعہ کہلواتا ہو اور پھر وہ کہے کہ یا علیؑ مدد کہنا بدعت ہے تو وہ شیعہ نہیں رہتا''

(شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ)

یا علیؑ مدد کی کوئی سند اور دلیل نہیں ہے (شرف الدین)

عقائد ورسومات شیعہ ص ۲۱ پر لکھتے ہیں۔

ان افراد کی حالت یہ ہے کہ دین و مذہب سے عاری صرف نعرہ ''یا علیؑ مدد'' کہنے والے شخص کی لاٹھی سے عصاء موسیٰؑ سے زیادہ معجزات شفا کی طلب میں جوق در جوق آتے ہیں اس سلسلے میں علماء کی حالت شیطان ساکت جیسی ہے۔

عقائد ورسومات شیعہ کے ص ۱۳۵ اور اُصول عزداری ص ۶۳ پر لکھتے ہیں۔

نعروں سے پہچان

ہمارے ہاں کسی شخص کے شیعہ ہونے کی ایک پہچان ''یا علیؑ مدد'' کہنا ہے یہ کہنے والے اور جواب دینے والے دونوں مل کر ایک دوسرے کے شیعہ ہونے کی پہچان بنتے ہیں کبھی اسے مومن و منافق کی پہچان گردانتے ہیں یہاں یا علیؑ مدد کہنے والے کے بارے میں تین مفروضے بنتے ہیں۔

''یا علیؑ مدد'' سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

علیؑ سے مراد کوئی اور ہے جو ایک خاص فرقہ کا شعار ہے لیکن شیعہ سمجھتے ہیں اس سے علیؑ مراد ہیں۔

علیؑ سے مراد خدا ہے۔

یہ تینوں مفروضے قرآن وسنت کی کسی بھی آیت یا کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ انہیں شعار بنایا جائے اور نہ ہی دنیا کے دیگر گوشہ و کنار میں رہنے والے شیعوں نے اپنایا ہے غرض یہ ایک مشکوک سند و دلالت نعرہ ہے۔

یا علیؑ مدد ثقافت ہے

اُصول عزداری کے ص ۶۳ پر لکھتے ہیں۔

پاکستان کے کچھ علاقوں میں اہل تشیع حضرات جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو سلام کی بجائے ''یا علیؑ مدد'' کہتے ہیں یہ ثقافت شاید ان کو ملک میں آنے والے صوفیائے کرام اور درویشوں سے ملی ہے۔

ایک لایعنی نظریہ

لیکن یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ سلام کی بجائے اس عمل نے قرآنی ثقافت کی جگہ کو گھیر رکھا ہے اور اسے معطل کرر کھا ہے اس کے علاوہ اہل بیتؑ کے مقام و عظمت کا اعتراف کرے والے اور ان سے ولایت ومحبت کا اظہار کرنے والے جب ''یا علیؑ مدد'' کہتے ہیں تو اس سے کسی ثقافت کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ اپنے فقر اور علیؑ سے مانگنے کا تصور اور پہلو سامنے آتا ہے۔

اپنے قائد اور محبوب ہستی سے ہمیشہ مانگتے ہی رہنا نہ عرض ارادت ہے نہ اخلاص کی علامت اور نہ ہی یہ چیز اپنے اندر کوئی حسن وخوبی رکھتی ہے۔

تمام عمر کسی سے مانگتے رہنا اس پر کوئی منت یا احسان نہیں حسن وخوبی تو اسی میں ہے کہ انسان اپنے تمام وجود کو اس کی خدمت میں حقیرانہ طور پر پیش کرے......الخ۔

تبصرہ

آپ نے ملاحظہ کیا کہ کس طرح شیعہ میں رائج ایک محبوب وپسندیدہ عمل کو

تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اپنی تحریر میں یہ تاثر دیا ہے کہ اس نعرہ اور عنوان کا مذہب حقہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اسکی کوئی حیثیت ہے درحقیقت اس بیان میں بھی اور دوسرے مقامات پر بھی شرف الدین صاحب نے شیعوں کے ہاں موجود نظریہ توسل کا انکار کیا ہے اور اپنی تحریروں میں وہابی نظریات کو سپورٹ دی ہے۔ بہرحال ہم نے یا علیؑ مدد کے حوالہ سے مستند علماء کے بیانات دے دیئے ہیں اور اسکے بعد نظریہ توسل پر بڑے ہی آسان پیرائے میں اور سادہ زبان استعمال کر کے عمدہ بحث ۔ی ہے جس بحث کے پڑھنے کے بعد نظریہ توسل پر وہابیوں کی طرف سے اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا جواب قرآنی آیات کی روشنی اور سنت الٰہیہ سے مل جاتا ہے اور ساتھ ہی شرف الدین کے لایعنی خیالات اور باطل افکار کی حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے۔

حوالہ نمبر۱:

ہم سے مدد طلب کرو...... حضرت امام جعفر صادقؑ

تفسیر عیاشی ج ۲/ ۴۲ رسوم الشیعہ ص ۳۷ پر حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان نقل ہے کہ جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہم سے مدد طلب کرو۔

حوالہ نمبر۲:

محمد وآل محمد کا ذکر اور اللہ کی مدد

بحار الانوار ج ۹۴/ ۱۲ پر ہے کہ تم اپنے مصائب وشدائد میں محمدؐ وآل محمد کا ذکر کرو تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تمہاری فرشتوں کے ذریعہ مدد کرے اور ان

شیطانوں کو دور کر دیا جائے جو تمہارا قصد کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۳:

شیعہ کے اعمال بے اساس نہیں......آیت اللہ العظمیٰ شیخ حسین مظاہری

جہاد بالنفس ج سوم ص ۵۳ پر فرماتے ہیں

یہ خیال نہ کریں کہ شیعہ عوام کے کسی فعل کی کوئی بنیاد نہیں بلکہ ان کی بنیاد محکم ہے بعض اوقات علماء کئی چیزوں کو خرافات سمجھتے ہیں لیکن جب ان چیزوں پر فلسفہ عرفان و محبت کے حوالہ سے غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بنیاد تو بڑی محکم ہے ہم غافل تھے۔

ہم معمولاً یا علیؑ کہہ کر پروان چڑھے ہیں ماں کی گود سے یہ جملے سنتے آرہے ہیں یہ معمولی بات نہیں، سنی سنائی نہیں بلکہ اس کی خاص بنیاد ہے جو لوگ اس کلمہ یا علیؑ مدد کی مخالفت کرتے ہیں اور ہم سے یہ کلمہ چھیننا چاہتے ہیں وہ استعمار کے ایجنٹ ہیں اور سعودی نواز لوگ اس کو شرک کہتے ہیں......الخ۔

آگے فرماتے ہیں......انگریزوں کے ایجنٹ چاہتے ہیں کہ یا علیؑ کے کلمات کو ہم سے چھین لیں لیکن ہم تو نام علیؑ سن کر پیدا ہوئے ہماری ماؤں نے ہمیں یا علیؑ کہہ کر دودھ پلایا ہے اور یا علیؑ کا نام لے کر ہمیں چلنا سکھایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہم تو نام یا علیؑ سے زندگی بسر کر رہے ہیں یہی یا علیؑ کہنا بہت جاذب ہے اس سے اصلاح ہوتی ہے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ آئمہ سے رابطہ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے......الخ۔

حوالہ نمبر۴۴:

یا علیؑ مدد......مومن ومنافق کی پہچان

تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت ج ۲ص ۵۹۵ پر یا علیؑ مدد کہنے کا جواز سرخی دے کر مخالف کے اشکال کا جواب نقل ہے۔

مولف (صاحب آفتاب ہدایت) تو ان کے اضافہ معلومات کی خاطر عرض ہے کہ شیعہ اُٹھتے ...... بیٹھتے...... "یا علیؑ کا" ورد کرتے ہیں تو ان کے اضافہ معلومات کی خاطر عرض ہے کہ......شیعہ حضرت علیؑ کو خدا یا شریک خدا یا نبیؐ ورسول سمجھ کر نام کا ورد نہیں کرتے بلکہ بموجب ارشاد پیغمبر اسلامؐ "ذکر علیؑ عبادة" (علیؑ کا ذکر عبادت ہے، ارجح المطالب ص ۹۷ بحوالہ کنز الاعمال و دیلمی وغیرہ) عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ولی اور نبی کا وصی سمجھ کر کرتے ہیں مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے۔

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں گے بندگی بوترابؑ میں

نیز شیعیان علیؑ پر یہ سراسر اتہام اور غلط الزام ہے کہ انہوں نے اسلامی سلام (السلام علیکم) کی بجائے کوئی نیا سلام ایجاد کر لیا ہے (یعنی یا علیؑ مدد) حاشا وکلا کوئی بھی با خبر شیعہ اسے اسلامی سلام کی جگہ سلام نہیں سمجھتا بلکہ صرف بعض حضرات اسلامی اسلام کے بعد بطور وسیلہ (اپنے اور خدا کے درمیان حضرت امیرؑ کو وسیلہ سمجھ کر) یا علیؑ مدد کہہ لیتے ہیں تا کہ مومن ومنافق کی پہچان ہو جائے۔

فرمایئے! اس میں غلو یا شرک کی کون سی بات ہے؟

حوالہ نمبر:۵

یا علیؑ مدد کے بارے......شہید قائد سید عارف حسین الحسینیؒ کا نظریہ

یہ اقتباسات العارف اکیڈمی لاہور کی شائع کردہ کتاب ''میثاق خون'' سے لیے گئے ہیں ہر اقتباس کے ساتھ اس کتاب کا صفحہ نمبر درج ہے۔

یا علیؑ مدد ہمارا شعار ہے

یا علیؑ مدد کہنا ہمارا شعار ہے اگر کوئی اپنے آپ کو شیعہ کہلواتا ہو اور پھر وہ کہے کہ یا علیؑ مدد کہنا بدعت ہے تو وہ شیعہ نہیں رہتا۔

''ابی اللہ ان یجری الامور الا باسبابھا'' (بحار الانوار ج ۲ ص ۹۰)

اور ''والمدبرات امرا'' جب خدا فرماتا ہے کہ ملائکہ امور کے تدبیر کنندہ اور مدبر ہیں تو اس بات پر ہمارے سارے علماء متفق ہیں کہ ہمارے آئمہ اطہارؑ اور حضرت محمدؐ ملائکہ اور سب انبیاءؑ سے (چاہے وہ مقرب ہوں یا نبی مرسلؑ ہوں سب سے) بالاتر ہیں جب ہم محمدؐ و آل محمدؐ کو اپنے لیے مددگار مانتے ہیں ان سے اپنی ضروریات کے وقت...... یا علیؑ ادرکنی...... یا صاحب الزمانؑ ادرکنی...... الغوث الغوث، العجل العجل کہتے ہیں (ص ۴۷)

میرا عقیدہ جمہور شیعہ کا عقیدہ ہے

آپ خدا کے لیے ہمیں یہ بتائیں کہ یہ وہابیت کا دھبہ ہم پر کیوں لگاتے ہیں؟ اگر آپ جواب دیں کہ آپ وہابی ہیں تو یہ تہمت ہوگی آپ مجھے ایک جگہ یا ایک

عقیدے میں ثابت کردیں کہ میں جمہور شیعہ عقیدے پر منحرف ہوا ہوں تو پھر تم مجھے نہ صرف وہابی بلکہ کافر قرار دو...... (ص ۹۵)

علیؑ ولی اللہ پر سب کچھ قربان

بخدا آپ جائیں اور پوچھیں اور کزئی ایجنسی میں...... ہمارا پورا گھرانہ وہاں لٹ گیا تھا...... قبر کھود کر ہمارے جد امجد کا سر تن سے جدا کیا گیا اس حالت میں ہمارے جد امجد نے ''علیؑ ولی اللہ'' کا نعرہ بلند کیا تھا...... ہم اور ''یا علیؑ مدد'' نہ کہنا...... یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ خود اندازہ لگائیں کہ اگر ہم یہ نعرہ نہ لگائیں تو یہ انتہائی بے انصافی ہے...... کمال بے انصافی ہے کہ اگر کوئی یہ بات کہے اور وہ بھی شیعہ میں سے اگر کوئی کہے...... آقائے عزیز! بخدا یہ صرف اور صرف سازش ہے میں نہیں جانتا کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ اگر میں یہ کہوں کہ یہ واشنگٹن سے آ رہی ہے تو شاید یہ مبالغہ نہ ہوگا...... اگر میں یوں کہوں کہ سعودی عرب سے آ رہی ہے تو کچھ بعید نہیں ہوگا۔

یا علیؑ مدد کا نعرہ عین فطرت ہے

اس طرح جب ہمیں خدا کا فیض امامؑ اور حجت خدا کے ذریعے پہنچتا ہے اگر اس فطری چیز کو ہم الفاظ کی صورت میں بیان کریں اور کہیں۔

''یا علیؑ ادرکنی، یا ابالحسنؑ اغثنی یا صاحب الزمانؑ ادرکنی''

تو ہم نے اس فطرت کو الفاظ کی صورت میں بیان کیا تو پھر یہ نہ شرک ہوا نہ غلو نہ گناہ...... بلکہ یا علیؑ کا نعرہ لگانا عین حقیقت اور عین فطرت ہے (ص ۱۶۴)

یا علیؑ مدد کا نعرہ ہماری رگوں میں خون کی طرح گردش کر رہا ہے

نعرہ یا علیؑ مدد نہ صرف ہم خود لگاتے ہیں بلکہ ہم اس کو شیعہ کا شعار اور رمز سمجھتے ہیں ہم یہ نعرہ صرف آج سے نہیں لگا رہے بلکہ یہ ہمیں آباء واجداد سے وراثت میں ملا ہے اور یہ ہماری رگوں میں خون کی طرح گردش کر رہا ہے اگر چلتے ہوئے ہمارا پاؤں پھسل جائے تو ہم کہتے ہیں ''یا علیؑ مدد'' ...... اگر ہم دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''یا علیؑ مدد'' ...... اگر ہم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو ہم کہتے ہیں ''یا علیؑ مدد'' ...... کیوں کہ کائنات میں ان سے بالاتر ہم کسی کو نہیں سمجھتے ...... خداوند تعالیٰ نے آئمہ اطہارؑ اور محمدؐ وآل محمدؐ کو مرتبہ دیا ہے (ص ۱۶۳)

آپ یا علیؑ کا نعرہ لگائیں وہی مشکل کشاء ہیں

میرے نام پر نعرہ نہ لگائیں میں اس سے خوش نہیں ہوں آپ کو چاہیے کہ نعرہ لگانا ہے تو یا علیؑ کہہ کر نعرہ لگائیں وہی مشکل کشاء ہیں جو بھی کسی مشکل میں گرفتار ہوں وہ اس کی مشکل آسان کردیں گے۔

یا علیؑ مدد کہنے کے جواز میں مزید حوالہ جات

- کشف اسرار مترجم از امام خمینی رضوان اللہ علیہ باغیر اللہ سے استمداد از ص ۴۸ تا ۵۴
- تفسیر انوار النجف از علامہ حسین بخش جاڑا ج ۲ ص ۳۷ عنوان یا علیؑ مدد
- مفاتیح الجنان ص ۳۸۰

- تاریخ احمدی ص۴۲ بحوالہ مدارج النبوۃ
- احتجاج طبرسی ص۶۹
- مدینۃ المعاجز از علامہ بحرانی ص۹۲
- مصباح علامہ کفعمی ص۹۹ طبع بمبئی جامع الداعوات ص۲۲، ۷۷
- تفسیر انوار النجف ج ۴ ص۱۴۱ نادعلیؑ کے حوالے، بحوالہ دمعۃ الساکبہ

بحارالانوار

- تہذیب المتین ج۱۹۹ نادعلیؑ
- بحارالانوار ج ۹۴ ص۱۲
- تفسیر عیاشی ج ۲ ص۴۲
- جواہر الاسرار ص۱۴۰
- القرآن المبین علامہ امداد حسین کاظمی ص۲ حاشیہ ۴
- احتجاج طبرسی ص۱۵، ۲۰۳ ص، ۱۱۳، ص۶۹، ص۲۳۳
- تاریخ احمدی بحوالہ مدارج النبوۃ ص۴۲
- مدینۃ المعاجز علامہ بحرانی ص۹۲
- بحارالانوار ج ۷ ص۳۷۲
- تفسیر برہان ص۹۱۸
- مصباح الہدایہ مترجم از امام خمینیؒ ص۹، ص۲۱، ص۱۹۱
- کشف الاسرار مترجم امام خمینیؒ غیر اللہ سے استمداد از ص۴۸ تا ۵۲ ص۹۶ تا ۹۷ (تفصیلات امام خمینیؒ کے نظریات وعقائد کے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

آئمہ سے توسل کے بارے تحقیقی مقالہ (از علامہ سید افتخار حسین النقوی)

توسل گلزار توحید میں پہنچنے کا راستہ ہے نہ کہ شرک کے ہولناک گڑھے میں گرانے کا وسیلہ ہے

شیطانی وسوسے، عقائدی بنیادوں کا کمزور ہونا، دینی معلومات سے نہ آگہی، مذہبی علوم سے لاتعلقی، تاریخ اسلام سے بے اطلاعی جیسے حالات سے اس وقت پوری امت اسلامی کے اکثر افراد گرفتار ہیں یہ ایک طرف سے، دوسری جانب سے دشمنان دین و ایمان کے مسلسل اور پے در پے مسلمانوں کی عقائدی سرحدوں پر تابڑتوڑ حملے سبب بنے ہیں کہ امت اسلامی پریشان اور پراگندگی کا شکار ہو۔

امت اسلامی میں ایک گروہ ایسا موجود ہے جو جہالت اور بے شعوری کی وجہ سے، یا بے دینی اور بے ایمانی کی وجہ سے، اپنے وہم وخیال سے یا پھر بے فہمی اور ناسمجھی اور کم عقلی کی وجہ سے دشمن کی گمراہی کی آسیاب میں پانی ڈالنے میں مصروف ہیں اور دشمن کی گمراہی پر مبنی تحریک کو تقوت دے رہے ہیں۔

ایسی حالت سے ہر مسلمان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور امت اسلامی کے ہر فرد سے ایک بڑے جہاد کا تقاضا مند ہے جس طرح اسلامی ممالک کی سرحدوں کی حفاظت ہر شخص پر فرض اور لازم ہے اور اس راستہ میں جان تک قربان کرنا ہوتی ہے اسی طرح عقائدی سرحدات کی حفاظت اور اپنے عقائد کی خالی لائن کے مورچوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے قیام کرنا تا کہ خود کو حیرت اور پریشانی کے

وحشتناک گرداب سے نکال کر ایمان کے پر امن اور پر سکون ساحل پر لے آئیں اور اپنے قیام سے دوسرے افراد کو سرگردانی اور پریشانی کے خشک و بے آب گیاہ بیابان سے نکال کر انہیں حقیقت اور آبادانی کے چشمہ زلال اور صاف وشفاف آب حیات کی راہنمائی کریں تا کہ اس طرح ان کا جگر تشنہ صحیح معارف اور درست ومحکم اعتقادات کے خوشگوار اور شرین آب سے سیراب ہوسکیں۔

اس غوغا اور ثقافتی، علمی ہجمات اور حملوں میں ایک مسئلہ جس پر دشمنان دین کا باقاعدہ حملہ جاری ہے۔

وہ اولیاء اور مقربان خداوند سے توسل کا مسئلہ ہے جیسے انبیاء، اوصیاء، آئمہ ہدیٰ۔

انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق ہر طرف سے شبہات اُٹھا کر اور بے بنیاد جملات و کلمات سے مسلمانوں کے بازار عقائد کو آشفتہ کر دیا ہے کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ توسل خدا سے شرک کرنا ہے، کبھی توسل کو بدعت کا نام دیتے ہیں اور وہ ایسے خیال کرتے ہین کہ اپنی گفتگو کے دوران چند قرآنی آیات کو بیان کرنے کے لیے مسلمانوں کے عقلائی بازار میں اپنے ان بے بنیاد جوابات کے لیے خریدار پیدا کرلیں گے۔

وہ اس بات سے غافل ہیں کہ مسلمانوں کی عقیدتی سرحدوں کے لیے محافظ اور ہمیشہ بیدار اور ہوشیار رہنے والے یعنی علماء ربانی، علماء حقہ، قلم اور بیان کے اس طرح سے استدلالی کتابوں کو منظر عام پر لاتے سے قرآن وسنت، منطق وعقل کے وسیلہ سے ان کے تمام شبہات کا جواب دیا ہے۔

ہر قسمی اعتراضات کے جوابات عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور دوسری زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں...... پوری دقت کے ساتھ ان تمام شبہات کی اقسام وانواع کو

سامنے رکھ کر جوابات دیئے گئے ہیں البتہ یہ مقالہ اور تحریر پروردگار کے حول وقوت سے سادہ اور رواں زبان میں اختصار کے ساتھ توسل کے مسئلہ کو...... قرآن وسنت (شیعہ اور سنی منابع سے) اور عقل کی روشنی میں...... بحث کیا گیا ہے اس تحریر سے ہدف یہ ہے ایک ایسی تحریر ہو

❁ جو سب کے لیے قابل فہم وادراک ہے۔

❁ طبعی اور تھکا دینے والی نہ ہوتا کہ اس کا دقت سے مطالعہ کرنے کی ہمت قاری میں ہو۔

ہمیں امید ہے کہ یہ مختصر تحریر پاکیزہ، حقائق جاننے کے لیے...... ایک نور تاباں ہوتا کہ توسل کے عمل پر یقین ہو جائے کہ اس میں شرک اور بدعت کا رنگ نہیں ہے بلکہ توسل ایک مرکزی محور اور صحیح راستہ ہے جو گلزار توحید میں خود کو پہچانے کے لیے توسل ایک پختہ اور سیدھا راستہ ہے جو ایک متوسل کو اخلاص کے عمیق راز اور بندگی وعبودیت کے باغستان میں پہچاتا ہے۔

تمہید

اصل بحث میں وارد ہونے سے پہلے بہتر ہے کہ تین مطالب کی وضاحت کر دی جائے۔

۱۔ شرک کیا ہے؟

۲۔ بدعت سے کیا مراد ہے؟

۳۔ توسل کا معنی کیا ہے؟

شرک

سب سے پہلے ہمیں کلام مقدس الہیٰ سے شرک کے معیار اور میزان کو معلوم کرنا ہوگا اور ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ قرآن مجید کن امور کو شرک شمار کرتا ہے، اس کے بعد ہم اپنے تمام کاموں کا جائزہ لیں گے اور اس معیار پر جو قرآن سے حاصل ہوگا اس سے تقابل کریں گے لیکن آنکھ کان منہ بند کر کے دوسروں کو مشرک قرار دینا اور ان کے اعمال کو بدعت شمار کرنا کسی بھی حوالے سے درست نہیں ہے۔

شرک کے بارے میں قرآنی معیار

قرآن مجید سے جو کچھ شرک کے متعلق حاصل ہوتا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

خدا کے غیر کی عبادت کرنا، دوسروں سے بطور استقلال مدد طلب کرنا یا انہیں پکارنا اسے شرک شمار کیا گیا ہے اور ایسے عمل کی مذمت ہوئی ہے یعنی دوسرے سے مدد مانگنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ وہ جس سے مدد مانگ رہا ہے وہ خداوند سے جدا ایک علیحدہ اور مستقل طور پر ہے اور خود اس میں ذاتی قدرت اور طاقت ہے اور وہ خود مدد دے سکتا ہے اس قسم کی طاقت اور قدرت خداوند کی قدرت اور طاقت کے مدمقابل ہے اور اس سے مدد طلب کرے یا اسی عنوان سے خدا کے مدمقابل اسے قرار دے کر اس کی عبادت کرے تو یہ وہ شرک ہے جس کی قرآن مجید نے مذمت کی ہے......لیکن اگر مدد مانگنا اور غیر خدا سے رابطہ قائم کرنا، پروردگار متعال کے اذن اور اجازت سے ہو تو ایسی مدد شرک نہیں یعنی اس نیت اور اس عقیدہ سے اس شخص کو پکارے اور اس سے مدد مانگے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کی طرف سے عطاء کردہ ہے اور اسے کام انجام

دینے کی قدرت خداوند کی عطا کردہ ہے اور خداوند نے خود اس سے رابطہ رکھنے اور اس سے مدد لینے کا حکم دیا ہے تو ایسا کرنا نہ فقط شرک نہیں بلکہ یگانہ پرستی اور عین توحید پرستی ہے۔

قرآنی آیات ملاحظہ ہوں

۱۔ سورہ انعام آیت ۸۱

میں تمہارے بتوں سے کس وجہ سے ڈروں؟ جب کہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے ہو کہ تم نے خدا کے ہم پلہ ان کو تیار کیا ہے جب کہ تمہارے اس بارے کسی قسم کی کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی۔

۲۔ سورہ یوسف آیت ۴۰

یہ معبودان جن کی تم پرستش کرتے ہو یہ (بے محتوی، تو خالی، بے وقعت و بے حیثیت) نام جو تم نے خود اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لیے ہیں اور ان کو خدا کہتے ہو جب کہ وہ خدا نہیں ہیں اور اس پر کوئی دلیل بھی نازل نہیں ہوئی ہے۔

۳۔ سورہ روم آیت ۳۵

کیا ہم نے ان کے پاس کوئی محکم و مضبوط دلیل روانہ کی ہے کہ وہ اس کی بنیاد پر اپنے شرک کی بات کرتے ہیں (اور اپنے شرک آلود عمل کی توجیہ کرتے ہیں)۔

نتیجہ

آپ نے ان آیات میں دقت کی ہے کہ خداوند ان افراد کی سرزنش فرما رہا ہے اور اس کے لیے وجہ یہ بیان کی ہے کہ ایسی چیز کو پکار رہے ہیں جو غیر خدا ہے اور خدا

کی طرف سے ان کے پاس کوئی اذن اور اجازت نامہ بھی اس عمل واسطے نہیں آیا اس کا مفہوم و معنی یہ نکلتا ہے کہ اگر خداوند کی طرف سے اس غیر سے رابطہ رکھنے اور اسے پکارنے اور اس سے مدد لینے کے لیے اجازت نامہ آپ کے پاس موجود ہوتا تو پھر اس کا یہ عمل نہ شرک تھا اور نہ ہی توحید پرستی کے خلاف تھا۔

بدعت

بدعت سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کا دین اور شریعت مقدمہ سے تعلق نہیں ہے جس کا شریعت نے حکم نہیں دیا اسے شریعت سے قرار دینا بدعت ہے۔

بدعت گزار

بدعت گزار اسے کہیں گے جو ایسی چیز کو شریعت سے نسبت دے جو شریعت سے نہیں ہے اور راہ خدا سے پھر جائے اور غیر خدا کے راستہ کی پیروی کرے۔

❁ بخاری نے ایک کلام کی نسبت پیغمبر اکرمؐ کی طرف دی ہے کہ ''شر الامور محدثاتھا'' کہ بدترین امور وہ ہے جو نئے ایجاد کیے جائیں......ابن حجر مکی جو کہ ایک متعصب عالم اہل سنت ہے وہ اس حدیث کی تفسیر اور شرح میں بیان کرتا ہے محدثات، محدثہ کی جمع ہے اس سے مقصود وہ اعمال ہیں جن کی بنیاد اور اساس کا شریعت مقدس اور دین مبین سے کوئی تعلق نہ ہو......اصطلاح میں ایسے امور کو بدعت کہا جاتا ہے، بلکہ ہر وہ بیان، وہ کلام، عمل جس کی بنیاد دین مبین میں موجود ہو وہ بدعت نہ ہوگی۔

(فتح الباری فی شرح البخاری ج ۱۳ ص ۱۵۳)

نتیجہ

ہر وہ چیز جس کی بنیاد دین میں نہیں ہے وہ بدعت ہے لیکن جس کی بنیاد دین میں ہے تو وہ بدعت نہیں ہے۔

توسل سے مراد

توسل کا معنی کسی چیز کو وسیلہ قرار دینا کہ اس وسیلہ سے اپنے مقصد اور ہدف کے نزدیک ہو جائیں یا اس ہدف کو پالیں۔ (کتاب لغت جلیل احمد فراہندی صحاح اللغہ جوہری مادہ وسل)

خانہ خدا کی زیارت کا سفر

پس اگر کوئی شخص خانہ خدا کی زیارت کے لیے جاتا ہے وہ اس سفر میں وسیلہ اور ذریعہ فراہم کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ وہاں پہنچ جائے جیسے پاسپورٹ، جہاز کا ٹکٹ اور دیگر سفری ملازمات، تو یہ عمل توسل کہلائے گا۔

مثال

جو شخص کسی بڑے آدمی کے پاس جانا چاہتا ہے فرض کرے صدر مملکت یا بادشاہ سے ملنا چاہتا ہے وہ کسی کو وسیلہ بناتا ہے تا کہ وہ اس بڑے آدمی کے پاس اس کا تعارف کروادے یا جو شخص کسی دور جگہ سے اپنے وطن واپس آنا چاہتا ہے وہ ٹرین، بس یا جہاز کو وطن واپسی کے لیے وسیلہ بناتا ہے تو ایسا عمل توسل کہلاتا ہے۔

جو شخص خداوند متعال کے نزدیک ہونا چاہتاہ ہے (معقول قرب حاصل کرنا چاہتا ہے) پس ضروری ہے کہ وہ اس غرض کے لیے کسی وسیلہ سے رابطہ کرے جو اسے خداوند تک

پہنچادے البتہ ایسا وسیلہ جس کی خداوند نے اجازت دی ہو۔

چنانچہ خداوند متعال فرماتا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۵:

اے وہ لوگ (خواتین وحضرات) جو ایمان لے آئے ہو...... اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کے تقرب کیلئے (واسطہ اور وسیلہ کی) جستجو کرو۔

توسل کے بارے شبہات کے جوابات

خداوند متعال کی مدد سے اب جب کہ توسل کی حقیقت آپ پر واضح ہوگئی ہے شرک اور بدعت کا معنی بھی معلوم ہوگیا تو اب ہم اپنی بحثوں کو چند سوالات کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور ہر ایک ایک کا قرآن وسنت، عقل اور منطق سے جواب دیں گے۔

سوال اول: کیا ایسا نہیں کہ خداوند سب چیزوں پر (تمام مخلوقات پر) حاضر وناظر ہے اور بندگان کی کلام کو وہ سنتا ہے پس مغفرت طلب کرنے میں یا حاجت مانگنے میں دوسرے کو وسیلہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسا کرنے کا خود خداوند نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے واسطہ اور وسیلہ کی تلاش کریں چنانچہ سورہ مائدہ کی آیت ۳۵ میں اس مطلب کو واضح کیا گیا۔

آپ نے شرک اور بدعت کے معنی میں ملاحظہ کیا ہے اگر کسی بات کا خداوند نے حکم دیا ہو اور جس عمل کو اذن اللہ تعالیٰ (اللہ کی اجازت سے) سے انجام دیا جائے تو وہ عمل نہ

شرک ہے اور نہ ہی بدعت...... بلکہ ایسا کرنا خداوند کے دستور اور فرمان کے مطابق عمل کرنا ہے جو کہ عین توحید ہے، عین بندگی ہے حق تعالیٰ کی اطاعت سے ہے۔

۲۔ دوسروں کو خداوند کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دینا اس بات پر خداوند کے تمام اشیاء اور تمام مخلوقات کے بارے سنت اور رویہ شاہد ہے اللہ تعالیٰ نے کائنات کے امور کو وسائل واسباب کے تحت قرار دیا ہے یہ اس بات کے منافی نہیں کہ ایک ایسی ہستی کو خدا کے حضور وسیلہ قرار دیں جو خود خدا کے ہاں مقرب ہے خدا کی محبوب ہے اور وہ ہستی اس شخص کے لیے واسطہ بنے کہ خداوند تعالیٰ اس دعا مانگنے والے کے جرم سے درگزر کر دے یا اسے معاف کر دے اور اس گناہگار کو اپنی جناب میں قبول کر لے قرآن مجید نے اس حقیقت کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

رسول اللہؐ کے واسطہ سے مغفرت کا اعلان

سورہ نساء آیت ۶۴ میں ہے وہ مخالفین جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور خداوند کے فرامین کو مان لیا لیکن ان کے مطابق عمل نہیں کیا اگر یہ نافرمان...... اے پیغمبر! آپ کے پاس آجاتے اور خداوند سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے اور پیغمبر ان کے لیے خداوند سے بخشش اور معافی کی درخواست کرتے تو وہ گناہگار دیکھتے کہ خداوند توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے یعنی پیغمبر کو اگر وہ مخالفین واسطہ بناتے تو خداوند کی طرف سے انہیں مغفرت نصیب ہوتی۔

حضرت یعقوبؑ کا اپنے بیٹوں کے واسطے بخشش طلب کرنا

قرآن مجید ایک اور جگہ فرما رہا ہے، حضرت یعقوبؑ کے پسران کی بات ہے کہ ان سے

خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان کی زبان سے یہ جملے قرآن میں نقل ہوئے ہیں انہوں نے اپنے باپ کو واسطہ بنایا اور اس طرح اپنے بابا کی خدمت میں درخواست پیش کی۔

اے بابا خداوند سے ہمارے گناہوں کی معافی طلب کرو کیونکہ ہم خطا کار اور گناہگار ہیں (سورہ یوسف آیت ۹۷)

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کی اس گفتگو پر ان سے یہ نہیں فرمایا کہ اے بیٹو! تم مشرک ہو گئے ہو تمہیں تو براہ راست خداوند سے معافی طلب کرنا چاہیے، تو مجھے واسطہ کیوں بنا رہے ہو؟ خداوند خود تمہاری آواز کو سنتا ہے اور وہ ہی معافی دینے والا ہے، تمہارے اعمال پر وہی شاہد ہے۔

لیکن ان کے جواب میں فرمایا

سورہ یوسف آیت ۹۸" میں بہت جلد تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا کیونکہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے"۔

نتیجہ

قرآن سے ہمیں یہ قانون مل گیا کہ جو بھی مقرب خدا ہیں ان کے واسطہ سے خداوند سے مغفرت اور بخشش طلب کی جاسکتی ہے اور مقربان خدا کو واسطہ بنانا شرک نہیں ہے

سوال دوم: قرآن مجید میں ہے سورہ الحمد، ایاک نعبد و ایاک نستعین.

فقط ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور فقط تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

سورہ آل عمران ۱۲۶ میں ہے۔

مدد نہیں مگر خداوند کی طرف سے ہے جو قدیر ہے، حکیم ہے۔

ان دو آیات سے اور اسی طرح کی اور بہت ساری قرآنی آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مدد فقط خدا سے مانگی جائے کیونکہ مدد فقط خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔
جب ایسا ہے کہ مدد فقط خدا سے مانگی جائے تو پھر مختلف کاموں میں دوسرے افراد سے مدد لینا اور غیر خدا سے اپنی حاجات پوری ہونے کی درخواست کرنا خداوند کا شرک نہیں تو اور کیا ہے؟ جیسے آئمہ (علیہم السلام) سے حاجات طلب کی جاتی ہیں پس ایسا عمل واضح شرک ہے۔

مدد فقط خداوند سے ہے

ہم نے شروع میں بیان کیا ہے کہ مدد فقط خداوند کی طرف سے ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص یا کوئی چیز کسی انسان کی مدد کرے اور اس کے پاس مدد کرنے کی جو طاقت اور قوت ہے اسے اس نے خداوند سے لیا ہو کیونکہ **"لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"** کے مطابق کسی میں بھی طاقت، ہمت، اتھارٹی اور قوت اپنی طرف سے نہیں ہے، جس کے پاس جو کچھ ہے وہ خداوند بزرگ و برتر کی طرف سے ہے اس لحاظ سے اگر کوئی کسی سے مدد مانگتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ جس سے وہ مدد مانگ رہا ہے اس میں جو طاقت اور قوت ہے اور وہ جو اتھارٹی رکھتا ہے وہ خداوند کی طرف سے اسے عطا کردہ ہے یا جس سے وہ مدد مانگ رہا ہے وہ خود خداوند کے اپنے اذن اور اجازت سے ہے تو ایسی صورت میں اس شخص کا غیر خدا سے مدد مانگنا در حقیقت خود خدا سے مدد مانگنا ہے اور یہ شرک نہیں ہے۔
اگر آپ یہ کہیں کہ

ایاک نستعین میں اس بات کورد کر دیا گیا ہے کہ مدد فقط خدا سے لینا ہے غیر خدا سے مدد نہیں لی جاسکتی کیونکہ اس آیت میں ہر طرح کی مدد دوسرے سے لینے کی نفی کی گئی ہے پس غیر خدا سے مدد مانگنا شرک ہوگا چاہے وہ مدد جس عنوان سے ہو۔

اگر غیر خدا سے مدد مانگنا شرک ہو تو پھر خداوند کے فرامین میں تضاد آتا ہے

اگر اس طرح ہو کہ غیر خدا سے مدد لینا کسی بھی عنوان سے جائز نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے اپنے بیانات میں تناقص و تضاد آتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہوسکتا...... کیونکہ خداوند نے خود فرمایا ہے کہ اس کے پاس وسیلہ سے آؤ تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ خداوند نے ایک طرف فرمایا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی سے کچھ نہ مانگو دوسری جگہ ہے خدا تک وسیلہ سے آؤ تو اس میں تضاد بھی ہے اور یہ مطلب بھی نکلے گا کہ خداوند نے خود شرک کا حکم دیا ہے جب کہ سورہ لقمان آیت ۱۳ میں فرمایا ہے...... لقمان اپنے بیٹے سے فرمارہا ہیں۔

اے میرے بیٹے کسی کو خدا کا ہمسر ہم پلہ و شریک قرار نہ دو کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اس کے ساتھ ہی فرماتا ہے ایاک نستعین پس خدا سے مدد مانگو کسی اور سے مدد نہ مانگو لیکن ساتھ یہ بھی فرما دیا ہے...... اللہ کے پاس وسیلہ سے آؤ...... جبکہ سورہ بقرہ آیت ۱۵۳ میں حکم دیا گیا ہے اے صاحبان ایمان صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

نماز اور صبر سے مدد طلب کرو

صبر اور نماز تو خداوند نہیں ہیں آپ کے بقول غیر خدا سے مدد مانگنا شرک ہے تو پھر نماز اور صبر سے مدد لینا بھی شرک ہوگا اور اس شرک کا خود خدا نے حکم دیا ہے۔

یہاں پر اعتراض وارد ہے اسکا جواب معترضین کے پاس نہیں ہے بلکہ اس اعتراض کا جواب وہی ہے جو ہم نے پہلے دیا ہے کہ اگر یہ مدد لینا خدا کے امر اور اذن واجازت سے ہو جیسا کہ اس مقام پر ہے یا اس عنوان سے مدد مانگی گئی ہو کہ اس شخص یا اس چیز میں جو قدرت اور طاقت ہے وہ خداوند کی طرف سے ہے تو پھر ایسی مدد لینا شرک نہیں ہے بلکہ یہ تو خالص توحید ہے وگرنہ غیر خدا سے ہر قسمی مدد لینا شرک قرار پائے گا۔

وگرنہ غیر خدا سے جو بھی ہو اس سے مدد لینا شرک ہوتا اگر شرک کا معنی معترض کے ذہن میں جو ہے اسے لے لیا جائے تو پھر غیر خدا جو بھی ہوگا اس سے جس طرح کی بھی مدد لی جائے گی وہ شرک ہوگا......

مثال

جب آپ اپنے مقصد تک جانے کے لیے گاڑی کی مدد لیتے ہو، یا لکھنے کے لیے قلم کو وسیلہ بناتے ہو یا مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی سے مدد لی جاتی ہے یا نجاری کے لیے آری سے مدد لی جاتی ہے یا دشمنوں سے جنگ میں اسلحہ سے مدد لی جاتی ہے، کپڑے بنوانے کے لیے سلائی مشین ضرورت ہے، روٹی کے لیے تنوری کی ضرورت ہے، غرض روز مرہ کی زندگی میں انسان جتنے بھی کام انجام دیتا ہے ان سب میں وہ غیر خدا کا محتاج ہوتا ہے اور غیر خدا سے تعاون لیتا ہے، غیر خدا کو اپنے مقصد تک

پہنچنے کے لیے واسطہ بناتا ہے جبکہ کسی نے دنیاوی امور میں مادی اسباب ووسائل سے مدد لینے کو شرک نہیں کہا پس جب ایسا ہے اور معترضین کے نزدیک یہ سب اسباب ہیں اوران سے تعاون لینا شرک نہیں ہے...... بلکہ شرک اس وقت ہوگا جب ہم ان اشیاء اور رموز کے اندر جو صلاحیت اور طاقت ہے اسے خودان کی ذاتی جانیں تو اس صورت میں شرک ہوگا وگرنہ اگر یہ عقیدہ ہو کہ ان میں جو کچھ ہے وہ خدا کا عطا کردہ ہے اور خدا کی دی ہوئی طاقت سے سبب ووسیلہ بنے تو پھران امور سے مدد لینا اوران کو اپنے مقاصد کے واسطے وسیلہ بنانا شرک نہیں ہے۔

جنگی ساز وسامان کو وسیلہ بنانے کا خدائی فرمان

سورہ انفال آیت ۶۰ جو بھی طاقت کے وسائل تمہارے پاس ہیں انہیں دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار و آمادہ کرلو اور اسی طرح سدھائے ہوئے گھوڑوں کو جنگ کے لیے آمادہ رکھو۔

حضرت ذوالقرنین لوہے سے مدد لیتے ہیں

حضرت ذوالقرنین جنہیں اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں سے شمار کیا ہے جب یاجوج اور ماجوج کے حملوں سے بچنے کے لیے ایک قوم نے درخواست دی تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے فولاد اور لوہے کے ٹکڑوں سے دیوار بنانے کے لیے مدد حاصل کی جیسا کہ سورہ کہف کی آیت ۹۶ میں ہے۔

میرے لیے فولاد (لوہے) کے بڑے بڑے ٹکڑے لے آؤ اور انہیں ایک دوسرے کے اوپر ترتیب سے رکھ دو یہاں تک کہ دو پہاڑوں کے درمیان جو درہ ہے وہ مکمل طور

پر اسے بند کردیں۔

موسیٰ کے شیعہ کا حضرت موسیٰؑ سے مدد مانگنا

سورہ قصص کی آیت ۱۰ میں ہے۔

وہ (موسیٰ) اس وقت شہر میں وارد ہوئے جب کہ شہر کے لوگ اس کی آمد سے بے خبر تھے موسیٰ نے اچانک دیکھا کہ دو مرد آپس میں جھگڑ رہے ہیں ان میں سے ایک حضرت موسیٰؑ کے پیروکاروں (بنی اسرائیل) سے تھا اور دوسرا مخالفین سے تھا جو حضرت موسیٰؑ کے پیروان سے تھا اس نے حضرت موسیٰؑ سے مدد کی درخواست کی تا کہ وہ دشمن سے نجات پائے تو اس حالت میں حضرت موسیٰؑ نے ایک محکم مکا اس کے مخالف کے سینے پر دے مارا اور اسے وہیں پر ڈھیر کر دیا (اور وہ زمین میں گر کر مر گیا) آپ دیکھیں جب حضرت موسیٰؑ کے پیروکار نے یہ کہا یا موسیٰ! اے موسیٰؑ میری مدد کرو اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ اے موسیٰؑ خدا کی دی ہوئی قدرت سے مدد کرو اور نہ ہی یہ کہا کہ اے موسیٰؑ خدا سے سوال کرو کہ وہ میری مدد کرے بلکہ براہ راست موسیٰؑ کو دیکھ کر موسیٰؑ سے کہہ رہا ہے اے موسیٰؑ میری مدد کرو تو اس کی اس درخواست پر موسیٰؑ نے اسے یہ نہیں کہا کہ اے بھائی تم مجھ سے براہ راست مدد مانگ کر شرک خدا کر رہے ہو، تم مشرک ہو گئے تم نے کیوں یا موسیٰؑ مدد کہا ہے، جب کہ حضرت موسیٰؑ اللہ کے بہترین بندگان سے ہیں صاحب کتاب رسول بھی ہیں (سورہ مریم آیت ۵۱)

حضرت موسیٰؑ نے اس کی مدد فوری طور پر کر دی اور اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا۔

یا علیؑ مدد کہنا

جس طرح یا موسیٰؑ مدد کہنا قرآن کی رو سے شرک نہیں ہے اور حضرت موسیٰؑ اپنے شیعہ اور پیروکار کی مدد کرتے ہیں اور اس نعرہ کو بلند کرنے پر اس کو مشرک نہیں کہتے بلکہ اس کی مدد کرتے ہیں تو بالکل اسی طرح یا علیؑ مدد بھی ہے بلکہ حضرت علیؑ تو سید الاوصیاء ہیں سابقہ پیغمبروں سے افضل ہیں اللہ کے مخلص بندے ہیں سید الاولیاء ہیں آپ یقیناً مدد کرتے ہیں اور یہ جملہ زبان پر جاری کرنے قرآن رو سے نہیں ہرگز شرک نہیں ہے جو اسے شرک کہتے ہیں وہ قرآن کی مخالفت کرتے ہیں اور قرآنی آیت کے منکر قرار پاتے ہیں جیسا کہ ہر صاف فہم کے لیے یہ بات بڑی واضح اور روشن ہے۔

اسباب اور وسائل سے مدد لینا شرک نہیں ہے

جیسے معترض کا اشکال ہے تو پھر زندگی کے امور میں جتنے وسائل و اسباب سے مدد لی جاتی ہے یہ سب شرک قرار پائیں گے جب کہ واضح ہے کہ زندگی کے امور میں مختلف وسائل اور اسباب سے مدد لینا خداوند سے شرک نہیں ہے اور نہ ہی دنیاوی امور میں وسائل واسباب سے مدد لینے والا مشرک قرار پاتا ہے۔

بلکہ یہ بات ہر انسان کے حوالے سے ایک فطری امر ہے اور اس کی خلقت کا حصہ ہے کہ وہ اپنے اہداف ومقاصد تک پہنچنے کے لیے وسائل اور اسباب سے مدد لیتے ہیں۔

اسباب سے مدد لینے کے بارے امام جعفر صادقؑ کا فرمان

اسی مطلب کی طرف امام برحق حضرت جعفر صادقؑ نے اپنے بیان میں اشارہ فرمایا ہے۔

"ابی اللہ ان تجری الاشیاء الا باسبابھا فجعل لکل شئی سببا" (کافی ج ا ص ۱۸۳)

خداوند نے یہ نہیں چاہا کہ چیزوں اور مختلف امور کو بغیر وسائل اور اسباب کے جاری کرے پس خداوند نے ہر چیز اور امر کے واسطے ایک سبب قرار دیا ہے۔

کسان بھی کاشتکاری میں ایک وسیلہ ہے

سورہ واقعہ آیت ۶۳ تا ۶۴ میں ہے۔

کیا آپ نے کبھی کاشت کے بارے غور کیا ہے اور سوچا ہے؟ کہ کیا اسے تم اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں۔

خدا فرما رہا ہے اصل میں کاشتکار ہم ہیں، کھیت اُگانے والے ہم ہیں، تم نہیں ہو، تو کیا جب خداوند کا یہ اعلان ہے کہ کاشتکار ہم ہیں اس کی روشنی میں ہم زمین کو نہ بنائیں اور نہ ہی زمین میں بیج ڈالیں، پانی بھی نہ دیں اور بالکل کام کرنا چھوڑ دیں کیونکہ ایسا کرنا شرک ہے خدا نے فرمادیا کہ ہر کام تو ہم کرتے ہیں اگر ہم ایسا کریں گے تو پھر بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے اور تمام عقلاء دنیا ایسے شخص کا مذاق اُڑائیں گے اور ایسے شخص کی مذمت بھی کریں گے کیونکہ خداوند کے اس جملہ کا معنی کہ ہم مزارع، کاشتکار ہیں کا معنی یہ نہیں ہے کہ آپ کاشت نہ کریں بلکہ اس کا معنی یہ ہے

کہ جو دانہ کو چیرتا ہے، اسے مٹی سے نکالتا ہے، اسے رشد و کمال دیتا ہے خدا فرما رہا ہے یہ سب ہمارا کام ہے آپ جو کچھ کرتے ہو وہ ایک سبب ہے، تو آپ فقط مقصود تک پہنچنے کے لیے وسیلہ ہیں پس کسان، کاشتکار در حقیقت وسیلہ اور سبب ہیں غلات تیار کرنے کا جبکہ اصل کام جو ہے وہ خود خدا ہے۔

ایاک نستعین کا صحیح معنی

ایاک نستعین (ہم تجھ ہی سے فقط مدد چاہتے ہیں) خداوند سے مدد مانگنا، یا کسی شخص سے مدد لینا، یا کسی چیز کو اپنے مقصد کے لیے وسیلہ قرار دینا کہ جس سے مدد لینے کا خود خدا نے حکم دیا ہے یا ہر دوسرے سے مدد لینا بالواسطہ خدا سے مدد لینا ہو یا بلا واسطہ خدا سے مدد لی گئی ہو یہ سب ایاک نستعین ہی ہے اور یہی اللہ سے حقیقی مدد چاہنا ہے جب کہ دوسروں سے مدد لینا، مجازی اور غیر حقیقی ہے۔

زیارات اور دعاؤں میں انبیاء اور اوصیاء سے مدد لینا

زیارات اور دعاؤں میں ہم انبیاء اور اوصیاء، آئمہ طاہرین (علیہم السلام) سے مدد مانگتے ہیں تو یہ مدد لینا اس معنی میں ہے کیونکہ ان کے پاس جو قدرت، طاقت، اتھارٹی ہے وہ خداوند کی عطا کردہ ہے ان سے مدد لینا در حقیقت خود خداوند متعال سے مدد لینا ہے۔

یا محمدؐ و یا علیؑ...... یا علیؑ یا محمدؐ کہنا شرک نہیں ہے

جب ہم دعا میں یہ کہتے ہیں اے محمدؐ، اے علیؑ، اے علیؑ، اے محمدؐ آپ دونوں

میری مدد کریں کیونکہ آپ ہی میرے مددگار ہیں۔

تو یہ مدد مانگنا اسی طرح ہے جس طرح مصر کے بازار میں موسیٰؑ کے شیعہ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا اے موسیٰؑ میری مدد کرو، جس طرح وہ شرک نہیں اسی طرح یہ بھی شرک نہیں ہے یہ دعائے فرج سند کے اعتبار سے ثابت ہو یا نہ ہو اصل عبارت میں جو جملے ہیں وہ حقیقت بیان ہیں اور مدد مانگنا جو ہے قرآنی حوالوں کی روشنی میں شرک نہیں ہے جو لوگ اس قسم کے الفاظ کو شرک کا نام دیتے ہیں جب وہ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں بیٹا میرا فلاں کام کر دو...... جب اپنی بیبیوں سے کہتے ہیں میرے کپڑے استری کر دو...... جب درزی سے کہتے ہیں میرے کپڑے سی دو...... اسی طرح روزمرہ کی دسیوں مثالیں جس میں انسان روزانہ غیر خدا سے مدد کی درخواست کرتا ہے...... کسی صاحب نفوذ سے جب کہا جاتا ہے کہ آپ میری مدد کریں تاکہ میرا فلاں کام ہو جائے...... ان تمام استعمالات میں کہیں بھی یہ نہیں کہا جاتا کہ خداوند کی دی ہوئی قدرت سے میرا یہ کام کر دو اور نہ ہی یہ کہتا ہے کہ میرے لیے خدا سے یہ کام کروا دو بلکہ یہ معمول کے امور میں جو روزانہ ہماری زندگی کا جزو لاینفک ہیں جس طرح یہ سب شرک نہیں ہے اسی طرح یا علیؑ مدد، یا عباسؑ ادرکنی، یا حسینؑ مددی، یا صاحب الزمانؑ ادرکنی یا اصغرؑ شہید مددی وغیرہ جملے اُخروی امور کے حوالے سے اور دنیاوی حاجات کے لیے شرک کے زمرہ میں نہیں آتے اگر ان کو شرک کہیں گے تو یہ قرآنی بیانات کے سراسر منافی ہے بلکہ ان اسباب و وسائل سے مدد لینا ہی عین توحید ہے۔

اللہ پانی پلاتا ہے کھانا کھلاتا ہے......اللہ شفاء دیتا ہے

سوال سوم: قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے سورہ شعراء آیت ۸۰،۷۰ اللہ وہ ہے جو مجھے کھانا کھلاتا ہے اور وہ مجھے پانی پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفاء دیتا ہے۔

پس ان دو آیات سے واضح ہے بالخصوص بیماری کا مسئلہ کہ خدا ہی شفاء دیتا ہے پس معصومینؑ سے بیماری کی شفاء مانگنا شرک ہوگا اسی طرح کسی اور سے شفاء چاہنا (ان آیات کی روشنی میں) شرک نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب:

ڈاکٹر سے دوائی لینا چھوڑ دیں کیونکہ شرک ہے

یہ سوال اور اعتراض بھی پچھلے سوال کی مانند ہے کیونکہ اگر کوئی شخص روٹی اس نیت سے کھاتا ہے کہ روٹی اس کی بھوک ختم کرنے میں ذاتی طور پر موثر ہے یا پانی اس نیت سے پئے کہ اس میں ذاتی صلاحیت ہے کہ وہ پیاسے کو سیراب کردے اسی طرح جب کوئی شخص دوائی لیتا ہے کسی بیماری کی شفاء کیلئے اگر اس کے ذہن میں یہ ہو کہ فلاں قسم کی دوائی میں ذاتی قابلیت اور قدرت ہے کہ وہ اسے شفاء دیتی ہے......اسی طرح کسی حکیم یا ڈاکٹر سے اپنی بیماری کیلئے دوائی لیتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس حکیم یا ڈاکٹر میں ذاتی قدرت اور قابلیت ہے کہ وہ بیماری سے شفاء دے سکتے ہیں......بالکل اسی طرح ہے جب وہ کسی معصوم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ اے امام فلاں

بیماری سے مجھے شفاء دے دیں تو اگر اس درخواست کے پیچھے یہ قصد اور ارادہ ہو کہ ان کے پاس ذاتی اور اپنی قدرت ہے جس سے وہ شفاء دیتے ہیں اور انکی اس قدرت کا خداوند سے تعلق نہیں ہے تو ان سب مثالوں میں یہ بات شرک ہوگی اور اگر ان سب کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ اور نظریہ ہو جیسا کہ ایسا ہی ہوتا ہے اور اس کے اعلان کی ضرورت بھی نہیں ہوتی کہ ان میں جو بھی صلاحیت اور قدرت ہے وہ خداوند کی عطاء کردہ ہے تو یہ ان موارد سے ہے جن کی خداوند نے اجازت دی ہے کیونکہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ خداوند نے تمام امور کو اسباب اور وسائل کے تحت قرار دیا ہے آپ کو ہر مقصد کے واسطہ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے مخصوص وسیلہ درکار ہوگا، بیماری سے شفاء کیلئے وسیلہ کی ضرورت ہے جو ڈاکٹر، حکیم دوائی کی شکل میں بھی ہے اور امام معصوم (علیہ السلام) اور قرآنی آیات کی شکل میں بھی ہے جس طرح بھوک دور کرنے کا بھی اپنا وسیلہ ہے پیاس کے خاتمہ کا اپنا وسیلہ ہے یہ سب وسائل اور اسباب ہیں انکو زندگانی کے امور میں استعمال کرنا قطعی طور پر شرک نہیں ہے۔

اگر ہم اعتراض کرنے والے کی بات مان لیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

۱۔ جتنے لوگ بیماری سے شفایاب ہونے کیلئے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں دوائی استعمال کرتے ہیں سب مشرک ہوں۔

۲۔ دین مقدس اسلام میں مختلف میوہ جات، جڑی بوٹیوں کے بارے میں جو خاصیات بیان کی گئی ہیں کہ فلاں میوہ استعمال کرو گے تو فلاں بیماری سے شفاء ہوگی اور فلاں جڑی بوٹی کا استعمال فلاں بیماری کا علاج ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھیں حلیۃ المتقین علامہ مجلسی از کتب شیعہ صحیح بخاری از کتب اہل سنت

کتاب الطب حدیث ۵۳۳۱ سے ۵۳۴۱ تک اور الترمذی شریف کتاب الطب حدیث ۲۰۴۲، ۲۰۴۷ اور ۲۰۵۴ صحیح مسلم حدیث ۲۲۱۷)

یہ تمام دستورات مشرک ہونے کے لئے قرار پائیں گے کیوں ان سب میں بیماری کی شفاء کیلئے ایسی اشیاء کے استعمال کا دستور دیا گیا ہے جو خدا نہیں ہیں)

اس شبہ کا جواب وہی ہے جو ہم نے اوپر دیا ہے کہ اگر کسی چیز سے مدد چاہنا خداوند کی اجازت سے ہو تو پھر وہ شرک نہیں۔

اندھے کو بینا کرنا اور مردہ کو زندہ کرنا

سب جانتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کرنا اور اندھوں کو بینا کرنا خدا کا کام ہے

"هو الذی یحیی ویمیت" اللہ ہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہم قرآن میں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا بیان پڑھتے ہیں جس میں وہ اعلان کرتے ہیں (سورہ آل عمران اایت ۴۹)

میں گیلی مٹی سے پرندے کی شکل کو تمہارے لئے خلق (بناؤں گا) کروں گا پھر میں اسمیں پھونک ماروں گا تو وہی میرا بنایا ہوا پرندہ اللہ کی دی ہوئی اجازت سے اصلی پرندہ ہو جائے گا اور میں اللہ کی اجازت سے مادرزاد اندھے کو بینا کردوں گا اور کوڑھ کی بیماری والے کو شفاء دے دوں گا۔

حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کی طرف سے اجازت تھی

حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کو اللہ کی طرف سے اجازت تھی کہ وہ مادرزاد اندھوں کو بینا کردیں اور کوڑھ کے بیماروں کو شفاء دے دیں۔

پس اگر کوئی شخص یہ سوال کرے اے حضرت عیسیٰؑ آپ اللہ کے مقرب ہیں اللہ کے ہاں آپ کا بڑا مقام اور مرتبہ ہے دنیا اور آخرت میں وجیہ اور شان والے ہیں (جیسا کہ سورہ آل عمران آیت ۴۵ میں ہے) میرے مریض کو شفاء دے دیں تو کیا ان سے ایسا سوال کرنا شرک ہوگا؟ جبکہ قرآن کا واضح بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس طرح کے کاموں کا انجام دیتے تھے۔

رسول اللہؐ جو تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں ان سے مدد مانگنا کس طرح شرک ہے؟

پس اگر کوئی شخص اس طرح کا سوال رسول خداؐ سے کرے جو کہ تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں یا آئمہ ہدیٰ (علیہم السلام) میں سے کسی ایک سے ایسا سوال کرے جو سب کے سب مقربین درگاہ خداوند ہیں یا اولیاء اللہ میں سے کسی ایک سے سوال کریں جیسے باب الحوائج حضرت عباس علمدار قمر بنی ہاشم کہ وہ اس کے بیمار کو شفاء دے دیں یا اس کی دوسری مشکل کو حل کر دیں تو کیا ایسا کرنا خداوند متعال سے شرک ہوگا؟ یا ایسا کرنا بعینہ خدا کی طرف توجہ کرنا ہے، عین توحید ہے، خدا پرستی ہے؟

شیعیان اہل البیت (علیہم السلام) پر تہمت

ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ناصبی ہونے کی وجہ سے یا شیعیان اہل البیتؑ سے بغض و عناد اور دشمنی کی خاطر کہتے ہیں کہ یہ لوگ مشرک ہیں کیونکہ دنیاوی امور میں، دنیاوی حاجات کیلئے آئمہ ہدیٰ (علیہم السلام) کو اپنے لئے واسطہ و وسیلہ بناتے ہیں اور ان

سے توسل کرتے ہیں۔

ان ناصبیوں اور عقل کے اندھے کیلئے ہم نے اوپر جواب دے دیا ہے اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے فقط قرآن کو سطحی طور پر پڑھ لیا ہے اور قرآنی آیات میں تدبر اور غور نہ کرنا سبب بنا ہے کہ وہ اس قسم کی الزام تراشی شیعوں پر کریں، اہل البیت پیغمبر جو کہ قطعی حدیث ثقلین کی روشنی میں قرآن کے ہم پلہ ہیں ان سے توسل کرنے والوں پر تہمت لگانے والے سورہ جمعہ کی اس آیت کا مصداق ہیں۔

سورہ جمعہ آیت ۵ ''ان لوگوں کی مثال ایسے ہے کہ وہ اس گدھے کی مانند ہیں جس نے کتابوں کو اپنی پشت پر اٹھا رکھا ہو لیکن ان کتابوں کے مطالب سے کچھ بھی نہیں سمجھتے......اس جیسی تمام باتیں یاوہ گوئی سے زیادہ نہیں ...... یہ بے بنیاد اور بغیر دلیل کے ہیں معترضین کی باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم فرمان پیغمبر کو دیوار پر ماریں ان کی باتوں کو مان لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم پیغمبر اکرم کی وصیت کو زمین پر دے ماریں کہ آپ نے فرمایا

''میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ۔ا۔ اللہ کی کتاب ہے ۲۔ میری عترت، میرے اہل البیتؑ، جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے ان سے تمسک کرو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے اور بتحقیق یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ قیامت کے دن مقام حوض پر میرے پاس اکٹھے آئیں گے۔

(حوالہ کیلئے دیکھیں المستدرک علی الصحیین ج ۳ طبع حلب ص ۱۰۹)

مسند احمد ج ۳ ص ۲۶ چاپ بیروت لبنان البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۱۸۳ بیروت لبنان اور ان کے علاوہ سینکڑوں اہل سنت کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں اور اہل

شیعہ کے ہاں یہ حدیث متواتر ہے شیعہ سنی دونوں اسے قبول کرتے ہیں دونوں اسے متواتر جانتے ہیں۔

اہل البیتؑ کو چھوڑ جانے کا نتیجہ

لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ بلند کر دیا اور اہل البیتؑ کو چھوڑ دیا جو کہ قرآان کے ہم پلے تھے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل البیتؑ کے در پر تو نہ گئے لیکن اغیار کے در پر کاسہ گدائی لئے کھڑے ہیں اہل البیتؑ سے توسل کرنا تو انہیں شرک نظر آتا ہے لیکن اپنے دنیاوی امور کو حل کروانے کیلئے اغیار اور کفار کے دروازوں پر جانا انہیں شرک نہیں لگتا جن سے توسل کرنے اور جن کو دوست اور اپنا ہم درد بنانے سے خداوند نے منع کیا ہے شرک کا ارتکاب خود کرتے ہیں اور تہمت پیروان اہل البیتؑ پر...... جو کہ موحد اور سچے توحید پرست ہیں انہوں نے اہل البیتؑ توسل کر کے خدا پرستی کا ثبوت دیا ہے جبکہ معترضین نے اہل البیتؑ کو چھوڑ کر اپنے مشرک ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

سوال نمبر ٦: کیا حرم کی دیواروں، انبیاء، آئمہ ہدیٰ (علیہم السلام) اور اولیاء اللہ کی ضریحوں پر اپنا چہرہ رکھنا اپنے بدن کو ان سے مسح کرنا، انکا بوسہ لینا اور ان سے شفاء چاہنا حاجات طلب کرنا یہ سب شرک نہیں؟

جواب: جو افراد حرم کی دیواروں سے اپنا بدن مس کرتے ہیں یا انکا بوسہ لیتے ہیں یا انبیاءؑ آئمہ ہدیؑ اور اولیاء اللہ کی مزارات اور انکی ضریحوں، انکے مزارات کے دروازوں سے جب خود کو مس کرتے ہیں یا انکا بوسہ لیتے ہیں اور ان پر اپنا سر رکھتے ہیں

تو ایسا کرنے والوں کا اس عمل سے یہ ارادہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ ان کی عبادت کر رہے ہیں کیونکہ ہر شخص جس میں تھوڑا سا بھی عقل وشعور ہے وہ اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ دیواروں یا ضریحوں یا مزارات کے دروازوں میں نہ تو شفاء رکھی ہے اور نہ ہی یہ از خود کسی کو نقصان دینے پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہی نقصان دینے پر...... تا کہ انکی پوجا پاٹ کی جائے یا خود انکی عبادت کی جائے بلکہ ان اشیاء کا بوسہ لینا، ان سے اپنے بدن کو مس کرنا یا ہر وہ چیز جس کی نسبت اولیاء اللہ سے ہے ان کو ہاتھ لگانا، انہیں چومنا، یہ سب اولیاء اللہ سے محبت کا اظہار ہے اور ان کی تکریم وتعظیم کرنا مقصود ہے یہ سب کو عبادت کی نیت سے بجا نہیں لایا جاتا تا کہ شرک قرار پائے اور غیر خدا کی پرستش میں اسکا شمار ہو۔

ایک اور اعتراض اور اسکا جواب

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ حرم کے در و دیوار اور ضریحوں کے بوسے لینے اور اپنے بدن کو ان کے ساتھ مس کرنے میں نیت اور عدم نیت کی بات نہیں بنیادی طور پر ایسا عمل کرنا ہی شرک اور بدعت شمار ہوتا ہے۔

اس اعتراض کا ہم جواب دیں گے کہ اگر ہر قسم کا بوسہ لینا شرک اور بدعت قرار پائے اور اس میں نیت کا دخل نہ ہو تو اس بات کے نتیجہ میں۔

ا۔ آپ خود بھی مشرک ہیں کیونکہ آپ اپنے بچے کو اپنے دوست کا اور اپنے ہر محبوب اور پیارے کا بوسہ لیتے ہو ان سے اپنا بدن بھی مس کرتے ہیں بالخصوص جب مصافحہ کرتے ہو تو اس وقت آپ کا پورا بدن دوسرے کے بدن سے مس ہو رہا ہوتا ہے۔

۲۔ یہ انسان کی فطرت اور طبیعت میں شامل ہے کہ جب وہ کسی سے محبت اور عشق کرتا ہے تو وہ اپنے محبوب اور معشوق کے آثار سے بھی محبت کرتا ہے جیسے آپ اپنی اولاد کو اپنے ماں باپ یا کسی محسن کو دوست رکھتے ہیں ان سے آپ کو محبت ہے لہٰذا ہر وہ چیز جو ان سے منسوب ہوتی ہے یا جس سے انکی یاد ہ تازہ ہوتی ہے آپ کو وہ چیز اچھی لگتی ہے اور اسے محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہو آپ کو اپنے دوست کی تصویر، اسکی اولاد، اس وجہ سے اچھی لگتی ہے کہ اسکا آپ کے محبوب سے تعلق ہے اور بعض دفعہ پیار کی شدت سے آپ ان چیزوں کا اور ان کے آثار کا بوسہ بھی لے لیتے ہیں یا ان کو ہاتھ لگا کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں بعض دفعہ فرط محبت میں آکر ان آثار کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگاتے ہیں اپنی آنکھوں پر لگاتے ہیں انکا بوسہ بھی لے لیتے ہیں یا جیسے آپ کو علماء دین کے آثار سے انکی چھوڑی ہوئی یادگاروں سے محبت ہوتی ہے یا قرآن مجید اس حوالے سے کہ اللہ کا کلام ہے آپ کو اللہ سے محبت ہے اس لئے خدا کے کلام کا احترام کرتے ہو قرآن مجید کو سینے سے لگاتے ہو قرآن مجید کا بوسہ لیتے ہو۔

کسی چیز سے محبت یا کسی محبوب کے آثار کا بوسہ لینا شرک نہیں

لیکن تصویر سے محبت کرنا، اپنے دوست کے آثار کا بوسہ لے لینا یا اپنے محبوب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط کی حفاظت کرنا اور اسکی تحریر سے پیار کا اظہار کرنا یا اپنے محبوب کے ہاتھ سے دیئے ہوئے ہدیہ کو جیسے رومال، انگوٹھی، پین وغیرہ سنبھال کر رکھنا اور اس سے والہانہ پیار کرنا...... تو اس میں یہ چیزیں بالذات مقصود نہیں ہوتیں اور نہ ہی خود ان آثار کا احترام ہو رہا ہوتا ہے درحقیقت ان چیزوں کے متعلق جو

کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس شخص سے محبت کا نتیجہ ہے جس سے یہ چیزیں متعلق ہیں۔

عربی شاعر کہتا ہے

میں لیلیٰ کے رہائشی علاقہ سے جب گزرتا تو کبھی اس دیوار کا بوسہ لیتا ہوں تو کبھی اس دیوار کا بوسہ لیتا ہوں، مجھے، میرے دل کو ان رہائشی علاقوں نے اپنا گرویدہ نہیں بنالیا ہے اور نہ ہی ان میں کوئی خاص کمال ہے بلکہ یہ تو اس کی محبت کا اثر ہے جس نے ان علاقوں میں اپنی زندگی کی چند بہاریں گزاری ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نے مجنوں کو دیکھا کہ وہ لیلیٰ کا نام دیواروں پر لکھتا جاتا ہے اس سے سوال کیا گیا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو تو اس نے جواب میں کہا تھا کہ اگر مجھے اس کے لبوں کا بوسہ لینا نصیب نہیں ہے تو اس کے نام ہی سے اپنا دل بہلا رہا ہوں۔

ان مثالوں کو پیش کرنے سے غرض یہ ہے کہ محبوب کے نام سے، اسکی اولاد سے، اسکے آثار سے، اسکی نشانیوں سے، محبت کا اظہار کرنا، انکے بوسے لینا، ان چیزوں کو چھونا، بدن سے، سینے سے لگانا، ایک فطری عمل ہے بلاتفریق مذہب وعقیدہ ہر انسان طبعیتاً ومزاجاً ایسا ہی کرتا ہے کوئی بھی اس سے علیحدہ نہیں ہے۔

دوست کے دشمن سے نفرت اور بیزاری بھی فطری ہے

اس طرح یہ امر بھی فطری بات میں شامل ہے کہ انسان جس شخصیت سے جتنی زیادہ محبت رکھتا ہوگا تو اسکے دشمن سے اتنی ہی اسے نفرت ہوگی اور جس سے انسان کو نفرت ہے اس سے اور دشمن کا جو بھی اثر اسکے سامنے آئے گا تو وہ اس سے بھی اسی طرح نفرت کرے گا...... جیسے دیکھنے میں آتا ہے کہ جب کسی شخص سے آپ کو نفرت ہوتی ہے جب اسکا نام آپ کے سامنے لیا جاتا ہے تو آپ فوراً کہہ دیتے ہیں

کہ آپ اس خبیث کا نام میرے سامنے مت لیں یا جس علاقہ میں اسکی سکونت ہے
آپ اس علاقہ سے گزرنا بھی پسند نہیں کرتے جبکہ نہ تو اسکا نام آپ کو نقصان دیتا ہے
اور نہ ہی وہ محلہ جس میں اسکی رہائش ہے وہ آپ کو کوئی نقصان دے سکتا ہے لیکن کیونکہ
یہ نام اسکا ہے جس سے آپ کو نقصان پہنچا ہے یا جس سے آپ کو نفرت ہے یا یہ وہ محلہ
ہے جس میں وہ شخص رہتا ہے جو آپ کا دشمن ہے اس وجہ سے ان سے نفرت کرتے ہو
اب سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کا تعلق اظہار محبت یا نفرت شرک اور بدعت ہونگے ؟
جواب ہرگز ایسا نہیں ہے۔

حجر اسود کا بوسہ لینا

۳۔اگر کسی چیز کا بوسہ لینا شرک ہوتا اور کسی چیز سے شفاء مانگنا یا حاجت طلب کرنا
شرک ہوتا تو پھر حجر اسود کا بوسہ لینا، اسکا سلام کرنا اور اسے اپنا سفارشی بنانا، اس سے
اپنی حاجت پیش کرنا، بھی شرک ہوتا جو کہ خانہ خدا کی دیواروں کے ایک کونہ میں لگا ہوا
ہے عجیب بات ہے کعبہ کی دیواروں کا بوسہ لینا حرام و شرک ہے جبکہ خود حجر اسود کا بوسہ
لیتے ہیں اس سے برکت حاصل کرتے ہیں بلکہ یہ ایسا عمل ہے جس کا ثواب ہے۔
(دیکھیں صحیح بخاری کتاب حج باب تقبیل الحجر)

ایک شخص نے حضرت عمر کے بیٹے سے حجر اسود کا بوسہ لینے اور اسے مس کرنے کے
متعلق جب سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپؐ نے
اسے مس بھی کیا تھا اور اسکا بوسہ بھی لیا تھا۔

آپ ذرا غور کریں کہ حرم کی دیواروں میں جو پتھر لگا ہے یا جو لکڑی حرم کے دروازوں کی

ہے یا ضریحوں پر جو لکڑی لگی ہے ان میں اور حجر اسود میں کیا فرق ہے؟ جی ہاں! جب ان کے بوسہ لینے اور انہیں مس کرنے میں خدا منظور ہو، اولیاء اللہ کا احترام ملحوظ ہو تو نہ فقط شرک نہیں بلکہ یہ پسندیدہ عمل ہے اور اسکا ثواب بھی ہے لیکن اگر یہ بوسہ لینا اور مس کرنا انکی پرستش اور عبادت کی نیت سے ہو تو پھر چاہے وہ حجر اسود ہی کیوں نہ ہو تو وہ شرک و بدعت ہی ہوگا۔

حجر اسود کا بوسہ لینا توحید پرستی اور ضریحوں کا بوسہ لینا شرک کیسے؟

حیرانگی اس بات کی ہے کہ وہ لوگ جو حجر اسود کا بوسہ لیتے ہیں اور پھر خود کو موحد اور توحید پرست کہتے ہیں اور اپنے وجود پر شرک کے گرد و غبار تک کا انہیں احساس نہیں ہوتا جبکہ یہی توحید پرست (وہابی) اور کچھ اہل سنت کے اور گروہ پیروان اہل البیتؑ کے بارے کہتے اور لکھتے ہیں کہ کیونکہ یہ لوگ پیغمبر اکرمؐ، آئمہ ہدیٰ اور اولیاء اللہ کے مزارات کی ضریحوں، دروازوں اور ان سے متعلقہ آثار کا احترام کرتے ہیں انکا بوسہ لیتے ہیں انکے ساتھ اپنا بدن مس کرتے ہیں پس یہ لوگ مشرک ہیں اور انہیں دین میں بدعت گزاری کا طعنہ دیتے ہیں؟ کیا موت پس ہمسایہ کیلئے اچھی لگتی ہے اپنے لئے نہیں؟ ایک پتھر کا بوسہ لینا آپ خود کریں تو توحید پرست...... کوئی دوسرا ایسا ہی عمل ایک اور جگہ کرے تو وہ مشرک؟ یہ کیسا انصاف ہے اور دین میں اس کی گنجائش کہاں ہے؟

۴۔ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا قصہ

اگر ایسا عمل شرک قرار پائے تو پھر کنعان کے عظیم المرتبت پیغمبر حضرت یعقوبؑ بھی مشرک ہوں کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند یوسفؑ کے فراق اور جدائی میں اتنا زیادہ گریہ کیا کہ آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور بینائی جاتی رہی (سورہ یوسف آیت ۸۴) اور حضرت یعقوبؑ نے ان سے (اپنے بیٹوں سے) منہ پھیر لیا اور یہ جملہ دہراتے تھے کہ ہائے میرے یوسف! ہائے میرے یوسف! اور شدت غم سے آپ کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں۔

سورہ یوسف کی آیت ۹۳ میں ہے

حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم سب واپس جاؤ اور میری قمیض اپنے ہمراہ لے جاؤ اور پھر تم اس قمیض کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا تا کہ میرے باپ بینا ہو جائیں۔

سورہ یوسف آیت ۹۶ میں ہے

اور جس وقت بشارت لیکر آنے والا نزدیک آ گیا اور اس پیراہن کو ان کے (یعقوبؑ) چہرے پر ڈال دیا تو اچانک انکی بصارت واپس آ گئی اور وہ بینا ہو گئے۔

پیراہن ایک کپڑا ہی تو تھا

اس واقعہ میں پیراہن یوسف ایک کپڑا ہی تو تھا اور ہر کوئی کپڑے کا قمیض بناتا ہے لیکن اس قمیض کی شان ہی اور ہے کیونکہ یوسفؑ کے بدن سے مس شدہ تھی جو کہ یعقوبؑ کا محبوب تھا پیراہن یوسف کی برکت تھی کہ جیسے ہی قمیض کو حضرت یعقوبؑ

نے اپنی آنکھوں پر لگایا اپنے چہرے کو اس سے مس کیا تو اللہ کے اس مخلص بندہ یوسف کی قمیض کی برکت سے حضرت یعقوبؑ جو کہ اللہ کے عظیم پیغمبر ہیں انہیں شفاء مل جاتی ہے تو کیا آپ اس واقعہ کو سننے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ایسا کرنا شرک ہے؟ اگر پیراہن یوسف شفاء بخش ہے تو فخر یوسف کے قبر کی مٹی اور فخر یوسف کے گھر کی چوکھٹ کا بوسہ لینا بھی شفاء بخش اور حاجت روا کیوں نہ ہو؟

کیا ہم مسلمان قرآن کے پیروکار نہیں؟

ایسا نہیں کہ ہم سب کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارا مرشد ورہنما قرآن ہے ہم قرآن کے پیروکار ہیں پس سب سے پہلے کسی کو مشرک کہنے کی بجائے ہم یہ دیکھیں کہ قرآن نے شرک کا کیا معنی کیا ہے؟ اور کونسے عمل کو شرک کہا ہے اور کونسے عمل کو توحید پرستی کہا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اور دوسرے کے اعمال کو قرآن کی روشنی میں پرکھیں...... اپنی کسوٹی پر ان کا جائزہ نہ لیں، ایسا نہ کریں کہ ہم اپنی جہالت، کم علمی، نادانی اور حماقت کی وجہ سے اپنے ذہن میں ایک عمل کو شرک کا پیراہن پہنا دیں اور پھر جہاں جہاں وہ فٹ آتا جائے ہم اسی پر شرک کا دھبہ لگاتے جائیں اس طرح کا رویہ خدا کو پسند نہیں ہے بلکہ ایک مومن اور پیرو اہل البیتؑ کو مشرک کہنا بہت بڑا جرم اور گناہ کبیرہ ہے۔

سورہ احزاب میں ہے آیت ۴ "یہ بات تمہاری اپنی گھڑی ہوئی ہے جسے تم اپنے منہ سے نکال رہے ہو (یہ باطل اور بے بنیاد بات ہے) لیکن خداوند تو جو فرماتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور خدا ہی سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا ہے"۔

ہم نے ہر اعتراض کا جواب دیا ہے اور ہر جواب کی بنیاد اور اساس قرآن ہی ہے پس تمام اعمال جن کا ذکر کیا گیا ہے انہیں شرک اور بدعت قرار نہیں دے سکتے

بعض دفعہ غیر خدا کا سجدہ بھی توحید خالص ہوتی ہے

اس سے بڑی بات یہ ہے کہ بعض اوقات غیر خدا کا سجدہ کرنا نہ فقط شرک نہیں ہوتا بلکہ سجدہ کرنے والا توحید پرست ہوتا ہے ہم نے پہلے کہا ہے جب خداوند کسی عمل کی اجازت دے دے یا کسی کام کرنے کا حکم صادر فرمادے تو پھر وہ عمل خداوند کے حکم کی اطاعت ہوگا وہ توحید خالص قرار پائے گا نہ کہ شرک۔

حضرت آدمؑ پر سجدہ

خداوند فرمارہا ہے کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ پر سجدہ کریں (سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۴) ''تم اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کیلئے سجدہ کریں ابلیس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا اس نے تکبر اور غرور کیا اور اس حکم کی مخالفت کرنے پر (ابلیس) کافروں سے ہوگیا''۔

آپ اس جگہ دیکھیں کہ حضرت آدمؑ غیر خدا ہیں فرشتے ان کا سجدہ کررہے ہیں اس آیت کی روشنی میں حضرت آدمؑ مسجود ملائکہ بنتے ہیں اب فرق نہیں پڑتا کہ آدمؑ پر سجدہ کیا گیا ہو یا آدمؑ کی جانب وسمت سجدہ کیا گیا ہو، یا آدمؑ کیلئے سجدہ ہو، بہر حال سجدہ جس کیلئے ہوا وہ حضرت آدمؑ ہی تھے، ملائکہ سجدہ کرنے والے اور جس کا سجدہ ہورہا ہے وہ حضرت آدمؑ ہیں...... اس جگہ ابلیسی سوچ توحید پرستی کی کچھ اور تھی وہ خدا کیلئے خود خدا سے بڑھ کر توحید پرستی کا قائل تھا جیسا کہ آج کل ابلیسی سوچ رکھنے والے بعض

نام نہاد ملاؤں کا حال ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں جس نے سجدہ نہیں کیا وہ کافر ہوا جنہوں نے سجدہ کیا وہ توحید پرست اور موحد ٹھہرے کیونکہ یہ عمل خد کے امر اور اجازت سے تھا کیونکہ حضرت آدمؑ پر سجدہ درحقیقت اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا اور خدا کے حکم کے سامنے خاضع اور خاشع ہونا ہے گویا کہ اس جگہ سجدہ درحقیقت خدا کیلئے اور خدا کے حکم کی تعمیل میں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) اور زندیق کا سوال

چنانچہ اسی مطلب کا سوال ایک زندیق نے حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے کیا...... کیا سجدہ غیر خدا کیلئے کرنا جائز ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا...... نہیں

زندیق: تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کیلئے سجدہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟

حضرتؑ نے فرمایا

اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں کہ جس شخص کو اللہ کے حکم سے سجدہ کیا ہے تو اس نے اللہ ہی کا سجدہ کیا ہے کیونکہ ایسا سجدہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہوا ہے (الاحتجاج ج ۲ ص ۳۳۹)

خانہ خدا کا طواف

خداوند کے گھر کا طواف کرنا چاہے واجب ہو یا مستحب...... اس بارے روایات موجود ہیں (وسائل الشیعہ ج ۵ ص ۳۹۳ حدیث ۱۷۸۰۷) میں ہے جس کسی نے خدا کے گھر کا طواف مکمل کیا تو گویا وہ اپنے تمام گناہوں سے باہر نکل آیا۔

اہل سنت کی (کتاب المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۲۵۹) میں ہے خانہ خدا کا طواف

کرنا ثواب کے لحاظ سے نماز کی مانند ہے۔

پس طواف کرنا، پتھروں کے گرد گھومنا اور انکے سامنے خشوع وخضوع کرنا نہ انسان کو فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان دے سکتا ہے لیکن ایسا عمل کرنا اللہ کے حکم سے ہے اللہ کی اجازت سے ہے پس یہ عمل توحید خالص ہے اللہ کے فرمان کی تعمیل ہے یہ عبادت بھی قرار پاتا ہے اس کا ثواب بھی ہے اور اسکا فائدہ بھی......اسی طرح ان کی توہین کرنا جرم محسوب ہوگا اور گناہ کبیرہ ہے۔

زندہ سے سوال کرنا اور بات ہے

مردہ سے حاجت مانگنا اور بات ہے

اس جگہ ایک اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے گذشتہ بیانات میں جو مثالیں پیش کی ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے اپنے گناہوں کی معافی کیلئے حضرت یعقوبؑ کو واسطہ اور وسیلہ بنایا (سورہ نساء آیت ۶۴) یا حضرت موسیٰؑ سے کسی شخص کا مدد طلب کرنا (سورہ قصص آیت ۱۵)

اور حضرت عیسیٰؑ کے توسط سے مریضوں کو شفا یابی (سورہ آل عمران آیت ۴۹)

اور پیراہن یوسف کی برکت سے حضرت یعقوبؑ کو شفا ملنا (سورہ یوسف آیات ۹۳ تا ۹۶)

یہ سب مثالیں ان بزرگواران اور انبیاء ورسل اللہ کی زندگانی سے متعلق ہیں ہم اسے قبول کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا، ان سے شفاء چاہنا، ان کی زندگانی میں ٹھیک ہے انکار نہیں......لیکن جب دنیا سے انسان چلا جائے تو پھر اس سے کچھ کام انجام نہیں پاسکتا، وہ کسی کام کا نہیں رہتا، نہ وہ کچھ سنتا ہے اور نہ ہی کچھ دیکھتا ہے، تو پھر

اس سے کیسے توسل کر سکتے ہیں جب وہ نہ سنتا ہے، نہ سمجھتا ہے، اس سے حاجت طلبی کیسی اور شفاء بھی کیسے ممکن ہے؟

زندہ اور مردہ میں فرق نہیں

ہم قرآن اور سنی، شیعہ کے ہاں مسلمہ احادیث سے ثابت کرتے ہیں کہ اس حوالے سے زندہ اور مردہ میں فرق نہیں ہے، اولیاء اللہ کا اللہ کے ہاں شان اور مرتبہ ہے جیسا کہ (سورہ آل عمران کی آیت ۴۵) میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہے وہ اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ اور شان والے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور وہ تو مقربین سے ہیں عالم برزخ میں ان سے توسل ہوسکتا ہے ان کے آثار کے ذریعہ بھی توسل ہوسکتا ہے۔

اور اس سے نتیجہ لے سکتے ہیں کیونکہ جو مر جاتا ہے تو اسکا بدن مردہ ہوتا ہے وہ مٹی میں چلا جاتا ہے لیکن اسکی اصل جو روح اور اسکی جان ہے وہ باقی رہتی ہے۔

ہم جس وقت مدد مانگتے ہیں شفا چاہتے ہیں حاجت طلب کرتے ہیں تو ہم انکی ارواح سے مدد مانگ رہے ہوتے ہیں جو ان کی حقیقت اور اصل ہے اور وہ تو باقی ہے اور زندہ ہے وہ ہماری گفتگو کو سنتے ہیں، ہمیں دیکھتے ہیں، ہمیں جواب بھی دیتے ہیں انکا اس دنیا سے رابطہ اور تعلق ختم نہیں ہوا یہ مطلب آج سائنسی علوم نے ثابت کر دیا ہے لیکن قرآنی آیات اور روایات سے بھی یہ بات ثابت ہے (سورہ آل عمران آیت ۱۶۹ تا ۱۷۱)

جو لوگ قتل کر دیئے گئے ہیں انکو مردہ خیال مت کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے انکو رزق دیا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے جو کچھ عطاء

کیا ہے وہ اس پر خوش ہیں اوران کے پیچھے رہ جانے والے جوابھی تک ان سے ملحق نہیں ہوئے انہیں بشارت دیتے ہیں کہ آگاہ رہوان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی وہ محزون ہیں، وہ بشارت دیتے ہیں اللہ کی جانب سے نعمت کی اور اللہ کے فضل کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے اجر اور انکے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔

یہ آیت تو شہداء کے بارے ہے کہ

ا۔ وہ زندہ ہیں۔۲۔ انہیں روزی دی جاتی ہے۔۳۔ وہ خوشحال ہیں۔۴۔ بشارت انکے لئے دی جاتی ہے اور وہ بھی پیچھے رہ جانے والوں کو خوش خبری دینے کی بات کرتے ہیں۔

غیر شہداء کیلئے سورہ یٰسین میں ہے آیت ۲۶، ۲۷ میں ہے

جب ایک مومن مر گیا تو اس کی زبان سے یہ جملے ادا ہور ہے ہیں

اس (مرنے والے نے) نے کہا کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ میرے رب نے میرے لئے مغفرت دی ہے اور یہ کہ مجھے مکرم ومحترم بنادیا ہے۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ شخص حبیب نجار تھے کہ جب وہ دنیا سے چلا گیا تو اس نے عالم برزخ میں اللہ کی نعمتوں اور خدائی انعامات کا مشاہدہ کیا تو اس نے یہ جملے اپنی زبان پر جاری کئے۔

ان دو آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ عالم برزخ میں شہداء اور غیر شہداء جو کہ صالحین سے ہیں وہ زندہ ہیں اور انہیں اس دنیا کے بارے بھی خبر ہے اور وہ اس کے حالات سے واقف ہیں۔

حیات برزخی فقط نیکو کاروں کیلئے نہیں ہے

حیات برزخی جس طرح صالحین اور نیکوکاروں کیلئے ہے اسی طرح بدکاروں اور گناہگاروں کیلئے بھی ہے

سورہ غافر آیت ۴۶ (انکا عذاب) ''وہ آگ ہے جو صبح شام ان پر ڈالی جاتی ہے اور جس دن قیامت بپا ہوگی (تو اس دن فرمان جاری ہوگا) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں وارد کردو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ عالم برزخ میں زندہ ہیں اسی لئے تو صبح وشام ان پر آگ لائی جاتی ہے۔

(سورہ اعراف آیت ۷۹،۷۸،۷۷) سرانجام زمین لرزہ نے انکو گھیر لیا اور صبح ہوتے ہی وہ بے جان جسم تھے جو اپنے گھروں میں پڑے تھے۔

جناب صالح نبی، ان سے منہ پھیر کر چلے گئے اور یہ جملے ان کی بے جان لاشوں پر کہے ''اے میری قوم میں نے تو تمہارے لئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہارے لئے نصیحت کی اور تمہاری خیر چاہی لیکن میں کیا کرسکتا ہوں کہ تم خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے تھے''۔

اس آیت میں آپ دیکھیں کہ پیغمبر صالح اپنی قوم کے ساتھ انکے مرنے اور ہلاک ہوجانے کے بعد انکی لاشوں پر کھڑے ہوکر ان سے باتیں کررہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ عالم برزخ میں زندہ ہیں اور اس کی بات کو سن رہے ہیں وگرنہ ایک مردہ جو بے جان ہے اس سے بات کرتا جو سنتا نہیں ایک بے ہودہ عمل ہوگا جو کہ کسی

پیغمبر کو زیب نہیں دیتا کہ وہ عبث اور بیہودہ یا بے فائدہ کام کریں اور خداوند بھی قرآن مجید بیہودہ اور غلط باتوں کو نقل نہیں کرتا۔ اور آیات بھی ہیں جن میں انبیاء کا مردوں سے بات کا تذکرہ ہوا ہے...... جیسے حضرت شعیبؑ کا اپنی ہلاک شدہ قوم سے گفتگو کرنا سورہ اعراف آیت ۹۱ تا ۹۳ یا زخرف کی آیت ۴۵ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے فرما رہا ہے کہ وہ گزشتہ انبیاء سے گفتگو کریں۔

احادیث کی روشنی میں ارواح سے ارتباط

رسول اللہؐ کا مردوں سے گفتگو کرنا

صحیح بخاری میں روایت ہوئی ہے پیغمبر اکرمؐ بدر کنوئیں کے کنارے پر آ کر کھڑے ہو گئے مشرکین سے مخاطب ہوئے جن کے مردہ جسموں کو اس گند میں ڈالا گیا تھا اور آپ نے فرمایا تم سب رسول اللہ کے برے ہمسایے تھے تم نے اسے اپنے گھر اور وطن سے باہر نکال دیا پھر اسکے خلاف اکٹھے ہو گئے اس کے ساتھ نے جنگ کی سچ بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ مجھے دیا تھا میں نے اسے برحق پایا...... ایک شخص جو وہاں کھڑا تھا اس نے یہ سن کر فرمایا کہ یا رسول اللہؐ آپ کی یہ گفتگو کرنا کیسا ہے؟ جبکہ وہ مردہ ہیں ختم ہو گئے ہیں...... تو حضرت نے جواب میں فرمایا! خدا کی قسم تو ان سے بہتر نہیں سن سکتا یعنی ان کی قوت شنوائی اب پہلے سے زیادہ طاقتور ہے۔

امیر المومنین (علیہ السلام) کا مردوں سے گفتگو کرنا

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے جب جنگ جمل اختتام کو پہنچ چکی حضرت امیر

المومنین علی (علیہ السلام) قاضی بصرہ "سور" کے بیٹے "کعب" جو جنگ میں مارا گیا تھا جب اس کے قریب سے گزرے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کعب بن سور کو اٹھا کر بیٹھا دو چنانچہ دو آدمیوں نے اس کی لاش کو اٹھا کر سامنے کر دیا تو حضرت امیر المومنینؑ نے اس سے یوں گفتگو فرمائی اے کعب بن سور خداوند نے جو میرے لئے وعدہ دیا تھا میں نے اسے برحق پایا کیا جو وعدہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا تھا تم نے بھی اسے سچ پایا ہے پھر آپ نے فرمایا! اب اسے لیٹا دو...... تھوڑے فاصلہ پر طلحہ بن عبید اللہ کی لاش پڑی تھی حضرت اس پر گئے اور وہی جملے اس سے کہے جو کعب سے کہے تھے وہاں پر ایک آدمی موجود تھا اس نے عرض کیا یا امیر المومنینؑ ان دو مردوں سے آپ کی گفتگو کرنے کا کیا مقصد ہے جب کہ وہ مر چکے ہیں اور کچھ بھی نہیں سنتے تو آپ نے فرمایا جس طرح بدر کنوئیں والوں نے رسول اللہ کی بات کو سن لیا تھا اسی طرح انہوں نے بھی میری بات کو سن لیا ہے۔

(الارشاد حرب الجمل ص ۱۹۵) حق الیقین عبد اللہ شبر ج ۲ ص ۷۳)

ان دو روایات کے علاوہ بہت ساری اور روایات ہیں جس میں مردوں پر سلام بھیجا گیا ہے ان سے گفتگو کی گئی ہے اہل سنت کی کتابوں سے صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۳ باب مابقال عند دخول القبر وسنن نسائی ج ۳ ص ۷۶ اور سنن ابی داؤد میں ہیں۔

ان سب دلائل کے علاوہ تمام مسلمانوں کے ہاں مذہبی اختلافات کے باوجود سب متفق ہیں کہ نماز میں پیغمبر اکرمؐ پر اس طرح سلام بھیجتے ہیں

السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبركاته

بلکہ ایک روایت میں یہاں تک بیان ہوا ہے کوئی مجھ پر سلام نہیں بھیجتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ

میری روح کو میرے پاس واپس بھیجتا ہے اور میں اس سلام کرنے والا کا جواب دیتا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مجھ پر صلوات بھیجا کرو تم جہاں بھی ہو گے تمہاری صلوات مجھ تک پہنچ جاتی ہے (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۰۸ کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۸)

شیعہ روایات میں یہ مطلب واضحات اور مسلمات سے ہے آئمہ ہدیٰ ؑ کی بعض زیارات میں ہے۔

اور میں (اے اللہ) یہ جانتا ہوں کہ تیرے رسول اللہ، تیرے خلفاء (علیہم السلام) زندہ ہیں تیری جانب سے روزی حاصل کرتے ہیں میری جگہ دیکھتے ہیں میری بات سنتے ہیں میرا جواب دیتے ہیں (مفاتیح الجنان ص ۲۱۱)

نتیجہ

گزشتہ بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ اور مقربان درگاہ ایزدی کیلئے اس دنیاوی زندگی میں موجود ہونا یا اس دنیاوی زندگی میں نہ ہونا کچھ فرق نہیں کرتا ہم ان سے توسل کریں، انہیں خدا کے حضور وسیلہ بنائیں، ان کی خدمت میں اپنی حاجات پیش کریں ......وہ ہمارے لئے حاجت روائی بھی کریں گے، شفاء بھی خدا کی اجازت سے دیں گے وہ ہستیاں ہمارے اور خدا کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں کوئی شرعی اشکال نہیں ہے کہ انسان ان کے واسطہ سے اپنی حاجات کو حاصل کرے

توسل کے دو حقیقی واقعات

ہم اپنے ان تمام بیانات جو غیر خدا سے توسل کرنے کے متعلق تحریر کئے ہیں

اس کے خاتمہ پر دو حقیقی واقعات بطور نمونہ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح توسل کے نتیجہ میں حاجت روائی ہوتی ہے تا کہ ان نمونوں کو پڑھ کر پاک دل اور صاف ذہن کے مومنین کے ایمان میں اضافہ ہو اور توسل کی اہمیت کو وہ عین الیقین سے جان لیں۔

پہلا واقعہ

عسقلانی نے اپنی کتاب المواہب از کتب اہل سنت میں حسن بصری سے روایت کیا ہے "حاتم اصم" رسول اللہ کی قبر کے اوپر کھڑا ہوا اور اس نے اس طرح اپنے خداوند سے عرض کیا خداوندا!! ہم نے تیرے پیغمبر کی زیارت کی ہے پس تو ہمیں اس جگہ سے ناامید واپس نہ پلٹا...... اس کے سوال پر نداء آئی ہم نے اپنے حبیب کی قبر کی زیارت کرنے کی تمہیں توفیق نہیں دی مگر یہ کہ تمہیں قبول کیا تو یہ توفیق تمہارے حصہ میں آئی ہے پس تم اور جیسے زائرین تمہارے ہمراہ ہیں سب کے گناہ معاف کردے گئے ہیں۔ (المواہب اللدنیہ بالمحمدیہ ج ۴ ص ۵۸۴)

امام شافعی کا اہل بیتؑ پیغمبرؐ سے توسل کرنا

ابن حجر جو کہ متعصب علماء اہل سنت سے ہے اس نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ ص ۱۸۰ میں امام شافعی (محمد بن ادریس امام فرقہ شافعی) کے اشعار نقل کئے ہیں ان میں یہ اشعار بھی ہیں۔

آل النبی ذریعتی　　وهم الیه وسیلتی
ارجو بهم اعطی غدا　　ید الیمین صحیفتی

آل نبی میرا ذریعہ ہیں اور وہی خدا تک جانے کا میرے لئے وسیلہ ہیں میں انکے

توسل سے یہ امید کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن میری کتاب مجھے میرے دائیں ہاتھ دی جائے گی۔

نتیجہ

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ قدیم الایام...... سے اولیاء اللہ سے، پیغمبر اکرمؐ سے ان کی آل سے، توسل کرنا تمام مسلمانوں کا شیوہ اور عمل رہا ہے جس طرح اہل سنت میں تھا اسی طرح شیعہ میں ہے یہ نئے لوگ جو باہر سے اسلام میں وارد ہوئے ہیں جو آج توسل کرنے کا مذاق اڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ براہِ راست خدا سے مانگا جائے یا دنیاوی حاجات ان ذوات مقدسہ سے مانگنے منع کر رہے ہیں درحقیقت اس سے لوگ نافہم ہیں، قرآن سے ناآشناء ہیں، دین سے بیگانہ ہیں یا پھر اغیار کی ایجنٹی کر رہے ہیں۔

ایک بوڑھے نابینا کا امیر المومنین (علیہ السلام) سے توسل کرنا

علامہ مجلسیؒ جو علماء شیعہ کے سر کا تاج ہیں انہوں نے شیخ حسین غروی سے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے ایک عرصہ سے اہل تکریت سے ایک نابینا شخص حرم امیر المومنین (علیہ السلام) میں آتا تھا بڑھاپے میں اسکی بینائی جاتی رہی تھی اس کی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اور آنکھوں کا اندرونی حصہ باہر نکل کر چہرے پر آ چکا تھا وہ اس فلاکت بار حالت میں حرم امیر المومنینؑ میں آتا تھا اور حضرت سے درخواست کرتا تھا البتہ حضرت سے گفتگو کے دوران کوئی اچھے جملے بھی ادا نہیں کرتا تھا کبھی کبھی میرے ذہن میں آتا کہ اسے منع کروں کہ مولا امیر المومنینؑ کو اس طرح کے الفاظ سے خطاب مت کرو

پھر خیال آتا کہ ایک مصیبت زدہ سے ایسے جملے کے علاوہ کچھ انتظار نہیں ہونا چاہیے یہ قابل رحم ہے اسے چھوڑو، جو کہتا ہے کہنے دو اسے...... ایک عرصہ اسی طرح گزر گیا، ایک دن جب میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا (اس دور میں طلباء کرام مولا امیر المومنینؑ کے صحن میں کمروں میں رہتے تھے) تو اچانک چیخنے چلانے کی آواز بلند ہوئی، میں نے تو ایسے خیال کیا کہ شاید حرم میں کوئی قتل ہو گیا ہے، میں اپنے کمرے سے باہر نکلا اور حرم کی طرف چل دیا کہ معلوم کروں کیا ماجرا ہے مجھے بتایا گیا کہ اس جگہ ایک نابینا شخص تھا اسے دوبارہ آنکھیں مل گئی ہیں مجھے امید لگی کہ شاید وہ تکریت والا بوڑھا ہی ہوگا جو اتنے عرصہ سے حرم کے چکر لگا رہا تھا جب میں ضریح کے قریب گیا دیکھا کہ وہی پیر مرد ہے اسکی آنکھیں پہلے سے بہتر حالت میں اسے واپس مل چکی ہیں میں نے اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کیا (بحار الانوار ج ۴۲ ص ۳۱۷)

اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں جو کتب میں موجود ہیں اور آج بھی مدینہ منورہ، نجف اشرف، کاظمین، سامرہ، مشہد مقدس، قم المقدسہ، کربلا معلیٰ، غرض اولیاء اللہ کے مزارات بلکہ جلوس ہائے عزاداری کے دوران مقامات مقدسہ سے دور رہنے والے حاجت مند افراد جب بھی کسی امام سے یا امام زادے سے یا کسی ولی اللہ کے مزار سے توسل کرتے ہیں، انکی حاجات پوری ہوتی ہیں، مشکلات حل ہو جاتی ہیں، بیماروں کو شفا ملتی ہے البتہ اس سب کیلئے چشم بینا، کان شنواء اور دل آگاہ چاہیے، دل کے اندھوں کیلئے یہ سب خیال ہے اور وہم ہے۔

خداوند سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پاک حبیبؐ اور انکی آل اطہر کے صدقہ میں متوسلین سے قرار دے اور ایک لحہ کیلئے بھی ہمیں ان کے توسل سے محروم نہ فرمائے۔

عنوان

اہل بیتؑ کے دشمنوں سے

برأت

''دشمنان اہل بیتؑ پر لعنت کہنا یہ ایک سازش ہے جو
ایک ظلم ہے''۔

(شرف الدین)

''دشمنان اہل بیتؑ سے برأت کا ورد کرنا ذکر خیر ہے''

(حضرت امام جعفر صادقؑ)

شرف الدین عقائد ورسومات میں لکھتے ہیں

عزاداری پر عزادران کا ظلم اور مظاہر ظلم برامت

ان عناوین کے تحت رقمطراز ہیں۔

عقائد ورسومات شیعہ کے ص۹۲ پر لکھتے ہیں۔

چنانچہ فضائل ومناقب اہل بیتؑ کی مجالس میں خلفاء پر سب وشتم اور لعنت کرنے کی وجہ سے دوسرے مسالک کے افراد مجالس میں شرکت کرتے ہیں انہیں شرمندہ کرنا، انہیں وہاں سے دور کرنا درحقیقت آئمہ طاہرینؑ کو کنارے لگانے اور ان کی حقانیت کی آواز کو دبانے کی ایک سازش ہے جو ایک ظلم ہے۔

عقائد ورسومات شیعہ ص۹۰ پر لکھتے ہیں۔

ظلم بر شخص امامؑ

یہ ظلم بنی امیہ نے روا رکھا چالیس سال جمعہ وجماعت کے منابر اسلام سے علیؑ کو لعن، سب وشتم کا نشانہ بنایا لیکن حیرت ہے بنی امیہ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے آج شیعہ بغیر کسی سند آیہ قرآن، فرمان اور سیرت آئمہؑ کے...... منبر حسینی کو سب خلفاء کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں جو کہ آئمہ طاہرینؑ کی سیرت کے خلاف ہے۔

عقائد ورسومات شیعہ ص۱۵۵ پر کہتے ہیں۔

ہمارے قرب وجوار اور گزرگاہوں کے قریب رہنے والوں پر ظلم ہورہا ہے ملک میں رہنے والی اکثریت کے پیشواؤں کو بلند آواز میں سب وشتم کیا جاتا ہے۔

عقائد ورسومات شیعہ کے ص۱۰۵ پر لکھتے ہیں۔

دشمنانِ اہل بیتؑ

ہماری محافل ومجالس میں بلند ہونے والا ایک پسندیدہ نعرہ ''دشمنان اہل بیتؑ پر لعنت'' ہے۔

اسی طرح ایک نعرہ علیؑ کی طرز زندگی منافقت کی موت ہے بھی ہے۔

ان دونوں نعروں میں اس وقت شدت آتی ہے جب مجلس میں کوئی اہل سنت والجماعت کے شرکاء یا محترم شخصیت موجود ہو جلسے جلوس کو سر گرم رکھنے، جذبات کو اُبھارنے میں نعرہ چند خاص شرائط کے تحت ایک کردار رکھتا ہے لیکن کبھی یہ اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرنے کی بجائے نعرہ لگانے والوں کو حماقت اور خباثت باطن کی بھی عکاسی کرتا ہے۔یہی عبارت افق گفتگو ص ۶ ۷۵ تا ۷۷ ۵ پر بھی نقل ہے۔

تبصرہ

اس تحریر میں شرف الدین نے جو اتہام بازی شیعیان علی اور عزاداران امام حسین (علیہ السلام) پر کی ہے ہم اس کا شکوہ رب رحمان سے کرتے ہیں اور ان سے جو اللہ کی حجت اس کے بندگان پر ہیں حضرت ولی عصرؑ کی خدمت میں شکایت درج کراتے ہیں۔

ہماری مجالس اور محافل میں کسی فرقہ کے بزرگ کو گالیاں نہیں دی جاتیں اور نہ ہی ہمارا مسلک اس بات کی اجازت دیتا ہے ہمارے علماء کرام اور دانشور حضرات نے اس بات کی ہمیشہ نفی کی ہے ہماری مجالس میں اہل سنت علماء شریک ہوتے ہیں بلکہ اس وقت پنجاب میں بہت سارے اہل سنت علماء ایسے موجود ہیں جو باقاعدہ مجالس

عزاداری میں شریک ہوکر عزاداروں کو مجالس سناتے ہیں اگر شرف الدین کی تحریر حقیقت پر مبنی ہوتی تو پھر ایسے مناظر ہمیں دیکھنے کو نہ ملتے...... شیعہ مجالس میں جو باتیں شرف الدین کو نظر آئی ہیں کیا وہ اہل سنت کے بزرگ علماء کو نظر نہیں آئیں وہ بلا جھجک شیعہ اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں...... شرف الدین صاحب کا ایسا لکھنا درحقیقت دشمن کے پروپیگنڈہ میں آکر وہ دشمن کی زبان میں بات کر رہے ہیں وگرنہ روزانہ پاکستان کے طول وعرض میں سینکڑوں کی تعداد میں ہر قریہ، ہر بستی میں مجالس عزا کا سلسلہ جاری ہے اور شیعوں کے ساتھ اہل سنت بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں اگر عزاداری کی مجالس میں ایسا کوئی عمل ہوتا جیسا کہ شرف الدین نے لکھا ہے تو پھر مخصوص گروہ کا پروپیگنڈہ کامیاب ہوجاتا اور گھر گھر شیعہ سنی لڑائی ہوتی، شیعہ سنی کے رشتے ناطے ٹوٹ جاتے وہ ایک دوسرے کے جنازوں میں شرکت نہ کرتے اور نہ ہی متحدہ مجلس عمل کا پلیٹ فارم تشکیل پاتا۔ ایک مخصوص گروہ نے پندرہ سال یہی باتیں کیں جو آج شرف الدین صاحب لکھ رہے ہیں لیکن جو کچھ انہوں نے کہا وہ ہمارے معاشرہ میں موجود نہ تھا جس وجہ سے انہیں بری طرح ناکامی ہوئی لیکن مقام افسوس ہے کہ اس مخصوص گروہ کی ناکامی کے بعد اب ان کی ایجنٹی شرف الدین صاحب نے سنبھال لی ہے اس نے مذہب شیعہ میں آستین کا سانپ بن کر مملکت خداداد پاکستان میں شیعہ سنی کو لڑانے کی مذموم کوشش کی ہے اور ایسی لایعنی گفتگو کی ہے کہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باقی رہا اصل مسئلہ کہ اسلام میں لعنت بھیجنا یا دشمنان خدا، دشمنان رسول، دشمنان دین، دشمنان خلفاء اللہ، دشمنان اولیاء اللہ، دشمنان اہل البیتؑ سے نفرت کا

اظہار کرنا، ان پر نفرین کرنا، ان پر لعنت بھیجنا تو یہ اسلامی عقائد سے ہے اور تمام مسلمان فرقوں میں یہ سلسلہ رائج ہے اس عمل برائت، لعنت بر دشمنان اسلام اور دشمنان اہل البیتؑ کے جواز بلکہ پسندیدہ عمل ہونے کے حوالہ جات آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

دشمن رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لعنت بھیجنا قرآنی حکم ہے

سورہ احزاب آیت ۵۷ میں ہے ان الذین یوذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة واعدلهم عذابا مهینا"

جو لوگ اللہ کو اور اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجی ہے اور انکے لئے رسوا اور ذلیل کرنے والا عذاب تیار و آمادہ ہے۔

معلوم ہے اللہ تعالیٰ اس امر سے منزہ اور پاک ہے کہ اسے کسی کی بات سے اذیت یا تکلیف پہنچ سکے، خداوند ایسی ہر بات سے پاک ومنزہ ہے جس میں نقص وعیب و تذلیل کا شائبہ تک ہو پس اللہ کا رسول کے ہمراہ ذکر کیا جانا اور رسول اللہ کو اذیت پہنچانے میں اللہ کو بھی اس اذیت میں شریک قرار دینا اس میں رسول اللہ کی عظمت اور انکا احترام مدنظر ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے رسول اللہ کو اذیت دینے کا قصد وارادہ کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانے کا قصد وارادہ کیا کیونکہ رسول اس لحاظ سے کہ وہ رسول ہیں انکا اپنے رب سے جدا کوئی مقام اور حیثیت نہیں ہے انہیں اذیت اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اللہ کے نمائندے اور اسکے رسول ہیں پس جس کسی نے رسول کو اذیت دینے کا ارادہ کیا تو گویا اس نے رسول کے رب،

اللہ تبارک وتعالیٰ کو اذیت دینے کا قصد کیا...... اس آیت سے واضح ہے کہ رسول اللہ کی اذیت اللہ کی اذیت ہے۔

رحمت اور لعنت کا معنی

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں ایسے افراد پر لعنت بھیجنے کا اعلان فرمایا ہے اور وعدہ دیا ہے جو رسول اللہ کو اذیت دیکر اللہ تعالیٰ کو اذیت دیتے ہیں لعنت کا معنی رحمت سے کسی کو دور کر دینا کیونکہ رحمت مومنین کیلئے مخصوص ہے اور رحمت کا معنی مومنین کو حق کا معتقد بنانے اور حقیقت ایمان سے انکو آشناء کرنے کیلئے راہنمائی اور ہدایت دینا ہے اور اسکا نتیجہ عمل صالح کی شکل میں حاصل ہوتا ہے۔

دنیا میں لعنت کا معنی

دنیا میں کسی کو رحمت سے دور کرنے کا مطلب اس شخص کو رحمت سے محروم رکھنا ہے اور یہ سزا اس کے عمل کی جزاء اور بدلہ ہوتا ہے اور اس کی بازگشت انکے دلوں کا مہر زدہ ہو جانا ہے جیسا کہ سورہ مائدۃ آیت ۱۳ میں ہے اللہ کا فرمان ہے ہم نے ان پر لعنت بھیجی اور انکے دلوں کو سخت کر دیا سورہ نساء آیت ۴۶ لیکن اللہ تعالیٰ انکے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی ہے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ہرگز بہت تھوڑے سورہ محمد آیت ۲۳ میں ہے وہ لوگ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی پس انہیں بہرہ اور اندھا بنا دیا۔

آخرت میں لعنت کا معنی

آخرت کی لعنت یہ ہے کہ وہ آخرت میں اللہ کے قرب سے محروم ہونگے سورہ مطففین آیت ۱۵ میں ہے یہ بات یقینی ہے اور اس میں کسی قسم کی نرمی وگنجائش نہیں ہے کہ وہ لوگ اس دن (بروز قیامت) اپنے رب سے محجوب ہوں یعنی اپنے رب سے دور ہونگے انکے اور انکے رب کے درمیان پردہ وحجاب حائل ہوگا۔

ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی وعدہ دیا ہے کہ آخرت میں انکو ایسا عذاب دیا جائے گا جو انہیں ذلیل ورسوا کرنے والا ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے تکبر اور غرور کی وجہ سے اللہ اور اللہ کے رسول کی اہانت کرتے ہیں اور آخرت میں انہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جس میں انکی توہین ہورہی ہوگی وہ ذلت آمیز عذاب میں ہونگے۔

(تفسیر المیزان ج ۲۲ ص ۳۳۸، ۳۳۹)

سنت سے لعن ونفرین کرنے کا جواز

نہج الفصاحت میں حضور پاک کا خطبہ ۶۷ کا آخری جملہ کچھ اس طرح ہے جو اپنے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا باپ بنائے یا جو آزاد شدہ غلام اپنے آقا ومالک کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ اپنا انتساب کرے تو اس پر "اللہ کی لعنت ہے اللہ کے فرشتوں کی لعنت ہے"۔

دشمنانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ سے برأت کا ورد کرنا ذکرِ خیر ہے

تفسیر انوار النجف ج ۷ ص ۷ پر علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں۔

میں نے ایک روایت میں دیکھا ہے کہ معصومؑ ایک دفعہ بیت اللہ میں داخل ہوئے ایک شخص وہاں بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا آپؑ نے اس کو سلام کیا اور اس نے جواب دیا پھر دوبارہ تشریف لے گئے ایک شخص کچھ پڑھ رہا تھا آپؑ اس کے پاس سے گزر گئے اور اس کو سلام نہ کیا لوگوں نے دریافت کیا حضورؐ اس کی وجہ کیا ہے کہ پہلے شخص کو سلام دیا اور دوسرے شخص کو سلام نہیں دیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ پہلا شخص محمدؐ وآل محمدؐ پر درود پاک پڑھ رہا تھا اس لیے میں نے اس کو سلام دیا لیکن دوسرا محمدؐ وآل محمدؐ کے دشمنوں سے برأت کا ورد کر رہا تھا اس لیے میں نے اس کو سلام نہیں دیا تا کہ اس کے ذکرِ خیر میں رکاوٹ نہ ہو۔

تعقیبات نماز

دعاؤں کی قدیم وجدید کتب میں تعقیبات نماز میں دشمنانِ دین، دشمنانِ قرآن و اہل البیتؑ سے بیزاری اور لاتعلقی کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح حضرت امام حسین (علیہ السلام) کے قاتلوں پر لعنت بھیجنے کا حکم موجود ہے نہ فقط حکم موجود ہے بلکہ مفاتیح الجنان کے باب زیارات کو پڑھ کریں کہ جو زیارات آئمہ معصومین (علیہم السلام) کی اپنی انشاء کردہ ہیں ان میں ہر زیارت کا ایک حصہ دشمنانِ قرآن و اہل البیت سے لاتعلقی کا اعلان، انکے عمل سے بیزاری اور ان پر لعن ونفرین کی گئی ہے ہمارے لئے

حضور اکرمؐ اور انکے اوصیاء کا یہ عمل حجت ہے اور شیعیان علی (علیہ السلام) اسی روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہیں بلکہ ہمارے برادران اہل سنت میں یہ بات رائج ہے بالخصوص جب وہ ایام محرم میں مجالس امام حسین (علیہ السلام) کا انعقاد کرتے ہیں تو وہ بھی ان مجالس میں امام حسین (علیہ السلام) کے قاتلوں سے نفرت کا اظہار بھی کرتے ہیں اور ان پر لعن و نفرین بھی کرتے ہیں۔

اہل بیتؑ سے دشمنی رکھنے والے کے متعلق حضرت امام علی رضاؑ کا فرمان

صفات الشیعہ حدیث ۱۰ اص ۵۶ پر شیخ صدوق علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن افضال کہتے ہیں کہ امام علی رضاؑ نے فرمایا

''جو شخص ہمارے دھتکارے ہوئے سے نیکی کرے یا ہم سے وابستہ لوگوں سے دوری اختیار کرے یا اس شخص کی تعریف کرے جو ہمیں عیب لگاتا ہے یا ہمارے مخالف کا دم بھرے اور اسکی عزت واحترام کو ملحوظ رکھے وہ ہم سے نہیں نہ ہم سے نہیں نہ ہم اس سے کوئی تعلق رکھتے ہیں۔

کسی کے فعل پر راضی ہونے والا بھی اس کے ساتھ شریک ہے...... حضرت امام علی رضاؑ

عیون اخبار الرضا ج اص ۲۷۶ پر شیخ صدوق علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عبدالسلام بن صالح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضاؑ سے پوچھا فرزند

رسولؐ! آپؐ امام جعفر صادق (علیہ السلام) کے اس فرمان کے متعلق کیا فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا جب قائم آل محمد (ع) کا ظہور ہوگا تو وہ قاتلان حسینؑ کی اولاد کو ان کے آباء کے فعل کی وجہ سے قتل کریں گے تو امام علی رضا (علیہ السلام) نے فرمایا ''ایسا ہی ہوگا'' راوی نے پوچھا کہ مولاؑ ! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' (سورہ انعام آیت ۱۶۴ آخر مذکورہ حدیث اور اس آیت میں تطابق کیسے ہوسکتا ہے ؟ تو حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے تمام فرمان برحق ہیں قاتلان حسینؑ کی نسل کے قتل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آباء کے فعل پر راضی ہیں اور اس ظلم پر فخر کرتے ہیں اور جو شخص کسی کے فعل پر راضی ہو وہ اس کے فعل میں شریک تصور کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص مشرق میں کسی کو قتل کرے اور مغرب میں رہنے والا شخص اس کے فعل پر اپنی رضا مندی کا اظہار کرے تو وہ بھی اس قتل میں شریک سمجھا جائے گا اور قائم آل محمد (ع) بھی انہیں اس وجہ سے قتل کریں گے کہ وہ اپنے آباء کے اس فعل پر راضی ہیں۔

اہل بیتؑ کے دشمن کے بارے میں حتمی فیصلہ

وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۱۵۹ طبع جدید فلسفہ ولایت استاد شہید مطہری ص ۴۴ پر حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان نقل ہے کہ

''یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز کتے سے زیادہ نجس پیدا نہیں کی لیکن جو شخص ہم اہل بیتؑ سے دشمنی رکھے وہ کتے سے زیادہ نجس ہے''۔

حضرت رسول اللہؐ کی حدیث

''ہم نسل عبدالمطلب ہیں جس گھر نے ہم سے دشمنی کی وہ برباد ہوا اور جو کتا ہمیں بھونکا اسے خارش نے اپنی لپیٹ میں لے لیا'' (صحیفہ سادات طبع اول ص ۲۵۵)

معصومینؑ کی دشمن اہل بیتؑ کے بارے میں انتہاء پسندی

......آیت اللہ خامنہ روایت لکھتے ہیں

آیت اللہ خامنہ ای ہمارے آئمہ معصومینؑ اور سیاسی جدوجہد کے ص ۴۹ پر لکھتے ہیں

''ایک اور مسئلہ خلفائے وقت کا امامت اور شیعیان آل محمدؐ کا اس امر کی نزاکت کے پیش نظر مسلسل اس کی مخالفت کرنا ہے اور خود معصومینؑ اس امر ولایت و امامت میں دشمن کے سامنے انتہا پسند تھے کہ یہ ان کے الٰہی منصب پر حملہ ہوتا تھا مثال کے طور پر یہ واقعہ ہے جس کی اور مثالیں بھی موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

کثیر کا واقعہ

کثیر جو بنی امیہ کے پہلے دور کے صف اول کے شعراء میں سے ہے یعنی فرزدق، جریر، اخطل، جمیل اور نصیب وغیرہ کا ہم پلہ شمار کیا جاتا ہے...... یہ شیعہ تھا اور حضرت امام محمد باقرؑ کے عقیدت مندوں میں سے تھا ایک دن حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے......امامؑ نے شکایت کے لہجہ میں اس سے سوال کرتے ہیں کہ ''میں نے سنا ہے کہ تم نے عبدالملک بن مروان کی مدح سرائی کی ہے'' وہ ایک دم گھبرا کر امامؑ سے عرض کرتا ہے ''اے فرزند رسولؐ! میں نے اس کو امام ہدیٰ تو نہیں کہا

ہے ہاں میں نے اس کو شیر، سورج، سمندر، پہاڑ اور اژدھا جیسے خطابات ضرور دیئے ہیں اور کسی کیلئے درندہ ہونا یا جمادات سے قرار دیا جانا وغیرہ کوئی فضیلت کی بات تو نہیں ہے۔

اس طرح امامؑ کے سامنے کثیر اپنے عمل کی توجیہ پیش کرتا ہے اور امام محمد باقرؑ کے لبوں پر تبسم آ جاتا ہے اور تب شاعر آل محمد کمیت اسدی اٹھتا ہے اور وہ اپنا معروف ''قصیدہ ہاشمیہ'' سناتا ہے۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے آئمہ معصومینؑ...... عبدالملک جیسے کی مدح سرائی کے سلسلے میں کتنے حساس تھے اور دوسری طرف کثیر کے مثل آپؑ کے دوستوں کی حساسیت ''امام الہدیٰ'' پر مرکوز تھی''۔

حضرت امام حسینؑ کا شہزادہ علی اکبرؑ کے قاتل پر لعنت کرنا

تمام کتب مقاتل میں درج ہے کہ حضرت امام حسینؑ شہزادہ علی اکبرؑ کا سر مبارک گود میں لے کر ان کے مقدس چہرے سے خون صاف کرتے جاتے تھے اور رخسار مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے یہ فرماتے تھے

''یا بنی لعن اللہ قاتلیک ،قتل اللہ قوما قتلوک ما اجرأ هم علی النار وعلی انتهاک حرمة الرسول''

''اے بیٹا! اللہ تعالیٰ قوم جفا کار پر لعنت کرے جس نے تجھے شہید کیا انہیں کس چیز نے آتش جہنم میں داخل ہونے اور حرمت رسولؐ کی ہتک کرنے پر جرأت دلائی ہے''۔

عرش پر زر سے لکھا ہے کہ پنجتن کے دشمنوں پر اللہ کی لعنت ہے

شمس الاخبار علامہ بن حمید القرشی ص ۴۶ طبع مصر مقتل الحسینؑ الخوارزمی ص ۱۰۸ ج ا طبع مصر پر ہے کہ

''حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ شب معراج میں نے جنت کے دروازے پر آب زر سے نہیں بلکہ زر سے لکھا ہوا دیکھا

''لا الـه الا الله محمد رسول الله علی ولی الله فاطمه امة الله الحسن والحسین صفوة الله علی باغضیهم لعنت الله''

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ ان کے حبیب ہیں علیؑ ولی اللہ، فاطمہ (سلام اللہ علیہا) اللہ کی کنیز ہیں، حسنؑ اور حسینؑ اللہ کے چنے ہوئے برگزیدہ ہیں ان کے ساتھ بغض ودشمنی رکھنے والوں دشمنوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت امام حسین (علیہ السلام) کا اپنے قاتلوں اور مخالفین پر لعن ونفرین کرنا

عبداللہ بن حسن مثنی کی روز عاشور شہادت کے بعد امام حسین (علیہ السلام) نے ان الفاظ میں قاتلوں پر نفرین کی

ا۔ اے اللہ! ان (قاتلوں) سے آسمان کی بارش روک دے اے اللہ زمین کی برکتیں انہیں نصیب نہ ہوں......ان کی جماعت کو توڑ دے انہیں ایک دوسرے سے جدا جدا کردے حکمرانوں کو کبھی بھی ان سے راضی نہ فرما......

۲۔حضرت عباسؑ کی شہادت پر اشقیاء کو مخاطب ہو کر فرمایا ''تم لوگوں نے جس جرم کا ارتکاب کیا ہے تمہارے او پر سخت لعنت ہے اور اسی لئے تم اس جرم کی وجہ سے ذلت میں گرفتار ہو چکے ہو اور عنقریب ایسی آگ کی طرف جاؤ گے جس کی گرمی سخت ہے۔

۳۔حضرت قاسم (علیہ السلام) کی لاش پر یہ جملے فرمائے

''اے اللہ ان سب کو مصیبت میں گرفتار کر کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ اور ان کو بالکل معاف نہ فرما اور نہ ہی ان پر اپنی مغفرت نازل فرما''۔

۴۔زہیر بن قین کی شہادت کے موقع پر فرمایا

خدا کی لعنت تیرے قاتلوں پر ایسی لعنت کہ جیسی لعنت خدا نے گزشتہ زمانوں کے قاتلوں پر بھیجی جو مسخ ہو گئے اور خنزید اور بندروں کی شکل میں ہو گئے۔

۵۔حضرت علی اکبرؑ کو جہاد پر روانہ کرتے وقت فرمایا

''اے اللہ ! ان لوگوں پر سے زمین کی برکتیں روک دے ان کے درمیان سخت اختلاف ڈال دے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور انکے راستے ایک دوسرے سے جدا کر دے اور کبھی بھی ان سے حکمرانوں کو راضی نہ فرما کیونکہ انہوں نے ہمیں دعوت دی تا کہ وہ ہماری مدد کریں پھر انہوں نے ہمارے خلاف چڑھائی کر دی۔

۶۔عمر بن سعد کو مخاطب کر کے امام (علیہ السلام) نے فرمایا

اے عمر بن سعد...... اللہ تیرے رشتے توڑ ڈالے...... تیری نسل کو ختم کر دے تیرے کاروبار اور معاملات میں برکت نہ ڈالے، تیری نسل اس طرح ختم ہو جائے جس طرح تو نے علی اکبرؑ سے میری نسل ختم کی۔

۷۔حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر فرمایا

خدا قتل کرے اس گروہ کو جس نے (اے علی اکبرؑ) تجھے قتل کیا ہے...... تیرے قتل پر انہوں نے رسول اللہ کی حرمت کو پامال کیا ہے۔ (سخنان امام حسینؑ از مدینہ تا کربلاء)

۸۔ حضرت امام حسین (علیہ السلام) کا مالک بن یسر پر لعنت کرنا

خصائص حسینیہ میں آیت اللہ العظمٰی الشیخ جعفر شوستری ص ۱۲۴ پر لکھتے ہیں

''جب حضرت امام حسینؑ پر زبان کے ایسے زخم لگائے گئے جو تیر و شمشیر کے زخموں سے زیادہ کاری تھے تو آپؑ کا مزاج متغیر ہو گیا اور اس وقت آپؑ نے اس کیلئے بددعا کی مالک بن یسر، ان اشقیاء میں سے ایک تھا جس نے امامؑ کو تلوار سے زخمی کیا لیکن امامؑ نے اسے بددعا نہ دی لیکن جب اس نے ناسزا کہا تو حضرت امام حسینؑ نے اس پر لعنت کی۔

عنوان

محمدؐ وآل محمدؑ کا علم

آئمہؑ لوگوں کے چھپے ہوئے حالات جانتے ہیں یہ غلط ہے۔

(شرف الدین)

ہم زمین وآسمان کے مابین ہر شے کو جانتے ہیں۔

(معصومین علیہم السلام)

آئمہؑ لوگوں کے چھپے ہوئے حالات جانتے ہیں...... یہ غلط دعویٰ ہے......(شرف الدین)

عقائد ورسومات شیعہ کے ص ۹۷ پر لکھتے ہیں

لایعنی چیزوں میں آئمہ طاہرینؑ کی غیبت دانی

وہ آئمہ طاہرینؑ کہ جو مخزن علم نبیؐ، باب علم نبیؐ ہیں ان کے بارے میں اس قسم کی غیبت دانی کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آئمہؑ لوگوں کے اندر چھپے ہوئے حقائق کو جانتے ہیں ان سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے بعضوں نے تو کہا ہے یہ کائنات ان کی تخلیق سے یا انہوں نے تخلیق کائنات میں خدا کا ساتھ دیا ہے دنیا کی کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت نبی اکرمؐ کے بارے میں دریدہ دہنی

۞ اسی صفحہ ۹۷ کے آخر میں لکھتے ہیں ''خداوند عالم نے نبی اکرمؐ کو اسی علم سے مسلح کیا جس کیلئے انہیں مبعوث کیا گیا وہ علم، علم شریعت ہے تنہا علم شریعت میں پیغمبر اکرمؐ سے لاعلمی کو رفع کیا گیا نہ کہ دیگر علوم وفنون میں''

تبصرہ

آئمہ اہل البیت (علیہم السلام) کی کائنات سے متعلق معلومات رکھنے کی نفی کرنا عجیب بات ہے آج تو جدید سائنس کے ماہرین بھی کائناتی تحولات کے بارے میں

مستقبل کی معلومات دیتے ہیں جو بالکل درست ثابت ہوتی ہیں پس وہ ہستیاں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا مخزن بنایا ہے اور جن کے وجود سے کائنات کی بقاء کو قرار دیا ہے وہ بھلا کس طرح کائنات میں قیامت تک رونما ہونے والے واقعات و حالات سے آگاہ نہ ہوں اور مخلوقات کے متعلق انہیں معلومات کیوں نہ ہوں؟ ایسا عقیدہ نہ توحید سے متصادم ہے اور نہ ہی یہ خلاف واقع ہے اس بارے مستند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر ا:

حضرت امام زمانہؑ کی توقیع مبارک بنام شیخ مفید

تم لوگوں کی کوئی بات ہم سے چھپی نہیں ہے

بحار الانوار ج ۱۲ ص ۷۶۴ مترجم سے اقتباس تحریر کر رہے ہیں شیخ مفید علیہ الرحمہ کے نام حضرت ولی العصرؑ تحریر فرماتے ہیں۔

''ہم ظالموں کی آبادی سے دور اپنے مقام پر قیام رکھتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر اس میں ہماری اور ہمارے شیعوں کی بہتری ہے کہ جب تک دنیا کی حکومت فاسقوں کے پاس ہے ہم ان کی دسترس سے دور رہیں۔

مگر اس کے باوجود تم لوگوں کے حالات کا ہمیں علم ہوتا ہے اور تم لوگوں کی کوئی بات ہم سے چھپی نہیں ہے ہمیں تم لوگوں کی لغزشوں کا علم اس وقت سے ہے جب سے تم میں سے اکثر اس طرف مائل ہو گئے جس سے اسلاف صالحین ہمیشہ دور

رہے اوران سے لئے ہوئے عہد کو تم نے چھوڑ دیا ہے اور ایسے پس پشت ڈال دیا جیسے ان کو اس عہد کی خبر ہی نہیں۔

پھر بھی ہم نے تم لوگوں کو بھلایا نہیں ہے تمہاری رعایت نہیں چھوڑی ہے اور اگر ہم ایسا نہ کرتے تو دشمن تمہیں ختم ہی کر دیتے لہٰذا تم لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہماری پشت کو مضبوط کرو تا کہ تمہیں اس فتنہ سے نجات دلائی جائے جس نے تمہیں گھیر لیا ہے۔

آخر میں تحریر فرماتے ہیں

''اے میرے برادر، دوست، ہماری محبت میں با صفاء، با اخلاص، مددگار، وفادار، اللہ اپنی آنکھوں سے تمہاری نگرانی کرے جو کبھی نہیں سوتیں، یہ تمہارے نام میرا خط ہے۔ اس تحریر کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اور اس کے مضمون پر صرف ان لوگوں کو آگاہ کرنا جن پر تمہیں اطمینان ہو اور انہیں عمل کی ہدایت کرنا...... اللہ تعالیٰ کی محمدؐ اور ان کی آل اطہارؑ پر رحمت نازل ہو۔

حوالہ نمبر۲:

تمہارے ساتھ ہماری دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان موجود رہتے ہیں

مدینۃ المعاجز ص ۵۳۱، الامعتہ الساکبہ ص ۱۳،۴۱۳، الخرائج ص ۲۱۹، بحارالانوار ج ۱۱ ص ۶۹، تحفۃ المجالس ص ۲۰۲، جواہرالاسرار ص ۹۷ اپر یہ روایت درج ہے۔

بسند ابوبصیر حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔

"کیا تم یہ گمان کرتے ہو! کہ تمہارے ساتھ ہماری دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان موجود نہیں ہیں؟ تم نے غلط سمجھا ہم سے تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہے اور ہم کو حاضر سمجھو۔

حوالہ نمبر۳:

ہر ایک مومن ہمارے ساتھ ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں...... (حضرت امیر المومنینؑ)

بصائر الدرجات ج۵ ص۱۷، طبع جدید ۲۵۹، بحار الانوار ج۷ ص۳۰۹، سفینۃ البحار ج۱ ص۵۳۵، مدینۃ المعاجز ص۹۹، منتہی الامال ج۲ ص۵۵۴، النجم الثاقب ص۵۵۲ میں۔

حمران بن اعین سے روایت ہے انہوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر سے روایت کی انہوں نے رمیلہ سے روایت کی جو کہ حضرت امیر المومنینؑ کے خواص اصحاب سے تھے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ کے زمانے میں مجھ کو سخت بخار ہوا اور جمعہ کے دن میں نے طبیعت میں کچھ خفت محسوس کی اور میں نے کہا کہ آج سب سے بہتر کام یہی کام ہے کہ میں غسل کروں اور مسجد میں جا کر امیر المومنینؑ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کروں چنانچہ میں مسجد میں حاضر ہوا اور جب امیر المومنینؑ نماز کے بعد وعظ کے لیے منبر پر تشریف لے گئے تو مجھ کو دوبارہ بخار شروع ہو گیا جب حضرت امیر

المومنینؑ مسجد سے باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا پھر آپ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔

اے رمیلہ! میں آج تم کو کیوں سکڑا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں جانتا ہوں کہ تم کو بخار ہوا اور تم نے کہا کہ آج بہترین عمل یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لیے غسل کروں اور جناب امیر المومنینؑ کے پیچھے نماز پڑھوں اور تم نے کچھ کمزوری محسوس کی جب تم نے نماز پڑھی اور میں منبر پر آیا تو تم کو دوبارہ بخار شروع ہو گیا رمیلہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا بخدا! اے امیر المومنینؑ! آپ نے میرے قصے میں نہ کسی بات کو بڑھایا اور نہ گھٹایا، بلکہ پورا پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ امام (علیہ السلام) نے فرمایا

''اے رمیلہ جو کوئی مومن یا مومنہ بیمار ہوتے ہیں تو ہم بھی ان کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں اور جب ان کو کوئی غم ہوتا ہے تو ہمیں بھی غم ہوتا ہے اور وہ دعا مانگتے ہیں تو ہم آمین کہتے ہیں اور جب خاموش ہو جاتے ہیں تو ہم ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

''میں نے کہا: یا مولاؑ! تو آپ یہ ان کے لیے فرما رہے ہیں جو اس شہر میں ہوں یا جن کے گھر اس زمین کے مختلف اطراف میں ہیں ان کے لیے ایسا کرتے ہیں فرمایا: اے رمیلہ! ہم سے کوئی مومن اور مومنہ غائب نہیں ہے چاہے وہ زمین کے مشارق میں ہوں یا مغارب میں ہوں اور ہر ایک مومن ہمارے ساتھ ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں''۔

حوالہ نمبر۴:

میں خاندان اور قبیلے کے حوالے سے ہر شیعہ کو جانتا ہوں...... حضرت امیر المومنینؑ

اختصاص شیخ مفید میں بصائر الدرجات کے حوالے سے سید عبدالرزاق موسوی مقرم علیہ الرحمہ "العباس" مترجم ص۱۰ پر لکھتے ہیں۔

جناب ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا۔

"ہمارے شیعہ آدمؑ سے پہلے ایک مخصوص طینت و سرشت سے پیدا کیے گئے نہ اس تعداد میں اضافہ ہوگا اور نہ کمی...... میں جب ان کو دیکھتا ہوں تو ان کی ہر فرد کو پہچان لیتا ہوں...... دوست و دشمن کو جانتا ہوں ان کے اباء و اجداد، خاندان اور قبیلے ہمارے یہاں لکھے ہوئے ہیں"۔

حوالہ نمبر۵:

میں زمین و آسمان کے مابین ہر شے کو جانتا ہوں

مدینۃ المعاجز ص ۹۶ میں بحوالہ دلائل الامامۃ محمد بن جریر طبری بہ سند معتبر مروی ہے۔

پہلے مصنف اور کتاب کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

بحار الانوار ج۱ ص ۱۵ میں ہے کتاب دلائل الامامۃ معتبر کتابوں میں سے ہے۔

سفینۃ البحار ج۱ ص ۱۵۴ میں ہے محمد بن جریر ملت امامیہ کے عظیم و جلیل القدر ثقہ علماء سے ہیں۔

احسن الفوائد ص ۱۴ میں ہے ابو جعفر محمد بن جریر طبری علمائے امامیہ سے جلیل القدر عالم و متکلم تھے۔

اب روایت ملاحظہ کریں

"یزید بن مالک روایت کرتا ہے کہ میرا ایک دوست تھا اور وہ اکثر ایسے لوگوں کی تردید کرتا تھا جو کہ آئمہ طاہرینؑ کو عالم الغیب کہتے ہیں میں نے جا کر حضرت امام جعفر صادقؑ کو بتلایا تو امامؑ نے فرمایا جا کر اس کو کہہ دو کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ آسمانوں اور زمین کے اندر اور ان کے مابین کیا کیا چیزیں ہیں؟"

(راوی کے متعلق مزید حوالے جواہر الاسرار ص ۱۱۴، ۱۱۵ پر موجود ہیں)

حوالہ نمبر ۶:

ہم گزشتہ اور آئندہ حالات جانتے ہیں

مفسر قرآن علامہ سید امداد حسین کاظمی القرآن المبین کے ص ۷۵۴ سورہ الجن کی آیت الا من ارتضی...... الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

تفسیر صافی ص ۵۱۴ پر بحوالہ کافی حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ وہ رسولؐ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مرتضیٰ کیا۔

اور الخرائج الجرائح میں حضرت امام علی رضاؑ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت رسول اللہؐ مرتضیٰ ہیں۔

اور ہم اس رسولؐ کے وارث ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب سے جس چیز کو چاہا اس پر مطلع فرمادیا۔

پس جو کچھ ہو چکا ہے ہم اسے جانتے ہیں اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ہم اسے بھی جانتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۷:

میرے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح سب کچھ میرے سامنے ہے

الشافی ترجمہ: اُصول کافی ج ۱ مترجم کے ص ۱۱۲ پر حدیث نمبر ۸ میں راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا کہ

"میں فرزند رسول اللہؐ ہوں میں سب سے زیادہ کتاب خدا کا جاننے والا ہوں اس میں ابتدائے خلق کا حال بھی ہے اور جو قیامت تک ہونے والا ہے وہ بھی اس میں آسمان کی خبر بھی ہے اور زمین کی بھی...... اس میں جنت کی خبر بھی ہے اور دوزخ کی بھی...... جو ہو چکا اس کی بھی اور جو ہونے والا ہے اس کی بھی...... حتیٰ کہ میری نظر کے سامنے یہ سب چیزیں ایسے ہی بدیہی ہیں جیسے میری ہتھیلی میرے سامنے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس قرآن میں ہر شے کا ذکر ہے"۔

حوالہ نمبر ۸:

تمہارے باہمی نزاعات کے فیصلہ کو بھی ہم جانتے ہیں

اسی صفحہ پر حدیث نمبر ۹ میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو تم سے پہلے ہے اس کی بھی خبر ہے اور جو تم سے بعد میں ہوگا اس کی بھی اور تمہارے باہمی نزاعات کا فیصلہ بھی ہے اور یہ ہم سب جانتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات کی حفاظت معصومینؑ کے ذمہ ہے

مصباح کفعمی ص ۳۴۱، بحار الانوار ج ۱۹ ص ۵۷ پر حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول زیارت حضرت رسول اللہؐ اور حضرت امیر المومنینؑ میں وارد ہے۔

”اے اللہ! تو نے آل حضرتؐ کو بندوں کا نگہبان قرار دیا اور ان کو ہدایت کا علم اور تقویٰ کا دروازہ اور مضبوط رسی اور ان کا شاہد اور محافظ قرار دیا ہے“۔

حوالہ نمبر۱۰:

❁ بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۱۹ جواہر الاسرار ص ۱۵۸ پر بروایت ابن طاؤس زیارت امام موسیٰ کاظمؑ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کو اپنے بندوں کا نگہبان قرار دیا ہے اور اپنی کتاب عطا کی۔

حوالہ نمبر۱۱:

❁ بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۸۰ جواہر الاسرار ص ۱۵۸ پر منقولہ زیارت ماثورہ میں آیا ہے ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضراتؑ ہی اللہ تعالیٰ کے دروازے اور اس کی رحمت و مغفرت کی کنجیاں اور اس کی مخلوقات پر نگہبان ہے“۔

 بحار الانوار ج ۷ ص ۲۳۶ پر بحوالہ کتاب الاختصاص حضرت امیر المومنینؑ

سے مروی ہے۔

''میں ہر ضعیف کی جائے پناہ اور ہر خوف زدہ کے لیے جائے امن ہوں''۔

حوالہ نمبر ۱۳:

ہم کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے

بحار الانوار ج ۷ ص ۲۸۱، مناقب ابن شہر آشوب ج ۵ ص ۳۹ جواہر الاسرار ص ۱۱۶ میں صفوان بن یحییٰ سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا

ہم کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے ایک صحابی نے دریافت کیا میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں کیا آپؑ کے پاس علم غیب بھی ہے؟ امامؑ نے فرمایا تمہارے لیے افسوس ہے ہمارے پاس اتنا علم غیب ہے کہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام مردوں کی پشتوں میں اور تمام عورتوں کے ارحام میں اللہ تعالیٰ نے کیا رکھا ہے؟

تم پر افسوس ہے ذرا تم اپنے سینوں کو کشادہ کرو اور تمہارے دل یہ بات یاد رکھیں کہ ہم مخلوق کے اندر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں اور اس بات کو اسی قوی مومن کا سینہ برداشت کر سکے گا جو قوت میں عرب کے بڑے پہاڑ تہامہ کی مانند ہو''۔

حوالہ نمبر ۱۴:

محمدؐ و آلؑ محمدؐ کے علم بارے...... حضرت امام محمد باقرؑ کا فرمان

الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۲ کتاب الحجت ص ۱۴۳ پر یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) سے کہا فرزند رسولؐ! آپؑ میرے اوپر غصہ تو نہ کریں گے آپؑ نے فرمایا میں ایسا کیوں کرونگا؟ اس نے کہا کہ میں آپؑ سے ایک

سوال کرونگا آپؑ نے فرمایا ''سوال کرو'' اس نے پھر کہا کہ آپؑ غصہ تو نہیں کریں گے ؟ آپؑ نے فرمایا نہیں اس نے کہا کہ کیا آپؑ نے اپنے اس قول مبارک پر غور کیا کہ شب قدر میں اوصیاء پر ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں اور وہ امر الٰہی لے کر آتے ہیں جس کا علم ان کو نہیں ہوتا یا وہ ایسا امر لاتے ہیں جس کو حضرت رسول اللہؐ جانتے تھے اور یہ تو آپؑ کو معلوم ہے کہ حضرت رسول اللہؐ انتقال کر گئے اور ان کے علم سے کوئی ایسی چیز نہیں جس سے علی (علیہ السلام) آگاہ نہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا کہ اے شخص تیرے اور میرے درمیان وجہ اختلاف کیا ہے اور کس نے تجھ کو میرے پاس بھیجا ہے اس نے کہا کہ حکم خدا نے طلب دین کیلئے آپؑ کے پاس بھیجا ہے آپؑ نے فرمایا جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سمجھ لے حضرت نبی کریمؐ جب معراج میں تشریف لے گئے تو اس وقت تک زمین پر تشریف نہیں لائے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان تمام امور کا علم دیا گیا کہ جو ہو چکے ہیں یا آئندہ ہونے والے ہیں۔

پھر راوی نے حضرتؑ کی تقریر کے دوران سوال کیا کہ لیلۃ القدر میں جو علم حاصل ہوا وہ کیا تھا؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا وہ امر الٰہی تھا اور اس علم کے متعلق جو دیا گیا سہولت تھی۔

سائل نے پھر سوال کیا کہ شب ہائے قدر میں اس علم کے سوا جو کچھ حاصل ہوا وہ کیا تھا آپؑ نے فرمایا وہ، وہ علم تھا اس امر کا جس کے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا اور اس کی تفسیر جس کے متعلق تو نے سوال کیا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سائل نے کہا تو کیا اوصیاء کو وہ علم دیا گیا تھا جو انبیاء کو نہیں ملا تھا فرمایا جس علم

کی وصیت نہیں کی گئی اس کا علم کیسے ہوسکتا ہے۔

سائل نے کہا اس صورت میں کیا ہمارے لئے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ اوصیاء میں سے کسی ایک کو وہ علم دیا گیا ہے جس کو دوسرا نہیں جانتا فرمایا ایسا نہیں ہے کوئی نبی اس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک اسکا علم اسکے وصی کے سینے میں نہ پہنچے اور شب قدر میں ملائکہ اور روح وہ حکم لے کر نازل ہوتے ہیں جس میں بندگان خدا میں جاری کرتے ہیں سائل نے کہا تو کیا اس حکم کو وہ پہلے نہیں جانتے تھے فرمایا ضرور جانتے تھے لیکن وہ کسی شئے کو جاری نہیں کرتے یہاں تک کہ انہیں شب قدر میں بتایا جاتا ہے کہ وہ آنے والے سال کیلئے ایسا ایسا کریں۔

سائل نے کہا یا ابو جعفرؑ! کیا ہم اس بات سے انکار کر سکتے ہیں فرمایا انکار کرنے والا ہم میں سے نہیں۔ سائل نے کہا کہ نبی پر جو شب قدر میں نازل ہوتا تھا کیا ان کو اسکا پہلے سے علم نہ ہوتا تھا۔ حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) نے فرمایا یہ سوال تم کو نہیں کرنا چاہیے سمجھو "علم ما کان و مایکون" ہر نبی و وصی نبی کو ہوتا ہے جب کوئی نبی رحلت فرماتا ہے تو اسکے بعد آنے والا وصی اس علم کو جانتا ہے لیکن جس علم کے متعلق تم سوال کر رہے ہو تو خدائے عزوجل نے انکار کیا اس سے کہ وہ اوصیاء کو اس پر مطلع کرے مگر صرف ان کی ذات کیلئے یعنی ان اسرار سے وصی خود آگاہ ہوتا ہے مگر اسکو دوسروں سے بیان کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

حوالہ نمبر ۱۵:

علم اور معرفت کے متعلق...... حضرت امام جعفر صادق "علیہ السلام" کا بیان

الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۲ ص ۳۴۴ پر ہے کہ حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو اسباب سے جاری کیا ہے اور ہر شے کا ایک سبب قرار دیا ہے اور ہر سبب کی ایک شرح ہے اور ہر تشریح کیلئے ایک علم ہے اور ہر علم کیلئے ایک باب ناطق ہے جس نے انکو جانا اس نے معرفت حاصل کر لی اور جو جاہل رہا وہ جاہل رہا اور یہ علم رکھنے والے حضرت رسول اللہؐ اور ہم ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۶:

علم کی حقیقت

الشافی ترجمہ اصول کافی کتاب الحجت ص ۱۰۲ پر حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) کی حدیث درج ہے کہ آپؑ نے فرمایا سلیمانؑ، داؤدؑ کے وارث ہوئے اور محمدؐ، سلیمانؑ کے اور ہم محمد مصطفیٰؐ کے وارث ہوئے بے شک ہمارے پاس توریت وانجیل و زبور کا علم ہے اور الواح موسیٰؑ کا بیان ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ حضرتؑ کیا علم اسی کا نام ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا یہ وہ علم نہیں علم وہ ہے جس کا تعلق ہر روز ہر گھڑی کے واقعات سے ہے۔

حوالہ نمبر ۱۷:

سلونی قبل ان تفقدونی

نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۷ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسینؒ ص ۵۰۴ پر حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں

''بلاشبہ ہمارا معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کیلئے پرکھ لیا ہو اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانت دار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں''۔

اے لوگو! مجھے کھو دینے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو اور میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں قبل اس کے کہ وہ فتنہ اپنے پیروں کو اٹھائے جو مہار کو بھی اپنے پیروں کے نیچے روند رہا ہو اور جس نے لوگوں کی عقلیں زائل کر دی ہوں۔

علامہ مفتی جعفر حسین کا تبصرہ

نہج البلاغہ ص ۵۰۵ پر علامہ مفتی جعفر حسینؒ اس خطبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے دیگر لوگوں کی توجیہات کرتے ہوئے اپنا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں ''چنانچہ حضرت فتنہ بنی امیہ سے آگاہ کرنے کیلئے فرماتے ہیں کہ تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو کیونکہ میں مقدرات الٰہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں لہٰذا اگر تم ان امور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے کہ جو لوح محفوظ میں ثبت اور تقدیر الٰہی

سے وابستہ ہیں تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں اور میرے بعد ایک سخت فتنہ اٹھنے والا ہے جس میں تمہیں شک وشبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ میری نظر میں زمین پر ابھرنے والے نقوش سے زیادہ ان فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث وفتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے لہذا تم اس کی تفصیل اور اس سے بچاؤ کی صورت مجھ سے دریافت کرلو تا کہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کرسکو۔

مفتی صاحب نتیجہ بیان کرتے ہیں

اس معنی کی تائید حضرت امیر المومنینؑ کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے کہ جو آپؑ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے ان کی تصدیق کی چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرت کے اس دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے

''حضرت امیر المومنینؑ کے اس قول کی تصدیق آپؑ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے جو ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ نہیں بلکہ مسلسل ومتواتر امور غیبیہ کے سلسلے میں آپؑ کی زبان سے نکلے جس سے اس امر میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپؑ جو فرماتے تھے وہ علم الیقین کی بنیاد پر فرماتے تھے اتفاقی صورت سے ایسا نہ ہوتا تھا (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۷)

حوالہ نمبر ۱۸:

امامؑ ہر شخص کے حالات سے آگاہ ہیں

نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۳ص ۴۵۵ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسینؒ حضرت امیر المومنینؑ اس خطبے میں فرماتے ہیں

''اللہ کی قسم! اگر میں بتانا چاہوں تو تم میں سے ہر شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ اور اسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں؟ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ میں (کھوکر) پیغمبر سے کفر اختیار کرلو گے البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا کہ جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں

نوٹ: آیت اللہ جعفر سبحانی تفسیر موضوعی ص ۳۶۸ پر لکھتے ہیں

''البتہ آنحضرتؑ کی غیب کی کل خبریں جو نہج البلاغہ اور دوسری تاریخ اور حدیث کی کتب میں ذکر ہوئی ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے موجودہ دور کے ایک عالم نے ان میں سے ۷۵ موارد پر مشتمل ایک کتاب ''امیر المومنینؑ کی اخبار غیب کے نام سے تالیف کر کے چھپوائی ہے''۔

حوالہ نمبر۱۹:

غیب کے متعلق حضرت امام حسنؑ تا حضرت امام زمانہؑ سے خبروں کی تعداد

آیت اللہ جعفر سبحانی نے تفسیر موضوعی ج ۸ میں دو ابواب میں حضرت نبی اکرمؐ اور حضرت امیر المومنینؑ کی غیب کی خبریں ذکر کی ہیں ایک باب ''احادیث آئمہؑ اور معرفت سوم'' کے عنوان سے لکھتے ہیں

راقم نے بہت زیادہ تحقیق کرنے کے ساتھ نہیں بلکہ سرسری طور پر اس کتاب میں موجود غیب کی خبروں کو شمار کیا ہے ان کو فہرست وار عزیز قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں حضرت امام حسن (علیہ السلام) سے تا امام مہدی (ع) آخر الزمان کی غیب کی خبریں ذکر کی جائیں گی۔

- حضرت امام حسینؑ کی غیب کی خبریں......دس احادیث۔
- حضرت امام سجاد (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں......تقریباً بیس احادیث۔
- حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں......تقریباً پچاس احادیث۔
- حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں......ایک سو پچاس احادیث
- حضرت امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں......اسی احادیث۔
- حضرت امام علی رضا (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں......ایک سو تیں احادیث۔
- حضرت امام محمد تقی (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں......تیس احادیث۔

- حضرت امام علی نقی (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں...... تقریباً پچاس احادیث۔
- حضرت امام حسن عسکری (علیہ السلام) کی غیب کی خبریں...... اسی احادیث۔
- حضرت امام زمانہ (ع) کی غیب کی خبریں...... تقریباً ایک سو سے زائد احادیث۔

علمائے اسلام کا علم غیب بارے نظریہ

۱۔ شیخ مفید اوائل المقالات ص ۳۸، بحار الانوار ج ۲۶ ص ۱۰۴ اور ج ۴۲ ص ۲۵۸ تفسیر موضوعی ج ۸ ص ۳۲۳ پر لکھتے ہیں

"آئمہ (علیہم السلام) بعض لوگوں کے بواطن سے آگاہ تھے اور آئندہ پیش آنے والے واقعات و حوادث سے (ان کے وقوع سے پہلے) علم رکھتے تھے"۔

- ارشاد مفید ص ۱۴۸ (اخوندی طبع) پر فرماتے ہیں حضرت علیؑ کی امامت کی ایک دلیل ان کی غیب کی خبریں ہیں انہوں نے آئندہ پیش آنے والے بہت سے واقعات و حوادث کے وقوع پذیر ہونے کی خبریں دیں اور کچھ مدت بعد ان خبروں کی صداقت اور سچائی ثابت کی اور یہ آگاہی تعلیم الٰہی کی وجہ سے ہے۔

۲۔ عالم بزرگ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی، کنز الفوائد کراجکی ج ۱ ص ۲۴۵ اور رسالہ اعتقادات میں لکھتے ہیں

"شیعہ عقائد میں سے یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے گیارہ معصومؑ فرزند امامؑ ہیں اور ان کی امامت کا تعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انکی امامت کے ثبوت کیلئے انکے ہاتھوں پر معجزات کو ظاہر کیا ہے اور ان کو بہت سے غائبات اور آئندہ رونما ہونے والے حوادث و واقعات سے آگاہ کیا ہے۔

۳۔ امین الاسلام طبرسی، اعلام الوریٰ ص ۲۷ اطبع اسلامیہ پر لکھتے ہیں کہ ''جیسا کہ حضرت مسیحؑ کے معجزات میں ایک یہ تھا کہ وہ غیب کی خبر دیتے تھے اور کہتے ہیں ''میں تمہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو کی خبر دوں گا''۔

(آل عمران آیت ۴۹)

نیز رسول اللہؐ کے معجزات میں سے انکی غیبی خبریں تھیں اسی طرح حضرت علیؑ کی امامت کے معجزات اور دلیلیں ان کی غیب کی خبریں ہیں کہ جو سب کی سب واقع کے مطابق ثابت ہوئیں۔

۴۔ علامہ حلیؒ شرح تجرید ص ۲۱۹ طبع اصفہان اور اصول عقائد کے موضوع پر اپنی کتب میں حضرت علیؑ کی امامت کے اثبات کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ آپؑ کی غیب کی خبروں کو قرار دیتے ہیں۔

۵۔ محدث عالی قدر شیخ حر عاملیؒ، وسائل الشیعہ ج ۱۲ ص ۹۲ پر لکھتے ہیں

''ایسی احادیث متواتر ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ اور آئمہ طاہرینؑ کو گزشتہ اور آئندہ کا علم تعلیم دیا ہے''۔

۶۔ عالم بزرگوار سید علی قزوینی کتاب قوانین الاصول کے حاشیہ ص ۱۴۶ پر لکھتے ہیں ''مستفیض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کا گزشتہ، حال اور آئندہ کا علم اس کی امامت کی علامت ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات مذہب شیعہ کے عقائد اور ضروریات میں سے ہے''۔

۷۔ علامہ بزرگوار حاج میرزا محمد حسن آشتیانی بحر الفوائد ج ۲ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں ''حق یہ ہے کہ آئمہ (علیہم السلام) ماضی، حال اور آئندہ کا علم رکھتے ہیں اور جس چیز کا علم اللہ

تبارک وتعالیٰ کی ذات سے مختص ہے کے سوا کوئی بھی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہے"۔

۸۔علامہ کبیر شیخ محمد حسین مظفر رسالہ علم الامام ص ۶ پر لکھتے ہیں (بحوالہ تفسیر موضوعی ج ۸ص ۳۳۷)

"ہم یہ جو کہتے ہیں کہ آئمہ (علیہم السلام) غیب سے آگاہ ہیں اس سے مراد ایسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ ان کو الہام کے ذریعے حضرت پیغمبر اکرمؐ کے ذریعہ یا دیگر راستوں سے عطا کرتا ہے"۔

۹۔علامہ طباطبائی رسالہ علم الامام عربی خطی نسخہ ص ۳ پر (بحوالہ تفسیر موضوعی ج ۸ص ۳۳۷) لکھتے ہیں

"حضرت رسول اکرمؐ اور آئمہ ہدیٰؑ سے پہنچنے والی بہت سی روایات سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "علم ماکان ومایکون وما ھو کائن" یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہوگا اور جو کچھ موجود ہے سب کا علم رسول اکرمؐ کو عطا ہوا ہے اور آئمہ ہدیٰؑ کو وہ علم آنحضرتؐ سے ورثہ میں ملا ہے"۔

۱۰۔اخبار غیبیۃ علیؑ اس کتاب میں حضرت علیؑ کی غیب کی خبروں کے ۵۷ موارد نہج البلاغہ اور دوسری کتب سے جمع کئے گئے ہیں۔

۱۱۔کتاب "مدینۃ المعاجز" مصنف سید ہاشم بحرانی اس میں آئمہ معصومینؑ کی غیب کی خبروں کے چھ صد پچاس (۶۵۰) موارد نقل ہیں (بحوالہ تفسیر موضوعی ج ۸ص ۳۳۸)

۱۲۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ص ۴۲۷ پر لکھتے ہیں

"ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ انسانوں کے درمیان ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو غیب کی خبر دے سکتے ہیں البتہ یہ ضرور کہیں گے کہ ان کا علم غیب اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے علم کا ذریعہ غیب سے فراہم کرتا ہے"۔

۱۲۔ چہل حدیث امام خمینیؒ ص ۲۷۱، آداب نماز امام خمینیؒ ص ۱۶۵ میں بحار الانوار ج ۱۸ ص ۳۶۰، اربعین مجلسی ص ۱۷۷ شرح حدیث ۱۵، کتاب تاریخ النبیؐ باب اثبات المعراج، غوالی اللئالی ج ۴ ص ۷ حدیث ۷ میں روایت ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا

"لی مع الله وقت لا یسعه ملک مقرب ولا نبی مرسل"

"ہمارے اللہ کے ساتھ کچھ اور ہی حالات ہیں جس تک نہ کوئی ملک مقرب پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی نبی مرسل"۔

اس حدیث مبارک پر تبصرہ میں امام خمینیؒ فرماتے ہیں

"کیا یہ وقت عالم دنیا و آخرت کے اوقات میں سے ہے؟ یا خلوت گاہ قاب قوسین و طرح الکونین (معراج) سے ہے؟ چالیس موسیٰؑ کلیم اللہ نے صوم موسوی رکھا تب میقات حق میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے "فتم میقات ربه اربعین لیلة" (سورہ اعراف آیت ۱۴۲) اس کے باوجود میقات محمدیؐ تک نہ پہنچ سکے اور وقت احمدیؐ سے تناسب پیدا نہ کر سکے موسیٰؑ کو معیادگاہ میں "فاخلع نعلیک" (سورہ طہٰ آیت ۱۲) کا حکم ہوا اور ان کے لئے محبت اہل کو نعلین سے تعبیر کیا گیا مگر خاتم الانبیاء کو "محبت علیؑ" کا حکم دیا گیا۔

علم غیب کے متعلق چند مزید حوالہ جات

الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۲ ساتویں باب سے لیکر باب نمبر ۱۰۸ تک علوم

محمدؐ و آل محمدؐ کے متعلق احادیث کا ذخیرہ موجود ہے ہم مومنین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ شیعہ مذہب کی اس بنیادی کتاب کا مطالعہ کر کے فیض یاب ہوں۔

مصباح الهدایه امام خمینیؒ ص ۹۷، ص ۱۶۴ تا ۱۶۷، ص ۱۷۳ تا ۱۷۷، مراۃ العقول ج ۱ ص ۱۸۶، الغدیر ج ۵ ص ۴۶ طبع اول ص ۵۲ طبع دوم، مدینۃ المعاجز ص ۲۹۶، ص ۲۴۴، ص ۱۱۵، ص ۳۹۵، بحار الانوار ج ۹ ص ۸۸، ج ۱۵ ص ۲۵، جلا العیون ج ۲ ص ۵۹۴، الدمعۃ الساکبہ ص ۱۸، ۴ ص ۹۴، کفایۃ الموحدین ج ۲ ص ۶۰۰، ناسخ التواریخ ج ۴ ص ۵۰۰ فی تاریخ الباقر (علیہ السلام)، بحار الانوار ج ۷ ص ۳۳۵ آخری سطر بحوالہ تفسیر فرات ص ۳۲۲، ص ۳۱۱، ص ۳۰۳، ص ۲۸۱، مناقب ابن شہر آشوب ج ۵ ص ۳۹، بحار الانوار ج ۹ ص ۴۲۵، طوالع الانوار ص ۲۵۹، ص ۱۰۸، ص ۲۶۴، ص ۹۹، ص ۷۷، بصائر الدرجات ص ۶۴ طبع جدید ص ۲۶۶ ص ۵۳، تفسیر برہان ص ۵۳۲، ص ۸۸۳، ص ۵۷۹، احتجاج طبرسی ص ۱۸۸، حقائق الاسرار ص ۲۹، حق الیقین ص ۳۸۹، مختصر البصائر ص ۴۴، تفسیر قمی ص ۵۴۹، حیات القلوب ج ۳ ص ۱۹۹، مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۱۳۲، معانی الاخبار ص ۳۳، غایۃ المرام ص ۵۱۶ طبع ایران۔

توجہ طلب: ہم نے صرف نمونہ کے طور پر چند احادیث اور دیگر حوالے تحریر کر دیئے ہیں اس عنوان پر صرف حوالوں ہی سے ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ (مولف)

عنوان

امام خمینی رضوان اللہ علیہ کے اعتقادات

تاریخ انسانیت میں انبیاءؑ اور آئمہؑ کے بعد امام خمینیؒ کا شمار فقید المثال شخصیات میں ہوتا ہے۔

(شرف الدین)

ہمارا شرف الدین سے سوال

آپ اپنی فقید المثال شخصیت ہی کے نظریات کے خلاف کیوں مصروف جنگ ہیں؟

(مؤلف)

تاریخ انسانیت میں انبیاءؑ اور آئمہؑ کے بعد امام خمینیؒ کا شمار فقید المثال شخصیات میں ہوتا ہے...... (شرف الدین)

''ہماری ثقافت اور سیاست کیا ہے؟ اور کیا ہونی چاہیے؟'' کے ص ۱۴ پر ''حضرت امام خمینیؒ اور ثقافت اسلامی'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں۔

''حضرت امام خمینیؒ کی شخصیت اور افکار پر بحث کا حق مسلسل کئی بین الاقوامی سطح کے اجتماعات بھی ادا نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی زندگی شخصیت اور افکار پر بحث بے شمار جہتوں سے کی جا سکتی ہے علم عرفان، اخلاق حکمت، فلسفہ، فقاہت اور سیاست، غرض کوئی شعبہ زندگی ایسا نہیں جس پر حضرت امام خمینیؒ نے اثرات نہ چھوڑے ہوں۔

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تاریخ انسانیت میں انبیاءؑ اور آئمہ (علیہم السلام) کے بعد امام خمینیؒ کا شمار ان فقیہ المثال شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے محکم بنیاد پر مشتمل افکار پیش کیے اور ان پر بھرپور انداز میں عمل کر کے دکھایا۔

تبصرہ

آپ نے ملاحظہ کیا کہ شرف الدین صاحب کی تحریر سے واضح ہے کہ امام خمینیؒ کی شخصیت بے مثال اور ہمہ گیر ہے آپ نے شرف الدین کی کتابوں سے متعدد بیانات ملاحظہ کیے جن میں انہوں نے شیعہ عقائد پر کاری ضرب لگائی ہے اور شیعوں کے ہر مسلمہ عقیدہ کو مشکوک بنا کر پیش کیا ہے ہم اس جگہ حضرت امام خمینیؒ کے شیعہ عقائد کے حوالے سے بڑے اختصار سے اس جگہ انکے بیانات دے رہے ہیں اب

فیصلہ آپ پر ہے کہ حضرت امام خمینیؒ کے نظریات کو اپنے شیعہ عقائد کی درستگی کیلئے بنیاد بنائیں یا پھر شرف الدین کے منتشر اور بے بنیاد خیالات اور بلاثبوت دیئے گئے نظریات کو درست سمجھ کر اپنے عقائد ونظریات کی درستگی کریں۔

ہم آپ کی یادداشت تازہ کرنے کیلئے اور مومنین کے ایمان کی جلا واسطے ان کی کتب سے چند بیانات نقل کر رہے ہیں۔

امام خمینیؒ (رضوان اللہ علیہ) کے عقائد ونظریات

امام خمینی رضوان اللہ علیہ فضائل واسرار معصومینؑ یوں بیان کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کا اپنے اوپر قیاس نہ کرو

۞ چہل حدیث ص ۵٦٦ پر فرماتے ہیں کہ ''میرے عزیز اولیاء اللہ کا اپنے اوپر قیاس نہ کرو انبیاء اور اہل معارف کے بارے میں گمان نہ کرو کہ ان کے دل ہماری طرح ہیں ہمارے دلوں پر توجہ دنیا کا غبار اور شہوتوں کی گرد جمی ہوئی ہے شہوتوں میں ڈوب جانے سے ہم کبھی تجلیات حق کا آئینہ نہیں بن سکتے۔

۞ ص ۵٦۸ پر لکھتے ہیں کہ ''میں خود علم پر زیادہ عقیدہ نہیں رکھتا اور جو علم ایمان نہ پیدا کر سکے اس کو میں حجاب اکبر جانتا ہوں۔

جن کا اپنا آئینہ وجود ٹیڑھا ہو

مقدمہ شرح دعائے سحر میں فرماتے ہیں

''اگر کسی کا اپنا آئینہ وجود سیدھا نہ ہو بلکہ ٹیڑھا ہو تو اس کو انبیاء واولیاء بھی سیدھے حال

میں نظر نہیں آتے ...... چہ جائیکہ ایسے حضرات معرفت کے باریک اور گہرے مسائل سمجھ سکیں"۔

اہل عصمت وطہارت کے مقامات طاقت بشری سے خارج ہیں

چہل حدیث ص ۶۷۹ پر لکھتے ہیں "اہل بیت عصمت وطہارت کے لیے سیر معنوی الی اللہ کے سلسلہ میں وہ روحانی بلند مقامات حاصل ہیں جن کا عملاً ادراک بھی طاقت بشری سے خارج اور ارباب عقول کی عقلوں واصحاب عرفان کے شہود سے بہت بالا ہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ مقام روحانیت میں یہ حضرت رسول اللہؐ کے شریک ہیں اور ان کے انوار مقدسہ عوالم مخلوق کی تخلیق سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں مشغول تھے"۔

انبیاء واوصیاء ہم جیسے نہیں ہیں

امام خمینیؒ "شرح دعاء السحر" ص ۹۵ پر تحریر کرتے ہیں۔

"محض انبیاء واوصیاء کی ظاہری صورت کو دیکھ کر ان کو اپنے ہم نوع (اپنے جیسا) قرار دینا اور ان کے باطنی کمالات کی طرف نگاہ نہ کرنا یہی اصل ہلاکت وبنیادی جہالت ہے جس کی بنیاد ابلیس نے رکھی ہے اگر شیطان ...... حضرت آدمؑ کی طینت ظاہری کی بجائے اس کے جنبہ نوری (نورانی پہلو) کا قیاس اپنی ناریت سے کرتا تو وہ حضرت آدمؑ کی افضیلت وبرتری کا انکار نہ کرتا"۔

آئمہؑ کے معنوی مقامات تک رسائی ممکن نہیں

حکومت اسلامی ص ۶۳ طبع بیروت میں لکھتے ہیں۔

''ہمارے مذہب کے ضروریات عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ کوئی مخلوق بھی خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبیؑ مرسل...... (سوائے آخری پیغمبرؐ کے جو سب سے افضل اشرف ہیں) ہمارے آئمہؑ کے معنوی مقامات تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اُصول ہمارے نبی اکرمؐ اور آئمہؑ طاہرین ہماری روایات کے مطابق اس کائنات کی خلقت سے قبل سایہ عرش میں نوری حقیقت میں موجود تھے اور انعقاد نطفہ وطینت میں وہ تمام لوگوں سے امتیازی مقام رکھتے تھے چنانچہ معراج کی روایات میں وارد ہوا ہے کہ وہاں جبرئیلؑ نے عرض کی کہ اگر میں یہاں سے ذرا سا بھی آگے بڑھ جاؤں تو جل پاؤں او معصومینؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے حالات بھی ہیں کہ کوئی فرشتہ مقرب اور نبی مرسلؑ اس کی قوت برداشت نہیں رکھ سکتا اور یہ بات ہمارے مذہب کے اُصول عقائد کے جزو کی حیثیت رکھتی ہے۔

معصومینؑ ہر عالم کے لیے قبلہ ہیں

پرواز در ملکوت ج ا ص ۴۷ ۲ طبع ایران پر لکھتے ہیں۔

''حضرات معصومینؑ ہر عالم کے لیے قبلہ رہے اور ہر عالم میں اس عالم کے اہل کے مطابق ظہور پذیر ہوتے رہے حتیٰ کہ اس عالم جسمانی (مادی) میں بشری جسم میں ظاہر ہوئے جیسا کہ زیارت جامعہ میں ہے کہ ''اے آل محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو نور پیدا کیا جو اس کے عرش کو گھیرے ہوئے تھا حتیٰ کہ آپؑ کی بدولت ہم پر یہ احسان

فرمایا کہ آپؑ کو عرش سے نازل فرما کر ان گھروں میں اتار کر ٹھہرا دیا جن کی تعظیم کا اس نے حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ صبح و شام ان گھروں میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے''۔

یہ انوار الٰہیہ ہیئت انسانی میں ظاہر ہوئے۔

اسی کتاب کے ص ۲۷۵ پر معصومینؑ کے قبلہ عبادت نہ بننے کی توجیہ فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

''چونکہ یہ انوار الٰہیہ ہیئت انسانی اور صورت بشری میں ظاہر ہوئے لہٰذا بشری تقاضوں کے لوازمات کو اللہ تعالیٰ نے ان پر جاری کر دیا اور اسی وجہ سے چونکہ یہ کسی ایک جگہ پر قرار گیر نہ تھے تا کہ مخلوق ان کو عبادت کا قبلہ قرار دیتیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی طینت سے خلق ہونے والے مقامات مشرفہ کو قبلہ قرار دیا مثلاً بیت المقدس، خانہ کعبہ''۔

مخلوق کے رزق کی تقسیم

پرواز در ملکوت ج ۲ ص ۲۲۸ میں حضرت امام صاحب العصرؑ کے متعلق فرماتے ہیں۔

شب قدر میں امام زمانہؑ جزئیات فطرت میں جس حرکت کو چاہتے ہیں آہستہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں تیز کر دیتے ہیں اور جس رزق کو چاہتے ہیں وسیع کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں تنگ کر دیتے ہیں اور ان کا یہ ارادہ...... ارادہ حق ازلیہ کی شعاع اور سایہ ہے اور فرامین الٰہیہ کے تابع ہے۔

انبیاء اور آئمہؑ کا مدد فرمانا

کشف الاسرار ص ۳۰ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ہم انبیاء وآئمہؑ سے اس لیے مدد مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہماری مدد

کی طاقت عطا فرمائی ہے۔

معصومینؑ کا علم غیب جاننا

کشف الاسرار ص ۵۵ پر فرماتے ہیں۔

''معصومینؑ کے غیب اور معجزات کے منکرین وحدت اسلامی کے جراثیم ہیں

لہٰذا ان کے گلے گھونٹ دو تا کہ وہ اس قسم کی یاوہ گوئی نہ کر سکیں اور خدا اور رسولؐ اور

اولیاء کی طرف اپنے ناپاک ہاتھ نہ بڑھا سکیں''۔

ولی الامرؑ تمام مراتب میں تصرف کامل رکھتا ہے

مصباح الہدایہ ص ۱۱ پر تحریر کرتے ہیں۔

''ولایت کا مطلب یہ ہے کہ ولی الامرؑ تمام مراتب غیب وحضور میں تصرف

کامل رکھتا ہے وہ اسی طرح تمام مراتب وجود میں متصرف ہوتا ہے''۔

معصومینؑ کا مظاہر صفات واسماء الٰہی ہونا

کتاب شرح دعائے سحر ۹۱ میں فرماتے ہیں۔

''تم یہ جان لو کہ انسان کامل (یعنی معصومؑ) اللہ تعالیٰ کے لیے مثل اعلیٰ اور

اس کی آیت کبریٰ اور اس کی صفاتی صورت پر پیدا شدہ ہے اور اس کے دست قدرت

کا انشاء کردہ ہے اور اس کی مخلوق پر اس کا خلیفہ ہے جس نے اس کو پہچانا اس نے اللہ کو

پہچانا......اور وہ اللہ کی تمام صفات میں سے ہر صفت اور اس کی تجلیات میں سے ہر تجلی

کا آئینہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت مجھ سے بزرگ نہیں

حضرت امیر المومنینؑ

''کافی کے حوالے سے آداب نماز مترجم ص ۴۸۶ پر امام خمینیؒ لکھتے ہیں کہ ''سورہ نباء آیت ۱، ۲ '' عم یتسائلون عن النباء العظیم'' کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علیؑ ہیں اسی سلسلے میں اُصول کافی ج اص ۲۰۷، کتاب الحجة باب ان الایات التی ذکرھا اللہ فی کتابه حدیث نمبر ۲ میں حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی کوئی آیت مجھ سے بزرگ نہیں ہے اور نہ کوئی نبأ (خبر) مجھ سے اعظم ہے''۔

ارواح مطہرہ کی مدد

امام خمینیؒ شرح دعائے سحر ص ۳ پر اپنی تحریر شروع کرنے سے پہلے یوں رقم طراز ہیں ''میں انبیاء عظام وآئمہؑ کرامؑ کی ارواح مطہرہ کی مدد سے اپنا مقصد شروع کرتا ہوں''

معصومینؑ کا نور ہونا

پرواز در ملکوت ج اص ۲۷۵ طبع ایران پر لکھتے ہیں کہ

''ان انوار الٰہی نے انسانی ہیئت اور بشری صورت میں ظہور فرمایا''

ذات احدیت نے ان ہستیوں کو مشکل کشائی عطا کر رکھی ہے

" کشف الاسرار مترجم کے ص ۵۲، ۵۳ پر لکھتے ہیں۔

اولاً تو شرک کے قرآنی اور برہانی معنی کے مطابق مصداق شرک ہماری دسترس سے باہر ہے اس لیے ہم کسی کو بلاسوچے سمجھے مشرک نہیں کہہ سکتے کیونکہ شرک کا معنی ہے غیر اللہ سے اس عنوان سے مدد مانگی جائے کہ وہ خدا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص کسی غیر اللہ سے بعنوان غیر اللہ (یعنی اسے غیر اللہ سمجھ کر) مدد مانگے تو وہ ہرگز مشرک نہیں اور اس کلیہ میں یہ فرق نہیں کہ وہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ ......الخ۔

ثانیاً جب ہم مدد کی درخواست کرتے ہیں تو وہ صرف ارواح انبیاء و آئمہ (علیہم السلام) سے اس ارادہ سے کرتے ہیں کہ ذات احدیت نے ان ہستیوں کو مشکل کشائی کی قدرت مرحمت فرما رکھی ہے۔

حضرت امام علی نقی (علیہ السلام) کی حدیث اور اس کی تشریح

مرأۃ العقول شرح کافی ج ا ص ۳۰۵ حدیث ۵ کا حوالہ دے کر یہ روایت امام خمینیؒ نے کشف الاسرار مترجم کے ص ۱۱۲، ۱۱۳ پر لکھی ہے۔

حسین ابن محمد اشعری معلّیٰ ابن محمد سے معلّیٰ ابن محمد نے ابوالفضل عبداللہ ابن ادریس سے اور ابوالفضل عبداللہ نے ابن ادریس سے اس نے محمد ابن سنان سے نقل کیا ہے محمد ابن سنان کہتے ہیں کہ میں حضرت امام علی نقی (علیہ السلام) کے حضورؑ بیٹھا تھا کہ میں نے آپؑ کی خدمت میں شیعہ اختلافات کا ذکر کیا...... حضرت امام علی نقی (علیہ السلام)

نے میری بات کو سن کر فرمایا

اے محمدؐ! اللہ اپنی توحید میں ہمیشہ سے لکھا ہے ذات احدیت نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ کو پیدا کیا ایک ہزار تک ان کے انوار یونہی رہے پھر ذات احدیت نے کائنات عالم کو پیدا فرما کر ان انوار عالیہ کو تخلیق کائنات کے راز سے آگاہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت فرض کر دی اور جملہ امور عالم کو ان کے سپرد کر دیا چنانچہ جس چیز کو چاہیں یہ حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اے محمدؐ! یہ ہے دین اسلام جو بھی اس میں کمی یا بیشی کرے گا وہ دین سے خارج ہوگا اور جو اس راستہ سے پیچھے ہٹے گا اس کا دین مردود ہوگا جو اسی راستہ پر چلے گا وہ صالحین سے ملحق ہوگا۔

اے محمدؐ! تو بھی اسی راہ کو اپنا نصیب العین سمجھ"

امام خمینیؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

محترم قارئین! یہ ہے وہ حدیث جو ان لغو تراشوں (نجدی وہابیوں) نے سابقہ ولاحقہ سے حصہ سے کاٹ کر فرقہ ناجیہ کے سر فتویٰ شرک کے ساتھ تھوپ دی ہے اب ملاحظہ فرمائیے کہ:

- ذات احدیت نے ازل سے اپنی توحید میں لکھا ہے...... بھلا سلسلہ توحید میں اس سے بہتر کوئی جملہ ہو سکتا ہے؟
- اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ محمدؐ، علیؑ اور فاطمہؑ اول مخلوق ہیں تو کیا وہ مشرک ہو جائے گا؟ حالانکہ عالم تخلیق میں یہ تو بہر طور ماننا ہی پڑے گا کہ خلاق عالم نے کسی کو سب سے پہلے زیور وجود سے آراستہ کیا ہے خواہ یہ مخلوق اول مٹی ہو یا پانی ہو اور یا

انسان ہوا اگر کسی دوسری چیز کو مخلوق اول ماننے سے شرک نہیں تو پھر محمدؐ، علیؑ اور فاطمہؑ کو اول مخلوق ماننے سے شرک کہاں سے ٹپک پڑے گا اور کیوں؟

اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ محمدؐ، علیؑ اور فاطمہؑ پوری کائنات کے لیے واجب الاطاعت ہیں تو کیا وہ مشرک ہو جائے گا؟

حدیث کا آخری جملہ ہے جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں...... کیا اس جملہ سے امور تشریعہ کے علاوہ بھی کوئی امر مراد لیا جا سکتا ہے؟ ہاں ہمیں یہ حق ضروری ہے کہ ہم ان کے حلال وحرام کا جائزہ لیں لیکن اس کا حل بھی ہمیں کلام معصومؑ ہی سے مل جاتا ہے۔

ان اختیارات کے باوجود آئمہؑ اس چیز کو حلال کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور اس چیز کو حرام کہتے ہیں جسے خدا نے حرام کیا ہے۔

اگر چشمہ تعصب و جہالت اتار کر چشم بینا سے دیکھا جائے تو حدیث مذکور کا مستفاد صرف یہ ہے کہ آئمہؑ اللہ تعالیٰ کے تابع محض ہیں یہ اسی کا ارادہ کرتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے...... حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام کہتے ہیں...... اب بھلا بتائیے کہ اس عقیدہ سے شرک کا کیا تعلق ہے؟

نیز یہ بتائیے کہ ”اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم“ کی آیت مجیدہ اور حدیث مذکورہ کے مضمون میں کیا فرق ہے؟

مجھے کہنے دیجئے کہ اگر ایک شخص نقل روایت میں اتنی خیانت کر کے مغالطہ دینے کی کوشش کر سکتا ہے تو پھر جسارت اور گستاخی کا وہ کون سا پہلو ہے جسے وہ نظر انداز کر دے گا اور اپنے آپ کو کس زبان سے توحید نواز کہے گا؟

اس تشریح کے اختتام پر نتیجہ کے طور پر امام خمینیؒ تحریر کرتے ہیں۔

اگر قارئین! اجازت دیں تو میں اس عقل کے اندھے سے کہہ دوں کہ آپ نہ صرف صف شرفاء سے خارج ہیں بلکہ حقوق و آداب انسانیت سے بھی محروم ہیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ اپنی زہر آلودہ تحریر و تقریر سے قوم شیعہ کے شستہ اور شائستہ ذہن میں نفرت، ملت خیر البریہ کے سرمایہ حیات بزرگان دین کے حق میں جسارت اور کتب حقہ کے سلسلہ میں زہر گھول رہے ہیں۔

فرشتوں کا نور محمدیؐ کو دیکھ کر نور خدا سے تشبیہہ دینے کا راز

علل الشرائع ج ۲ ص ۳۱۲، حدیث ۱، آداب نماز امام خمینیؒ ص ۱۹۱ پر یہ حدیث درج ہے۔

"خدائے عزیز و جبار نے حضرت نبی اکرمؐ پر نور کی ایک محمل نازل کی جس میں چالیس طرح کے انوار تھے جو عرش الہیٰ کے اطراف میں اس طرح حلقہ کیے ہوئے تھے کہ ہر دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں ان میں سے ایک نور زرد تھا لہذا ادھر زرد ہی زرد روشنی پھیلی تھی ایک نور سرخ تھا اور ادھر سرخ ہی سرخ روشنی پھیلی تھی۔

یہاں تک حدیث شریف بیان کرتے کرتے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا پس حضرت رسول اللہؐ اس میں بیٹھے اور آسمان کی طرف بلند ہوئے یہ دیکھ کر ملائکہ آسمان میں ادھر ادھر بھاگ گئے اس کے بعد سجدہ میں گر کر کہنے لگے۔

پاک اور پاکیزہ ہے ہمارا پروردگار اور ملائکہ و روح کا پروردگار، یہ نور ہمارے پروردگار سے یہ نور ہمارے پروردگار کے نور سے کسی قدر مشابہ ہے؟

حضرت جبرئیلؑ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر اس پر ملائکہ خاموش ہو گئے آسمان کے دروازے کھل گئے اور ملائکہ مجتمع ہوئے اس کے بعد آئے اور گروہ در گروہ حضرت رسول اکرمؐ پر سلام کرنے لگے۔

کسی آسمان کے ملائکہ میں جمال محمدیؐ کے مشاہدہ کی طاقت نہ تھی

تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۵ تفسیر سورہ بقرہ کے ذیل میں روایت ۵۳۰، علل الشرائع ج ۲ ص ۳۱۲، آداب نماز امام خمینیؒ میں ۱۹۷ پر ہے۔

''حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں اذان کے آغاز کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا حضرت رسول اکرمؐ کعبہ کے سائے میں تھے جبرئیلؑ جنت کے پانی سے بھرا ایک طشت لے کر آپ کی خدمت میں آئے آپ کو جگایا اور کہا کہ اس پانی سے غسل کیجئے...... پھر حضرت رسول اللہؐ ایک محمل میں بیٹھے جس میں ہزار ہزار قسم کے نور کے رنگ تھے پھر آپ کو آسمان کی طرف لے جایا گیا پھر آپ کو آسمان کی طرف یہاں تک کہ آسمان کے دروازوں تک پہنچے جب ملائکہ نے آپ کو دیکھا تو آسمان کے دروازوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور کہنے لگے دو خدا ہیں ایک زمین میں اور ایک آسمان میں۔

حکم خدا سے جبرئیلؑ نے کہا ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' یہ سن کر ملائکہ دروازوں کی طرف پلٹ آئے اسی وقت آسمان کے دروازے کھلے اور حضرت رسول اکرمؐ داخل آسمان ہوئے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے پس وہاں بھی فرشتے دروازوں

کے اطراف کو چھوڑ کر بھاگ گئے جبرئیلؑ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ...... ملائکہ پلٹ آئے اور سمجھ گئے کہ رسول اللہ مخلوق ہیں پھر در کھلے اور رسول اللہؐ داخل ہوئے اسی طرح دیگر افلاک پر بھی ہوا...... امام خمینیؒ آداب نماز کے ص ۲۰۴ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام آسمانوں میں سے کسی آسمان کے ملائکہ میں جمال محمدی کے مشاہدہ کی طاقت نہ تھی اور اس نور محمدؐ میں نور مطلق الہیٰ ہے مگر اذان واقامت کی فصلوں کو سن کر مایوس ہو جاتے تھے ابواب سماوات کھل جاتے تھے اور پردے ہٹ جاتے ہیں۔

آیت نور ہمارے بارے میں نازل ہوئی

(حضرت امام محمد باقر علیہ السلام)

آداب نماز مترجم میں ۷۸۶ میں امام خمینیؒ لکھتے ہیں کہ اُصول کافی ج ۱ ص ۱۹۴ کتاب الحجۃ باب ان الائمۃ نور اللہ حدیث ۱ میں روایت ہے حضرت امام محمد باقرؑ نے سورہ نور کی آیت ۳۶ "واللہ نور السموت والارض" کی تفسیر میں ابو خالد کابلی سے فرمایا یہی حضرات یعنی آئمہؑ...... خدا کی قسم وہ نور خدا ہیں جن کو خدا نے نازل فرمایا ہے...... اور یہی حضرات واللہ نور اللہ فی السموت والارض ہیں۔

ولایت باطن رسالت ہے

من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الصلاۃ باب الاذان والاقامۃ، ثواب المومنین ذیل روایت ۳۵، احتجاج ج ۱ ص ۳۳۰ پر روایت ہے کہ حضرت امام

جعفر صادقؑ فرماتے ہیں خدائے عز وجل نے جب عرش کو خلق فرمایا تو اس پر لکھا۔

"لا اله الا الله محمد رسول الله علی امیر المومنین"۔

اس کے بعد اس فرشتہ نے پانی کرسی لوح اسرافیل کی پیشانی جبرئیلؑ کے دونوں بازوؤں آسمانوں کے شانوں زمینوں پہاڑوں کی بلندیوں اور آفتاب و ماہتاب پر نقل کیا پھر امامؑ نے فرمایا۔

جب تم میں سے کوئی "لا اله الا الله محمد رسول الله کہے تو علیؑ امیر المومنین" بھی کہے...... یہ روایت درج کرنے کے بعد آداب نماز مترجم میں ۲۰۵، ۲۶۶ پر امام خمینیؒ لکھتے ہیں۔

"خلاصہ یہ ہے کہ یہ ذکر شریف رسالت کی شہادت کے بعد مستحب ہے ......عرش کی بلندیوں سے زمینوں کی تہوں تک تمام موجودات پر ان کلمات کو لکھنے کا عرفانی نکتہ یہ ہے کہ خلافت و ولایت کی حقیقت الوہیت کا ظہور ہے اور جس موجود کو بھی وجود کا کوئی حصہ ملا وہ حقیقت الوہیت اور ظہور الوہیت ہی سے ملا ہے جو خلافت و ولایت کی حقیقت ہے اور یہ لطف الٰہی عوام، غیب سے عالم شہادت تک...... کائنات کے اس سرے سے اس سرے تک سب کی پیشانی پر (مہر کی طرح) ثبت ہے۔

اسی وجہ سے شیخ عارف شاہ آبادی مرحوم فرماتے تھے کہ ولایت کی شہادت خود بخود رسالت کی شہادت میں حاصل ہے کیونکہ ولایت باطن رسالت ہے۔

راقم الحروف (امام خمینیؒ) کہتا ہے کہ الوہیت کی شہادت میں مجموعی طور سے شہادتین (شہادت رسالت اور شہادت ولایت) شامل ہے اور رسالت کی شہادت میں شہادت الوہیت اور شہادت ولایت شامل ہیں اور شہادت ولایت میں شہادت

الوہیت اور شہادت رسالت شامل ہیں (یعنی جب ان تینوں شہادتوں (گواہیوں) میں سے ایک گواہی دے دی جائے تو اس میں دوسری دو گواہیاں خود بخود آجاتی ہیں کیونکہ یہ تینوں گواہیاں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں کوئی ایک گواہی دوسری گواہیوں کے بغیر ناقص ہے اور سادہ عوام کیلئے کبھی تین گواہیوں کو یکے بعد دیگر ذکر کر دیا جاتا ہے اور کبھی الوہیت اور رسالت کی گواہی پر اکتفاء کر دیا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے امور حضرت نبی اکرمؐ کو سپرد کیے

اُصول کافی ج ۱ ص ۲۶۶ حدیث ۳، چہل حدیث از امام خمینیؒ ص ۶۷۶ پر درج ہے کہ زرارہ کہتے ہیں میں نے حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا کہ خدا نے اپنے نبیؐ کے سپرد اپنی مخلوق کے امور کر دیئے تا کہ ان کی اطاعت کو دیکھے پھر اس آیت کی تلاوت کی کہ "رسولؐ جس کا حکم دیں اس کو بجالاؤ اور جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ"۔

(اس حدیث مبارک پر مکمل بحث چہل حدیث ص ۶۷۵ تا ۶۷۵ امام خمینی (رضوان اللہ) نے کر کے مسئلہ تفویض کی کیفیت اور حیثیت کا تعین کیا ہے)

تبصرہ

امام خمینیؒ کیلئے فخر کی بات

ہمیں اس بات پر فخر ہے اور ہماری ملت عزیز جو سرتاپا اسلام اور قرآن کی پابند ہے اسے بھی اس بات پر فخر ہے کہ ہم ایسے مذہب کے پیروکار ہیں جو قرآنی

حقائق کو جو کہ سراسر وحدت بین مسلمین بلکہ پوری انسانیت کی وحدت کی بات کرتا ہے قبرستانوں اور مقبروں سے نجات دے کر اسے انسانیت کیلئے ایک نجات دہندہ عظیم ترین ہدایت نامہ، نسخہ کے طور پر سامنے لایا ہے...... وہ انسانیت جس کے تمام اعضاء ،دست و پا، عقل و دل بلکہ اسکی ہر شئی مقید ہو چکی ہے اسکی نجات قرآنی حقائق میں ہے جو اس انسان کو طاغوتیوں کی بندگی، غلامی سے نجات دینے کے واسطے ہیں اور اسے فشاء نیتی سے بھی چھڑائیں گے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم ایسے مذہب کے پیروکار ہیں کہ رسول خدا، اللہ کے امر سے اس مذہب کے موسس و بانی تھے اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ جو ایک مرد آزاد تھے ہر قسمی قید و بند سے آزاد جس میں عام انسان گرفتار تھے حضرت رسول اللہؐ نے اللہ کے حکم سے انہیں یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ انسان و بشر کو ہر قسمی زنجیروں اور قید و بند کے وسائل سے مکمل آزادی دلائیں۔

ہمیں فخر ہے کہ قرآن مجید کے بعد مادی اور معنوی زندگی کیلئے عظیم ترین دستور نہج البلاغہ ہمارے پاس ہے یہ بشریت کو آزادی دلانے کیلئے عظیم ترین کتاب ہے اس کتاب کے معنوی اور حکومتی دستورات بلند ترین اور اعلیٰ ترین راہ نجات ہیں یہ کتاب ہمارے امام معصوم کی انشاء کردہ ہے۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ آئمہ معصومین (علیہم السلام) حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے لیکر منجی بشریت حضرت مہدی صاحب الزمان (علیہم الاف التحیات والسلام) خداوند قادر کی قدرت سے زندہ اور امور معاملات پر ناظر ہیں وہ ہمارے آئمہؑ ہیں۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے حیات بخش دعاؤں کہ جنہیں قرآن صاعد (نہج اوپر جانے والا قرآن) کہا گیا ہے یہ سب دعائیں ہمارے آئمہ معصومین (علیہم السلام) کی انشاء کردہ ہیں ہمارے اماموں کی مناجات شعبانیہ، حسین بن علی (علیہما السلام) کی دعائے عرفات، صحیفہ سجادیہ جو زبور آل محمد ہے صحیفہ فاطمیہ جو کہ اللہ کی طرف سے جناب زہراء مرضیہ کیلئے الہام شدہ ہے یہ سب ہمارے پاس ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ حضرت باقر العلوم جو تاریخ کی بلند ترین اور عظیم ترین ہستی ہیں خداوند تعالیٰ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آئمہ معصومین (علیہم السلام) کے علاوہ کسی نے ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں سمجھا اور نہ ہی ادراک کیا اور ادراک کر بھی نہیں سکتا وہ ہمارے امام ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارا مذہب جعفری ہے ہماری فقہ جو ایک بے پایاں سمندر ہے وہ ان کے آثار سے ایک ہے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم تمام آئمہ معصومین (علیہم السلام) کے قائل اور انکے باوفا پیروکار ہیں۔
(وصیت نامہ امام خمینیؒ)

امام خمینیؒ نے اپنے وصیت نامہ کا آغاز حدیث ثقلین سے کیا

آپ نے فرمایا "**قال رسول الله** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) **انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهل بیتی فانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض**".

رسول اللہؐ نے فرمایا بتحقیق میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت میری اہل بیتؑ ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک

دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہونگے بلکہ دونوں اکٹھے حوض پر پہنچیں گے۔

ایک مشہور حدیث قدسی کا انکار

وہ حدیث قدسی یہ ہے

وانہ لیتقرب الی بالنافلة حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ولسانه الذی ینطق به ویده التی یبطش بها......

(اصول کافی ج ۴ ص ۵۳ کتاب الایمان والکفر آداب نماز ص ۲۹)

❁ یہ حدیث خودساختہ ہے۔

(شرف الدین)

❁ یہ حدیث عبودیت کی معراج ہے۔

(امام خمینیؒ)

حدیث قدسی کا انکار

عقائد ورسومات شیعہ ص ۸۰ پر لکھتے ہیں

یہ گروہ دوسری زبان میں شرک کو ایک مذموم وناپسند کلمہ قرار دے کر ہمارے اندر سے توحید کے تمام مراحل کا خاتمہ کررہا ہے اپنے اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے یہ گروہ ان کلمات واصطلاحات کا استعمال کرتا ہے۔

اس کے بعد ۹ عنوان کو اصطلاحات میں لکھا ہے نمبر ۹ میں لکھتے ہیں۔

فلاں حدیث میں آیا ہے بندہ میری عبادت کرے تو میں اسے اپنے جیسا بنا لیتا ہوں۔

تبصرہ

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک حدیث قدسی کے خلاف کس طرح مومنین کے افکار کو مسموم کر رہے ہیں حالانکہ یہ حدیث قدسی نظریہ توحید سے متصادم ہرگز نہیں ہے بلکہ خداوند کی اطاعت کرنے کی ترغیب دلاتی ہے اب آپ اس حدیث کے حوالہ جات اور اس کا مستند ہونا ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب

جس حدیث قدسی کو شرف الدین خود ساختہ تصورات قرار دیتے ہیں اس کا حوالہ امام خمینیؒ کی تحریروں اور دیگر مدلل مصادر میں موجود ہے۔

حوالہ نمبر ا:

امام خمینی مدظلہ آداب نماز میں لکھتے ہیں

آداب نماز ص ۲۸ ملاحظہ کریں۔

''حقائق ربوبیت تک پہنچنے کا طریقہ مدارج عبودیت میں سیر کرنا ہے اور عبودیت میں جس قدر انیت وانانیت مفقود ہوتی جاتی ہے اسی قدر ربوبیت کی حمایت کے سائے میں انسان حقائق ربوبیت کو پاتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کی سماعت وبصارت اور اس کا ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے۔

حوالہ نمبر۲:

جیسا کہ فریقین کے درمیان مشہور حدیث میں وارد ہوتا ہے۔

امام خمینیؒ اس حدیث کا حوالہ حاشیہ نمبر۱ ص ۳۲ پر لکھتے ہیں۔

خدایا! اشیا (اور امور) جیسے وہ ہیں مجھے دکھا..... عوالی اللئالی میں روایت ہے۔

اللھم ارنی الحقائق کما ھی (پالنے والا) ''حقیقتوں کو مجھے ویسے ہی دکھا جیسے وہ ہیں'' اور اسی کتاب کی تعلیق میں شرح کبیر فخر رازی ج۶ ص ۲۶ اور مرصاد العباد ص ۳۰۹ سے **ارنا الاشیاء کما ھی** نقل کیا گیا ہے۔

(مزید تفصیل وتشریح ص ۲۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

حوالہ نمبر۳:

آداب نماز ص ۳۰۵ پر لکھتے ہیں

جو شخص کتاب تکوین و تدوین الہیٰ کے ساتھ اسماء و آیات کی قرائت کی عادت ڈالے گا رفتہ رفتہ اس کا دل کسی ذکر اور کسی آیت کی صورت خود بن جائے گا اور باطن ذات ذکر اللہ تعالیٰ اسم اللہ اور آیۃ اللہ کے ساتھ محقق ہو جائے گا۔

چنانچہ ذکر کی تفسیر و تطبیق حضرت رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اسماء حسنیٰ کی تفسیر و تطبیق آئمہ ہدیٰ (علیہم السلام) سے اور ''آیۃ اللہ'' کی تفسیر و تطبیق بھی انہی حضرات سے کی گئی ہے۔

یہ حضرات آیات الٰہیہ، اسماء الحسنٰی اور ذکر اللہ الاکبر ہیں۔

حوالہ نمبر۴:

چہل حدیث مترجم ص ۴۶۰ پر حضرت سجاد (علیہ السلام) کی حدیث نقل کرتے ہیں۔

حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ نے فرمایا خدا اور اس کی حجت کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے پس خدا کے لیے اس کی حجت کے علاوہ کوئی پردہ نہیں ہے۔

ہم ابواب اللہ ہیں اور ہم ہی صراط مستقیم ہیں اور ہم ہی اس کے گنجینہ علم ہیں ہم اس کی وحی کے ترجمان، اس کی توحید کی بنیاد اور اس کے رازدار ہیں۔

اس حدیث کا حوالہ حاشیہ میں لکھتے ہیں معانی الاخبار ص ۳۵ باب معنی الصراط حدیث ۵۔

❁ مزید حوالوں کے ملاحظہ کریں آداب نماز ص ۶۱، ص ۱۹۱، ص ۲۰۳ تا ۲۰۵، ص ۲۴۲، ۲۵۹، ص ۲۶۱، ص ۳۰۵ ص ۳۳۶ تا ۳۳۷۔

حوالہ نمبر۵:

آداب نماز ص ۹۷ پر لکھتے ہیں۔

"قلب کی نورانیت قلب سے آگے بڑھ کر تمام دوسرے اعضاء و جوارح اور باطنی قوتوں میں سرایت کر جاتی ہے تمام مملکت نور بلکہ نور علی نور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ طہارت اس منزل تک پہنچ جاتی ہے کہ "قلب الہی لاہوتی" ہو جاتا ہے اور لاہوت کی تجلی ظاہر و باطن کے تمام مراتب میں پھیل جاتی ہے اور عبودیت کلی طور پر فانی اور مختفی ہو جاتی ہے اور ربوبیت ظاہر و ہویدا ہوتی ہے......الخ"۔

حوالہ نمبر ۶:

حضرت امام محمد باقرؑ یہ حدیث نقل فرماتے ہیں

یہ حدیث امام خمینیؒ نے چہل حدیث کے ۱۶۷ پر لکھی نیز آداب نماز کے ص ۲۹۲ پر درج کی۔

حدیث کا اصل ماخذ اُصول کافی ج ۲ ص ۳۵۲ کتاب ایمان وکفر باب من اذی المسلمین واحتقرم حدیث ۸۔

اب مکمل حدیث ملاحظہ کریں

جس حدیث کا شرف الدین نے انکار کیا ہے اسکا اصل متن ملاحظہ ہو۔

حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) نے فرمایا جب رسول اللہ کو شب معراج ساحت قدس تک لے گئے تو آپؐ نے عرض فرمایا خدایا! مومن کی قدر و منزلت تیرے نزدیک کیا ہے؟ جواب آیا اے محمدؐ! جو میری وجہ سے کسی دوست کی توہین کرے وہ مجھ سے جنگ کرنے لیے آمادہ ہو گیا اور میں ہر چیز سے زیادہ جلدی دوستوں کی مدد کرتا ہوں میں جو بھی کام کرتا ہوں اس میں کبھی اس طرح متر دونہیں ہوتا جس طرح اس مومن کی موت میں متردد ہوتا ہوں جو موت کو ناپسند کرتا ہو اور میں اس کو تکلیف پہنچانے کو ناپسند کرتا ہوں میرے بندوں میں بعض ایسے ہیں جن کی اصلاح مالداری کے علاوہ کچھ نہیں ہے اگر میں اس کو کسی اور طرف موڑ دوں تو وہ ہلاک ہو جائے اسی طرح بعض بندوں کی ان کو فقیر رکھنے میں ہے اگر اس کو کسی اور طرف موڑ دوں تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

میرے بندوں میں سے جو بندہ مجھ سے قربت حاصل کرنا چاہے تو میرے

نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ ہے کہ فرائض کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کرے۔

اور میرا بندہ جب نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں اور جب میں اسے محبوب رکھنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی وہ زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اگر وہ مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں اور اگر سوال کرتا ہے تو عطا کرتا ہے۔

حوالہ نمبر ۷:

مزید اسناد

امام خمینیؒ، چہل حدیث ص ۴۹۷ پر اسی حدیث کے ضمن میں مزید اسناد کا ذکر کرتے ہیں اور شیخ بہائی کی روایت نقل کرتے ہیں۔

اس حدیث کی امام خمینیؒ مزید اسناد چہل حدیث ص ۴۹۷ پر نقل کرتے ہیں۔

"شیخ محقق بہائیؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ ان حدیثوں میں ہے جو عامہ و خاصہ میں مشہور ہے تھوڑی سی کمی۔ کے ساتھ عامہ نے اس حدیث کو اپنی صحاح میں نقل کیا اس کے بعد علامہ بہائیؒ نے اس حدیث کو تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ نقل فرمایا ہے اور کتاب اربعین کے حاشیہ پر فرمایا حدیث کی سند میں جو لوگ ذکر کیے گئے ہیں ان میں سے ایک علی ابن ابراہیمؒ بھی ہیں اور اسی اعتبار سے

یہ روایت صحیح ہے اور عامہ نے اس حدیث کو صحیح طریقہ سے نقل کیا ہے اہل اسلام کے نزدیک یہ حدیث متفق علیہ اور مشہور حدیثوں میں سے ہے۔

امام خمینیؒ شیخ محقق بہائی کی اس نقل کردہ سند کا پھر حوالہ دیتے ہیں اربعین حدیث ص ۲۹۵...... عامہ میں سے بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الرقاق ج ۲۳ ص ۲۲ اور ابن حنبل نے مسند کی ج ۶ ص ۲۵۶ پر نقل کی ہے۔

حوالہ نمبر ۸:

اب شیخ محقق بہائی حدیث نقل کرتے ہیں

چہل حدیث ص ۲۹۷ پر امام خمینیؒ شیخ محقق بہائی کا کلام نقل کرتے ہیں شیخ بہائی اپنی اربعین میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

اصحاب قلوب کے لیے اس جگہ ایسے کلمات عالیہ وارشادات سریہ وتلویحا ذوقیہ ہیں جو مشام ارواح کو معطر کر دیتے ہیں اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دیتے ہیں مگر ان معانی تک اور ان حقائق تک صرف وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ اپنے آرام کو ترک کر دیں یہاں تک کہ اس کے آب شریں کا مزہ چکھ سکیں اور مطلب تک پہنچ سکیں لیکن جو لوگ ان کلمات کے اسرار سے بے خبر ہیں دنیائے دنی کی لذتوں میں غرق ہونے اور بدنی لذتوں میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ان کلمات کے گنج معارف سے محروم ہیں وہ ان کلمات کے سننے سے عظیم خطرے میں ہیں اور اس بات کا خطرہ ہے کہ گرفتار الحادنہ ہو جائیں اور حلول واتحاد کے توہم میں گرفتار نہ ہو جائیں خدا اس سے بہت بزرگ و برتر ہے۔

ہم یہاں پر بہت ہی سادہ طریقہ سے بیان کرتے ہیں تا کہ بات سمجھنے میں آسانی ہو لہذا عرض ہے کہ یہ کلام قرب میں مبالغہ ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ بندہ کے ظاہر و باطن سے سر و علن پر سلطان محبت کا غلبہ ہے لہذا مقصود یہ ہے...... واللہ اعلم ...... مطلب یہ ہے کہ جب میں کسی بندہ کو دوست رکھتا ہوں تو اس کو محل انس میں جذب کر لیتا ہوں اور عالم قدس کی طرف متوجہ کر دیتا ہوں اس کی فکر کو اسرار ملکوت میں مستغرق کر دیتا ہوں اور اس کے حواس کو انوار جبروت کے اخذ پر محدود کر دیتا ہوں اس وقت بندے کا قدم مقام قرب میں ثابت رہ جاتا ہے اور محبت اس کے خون و گوشت میں اس قدر مخلوط ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ سے غائب ہو جاتا ہے اور اپنے احساسات سے غافل ہو جاتا ہے اغیار اس کی نظر سے محو ہو جاتے ہیں (یہ وہ مقام ہے جو ہمارے آئمہ اطہار (علیہم السلام) کو بدرجہ اتم واکمل حاصل تھا)

حوالہ نمبر ۸:

خواجہ نصیر الدین محقق طوسی (علیہ الرحمہ) کی سند

امام خمینیؒ چہل حدیث ص ۳۰۷ پر محقق طوسیؒ کے کلام کو لکھتے ہیں کہ خواجہ محقق طوسی رقمطراز ہیں۔

عارف جب اپنے سے منقطع ہو جاتا ہے اور حق سے متصل ہو جاتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ تمام قدریں قدرت حق میں مستغرق ہیں اور تمام علوم علم حق میں مستغرق ہیں اور تمام ارادے اس کے ارادہ میں مستغرق ہیں پس عارف تمام وجودات اور کمالات وجودات کو اسی سے صادر اور اسی کی طرف سے فائض دیکھتا ہے اور اس وقت

پروردگار اس کی سماعت و بصارت و قدرت و علم و جود ہو جاتا ہے اور عارف متخلق باخلاق اللہ (الٰہی اخلاق و عادات و اطوار سے آراستہ و پیراستہ) ہو جاتا ہے۔

محقق طوسیؒ کے کلام کی سند امام خمینیؒ حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں شرح اشارات ج ۳ ص ۳۸۹ نمط فصل ۱۹۔

حوالہ نمبر ۹:

علامہ باقر مجلسیؒ کی سند

چہل حدیث ص ۳۰۷ پر امام خمینیؒ علامہ باقر مجلسی کا کلام ذکر کردہ حدیث کے ضمن میں خلاصہ کے طور پر نقل کرتے ہیں علامہ مجلسیؒ کہتے ہیں۔

انسان اگر اپنی طاقتوں کو شہوت اور شیطانی راستوں میں صرف کرتا ہے تو ان میں کچھ باقی نہیں رہتا سوائے حسرت و ندامت کے۔

اور اگر اپنی طاقتوں کو اطاعت خدا کے راستہ میں خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان قوتوں کو روحانی قوتوں میں تبدیل کر دیتا ہے پس اس کی سماعت و بصارت سب روحانی ہو جاتی ہے اور وہ اپنی سماعت سے ملائکہ کے کلمات سنتا ہے۔

موت کے بعد بھی اس کی سماعت و بصارت ضعیف نہیں ہوتی اور قبر میں اسی روحانی سماعت و بصارت سے سوال و جواب ہوتا ہے اور قیامت کے روز اسی روحانی سماعت و بصارت کی وجہ سے صاحب سمع و بصر رہتا ہے لیکن جو شخص اس سماعت و بصارت کو حاصل نہیں کر پاتا وہ (قیامت میں) اندھا و بہرا محشور ہوتا ہے۔

حاشیہ میں امام خمینیؒ اس روایت کا حوالہ نقل کرتے ہیں۔

مراۃ العقول ج ۱۰ ص ۳۸۳ کتاب ایمان وکفر باب من اذی المسلمین حدیث ۷۔

حوالہ نمبر ۱۰:

استاد العلماء علامہ سید محمد باقر چکڑالوی اعلی اللہ مقامہ

مجالس المرضیہ فی اذکار العترۃ النبویہ کے ص ۲۶۹، ۲۷۰ پر فرماتے ہیں اُصول کافی کتاب الایمان والکفر میں حماد بن بشیر سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے ولی کی توہین کی تو گویا اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا اور عبد کے لیے فرائض کی ادائیگی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ میرے تقرب کا زیادہ موجب نہیں ہے اور انسان نافلہ کے ذریعہ بھی میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس جب کسی عبد کو اپنا محبوب بنالوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی وہ زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے وہ دعا مانگے تو قبول کرتا ہوں اگر کچھ مانگے تو دیتا ہوں اور ایسا مومن جب موت کو ناپسند کرے تو میں بھی اس کی موت کو نہیں پسند کرتا۔

یہ روایت نقل کرنے کے بعد استاد العلماء علامہ محمد باقر اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں۔

جب ہر مومن مظہر خداوندی بن سکتا ہے تو جو مومنین کے امامؑ ہیں وہ کیسے ہوں گے؟ بے شک وہ خدا کے مظہر کامل ہوں گے اسی بناء پر حضرت امام محمد باقرؑ سے غایۃ المرام میں ایک روایت ہے کہ ہماری ولایت اللہ تعالیٰ کی ولایت ہے اور ہم پر ظلم

کرنا اللہ تعالیٰ پر ظلم کرنا ہے۔

۞...... قائم (عج) کی غیبت کے بارے میں تھوڑتے لوگ ایمان پر رہ جائیں گے۔

حضرت امام حسینؑ

۞...... اللہ میرا انتقام بھی تم سے اسی طرح لے گا جس کا تمہیں وہم و گمان بھی نہ ہوگا

حضرت امام حسینؑ

۞...... سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو ان کو بھی دے جن کو ان سے کوئی امید نہ ہو۔

حضرت امام حسینؑ

۞...... جو کسی مومن کی بے چینی کو دور کرے گا اللہ اس کی دنیا و آخرت کی بے چینی ختم کرے گا

حضرت امام حسینؑ

۞...... دنیا کی رغبت غم اور پریشانی میں اضافہ کرتی ہے...... حضرت امام حسینؑ

عنوان

علم پاک حضرت ابوالفضل عباس علمدارؑ

یہ جھنڈا جو سریوں اور سیمنٹ سے بلند ہوا ہے اگر اسے گرا دیا جائے تو دوبارہ ساز و سامان کا محتاج ہوگا۔

(شرف الدین)

اے یادگار پنجتن! (سید الساجدینؑ) تمہارے بابا کی قبر پر وہ پرچم نصب ہوگا جسے زمانہ سرنگوں نہ کر سکے گا۔

(حضرت زینب سلام اللہ علیہا)

شرف الدین کا علم مبارک کے بارے میں گستاخانہ اور توہین آمیز نظریہ

عقائد ورسوم الشیعہ کے ص ۲۸ پر عنوان دیا گیا ہے۔

سیاہ جھنڈا

شیعیان حیدر کرار کی دنیا و آخرت کی پہچان ہے دنیا میں دیگر قوموں کے سامنے سرخرو ہونے اور قبر میں منکر ونکیر کے لیے تعارف ہے حضرت امام حسینؑ کے علمدار حضرت عباسؑ سے منسوب یہ سیاہ جھنڈا ہر امام بارگاہ پر نصب کیا جاتا ہے اسی طرح بہت سے شیعہ گھروں پر بھی یہ سیاہ جھنڈا لہرا رہا ہے اسے عزادار علم کہتے ہیں پوری دنیا میں جھنڈے کو علم کہنا صرف یہاں کی وضع کردہ اصطلاح ہے جب کہ پیغمبر اسلامؐ امیر المومنینؑ امام حسینؑ نے جب جھنڈے کا ذکر کیا تو اسے ''لوا'' اور ''رایۃ'' کہا ہے شاید بعض علماء ماہرین صرف ونحو واُصول کہیں۔کہ اس میں کیا حرج ہے؟ مجازاً جائز ہے ہم بھی ان کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کیونکہ جہاں حلال وحرام میں تغیر و تبدیل جائز ہو تو الفاظ کی تبدیلی میں کوئی حرج نہیں رہتا بعض اس علم کو عقائد میں شمار کرتے ہیں چنانچہ دینی مدارس سے بھگوڑے یا کچھ عرصہ پڑھنے والوں کو عمامہ وعبا پہنا کر کہلوایا جاتا ہے یہ جھنڈا ہمارا مذہبی نشان ہے اسی طرح شیعہ دینیات کے ترتیب دینے والوں نے قبر میں منکر ونکیر کے سوالات کے جواب میں لکھنا شروع کیا ہے کہ یہ جھنڈا ہمارا نشان ہے۔

پہلے زمانے میں مجلس عزائے حضرت امام حسینؑ میں عزاداران کو کربلا میں حضرت ابوالفضل العباس (علیہ السلام) کی شہادت کی یاد دلانے کے حوالے سے پرچم کا ذکر ہوتا تھا رفتہ رفتہ جب مجلس عزائے ایک نئی شکل وصورت اختیار کی تو اس علم کو جلوس میں لایا گیا سابق زمانے میں اس کا رنگ سیاہ ہوتا تھا لیکن چند سالوں سے اس کے رنگ، شکل، قد وقامت اور تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ جتنا مفاد پرستوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اسی تناسب سے اس کی شکل وصورت اور تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔

جھنڈے کا مقصد لشکر کو اپنے گرد جمع کرنا تھا اسی طرح جلوس میں بھی لوگوں کو جمع کرنے کی خاطر جھنڈا ہوتا تھا لیکن جب لوگوں نے اس جھنڈے کی تھیلی میں لوگوں سے نذورات لینا شروع کیں تو ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا رفتہ رفتہ یہ جلوسوں سے واپسی کے بعد ہمیشہ کے لیے امام بارگاہوں میں نصب ہونا شروع ہوا اور اس کے نیچے ایک صندوق رکھا جانے لگا تا کہ عقیدت منداس میں اپنی نذر و نیاز ڈالیں اب علم کربلا کی یاد دہانی کی بجائے صندوق نذر و نیاز کی نشانی بن گیا ہے پریشان حال لوگ اپنے مسائل و پریشانیوں کی خلاصی کے لیے اس میں پیسہ ڈال کر اپنی پریشانی کے دور ہونے کے معتقد ہوئے ہیں کیونکہ ایک گروہ نے اس علم سے حاجتیں نیازیں پورا ہونے کا پروپگنڈا شروع کیا اور وقتاً فوقتاً ساحرانہ طور پر بناوٹی معجزات کا بھی چرچا کیا۔ دور جاہلیت میں بتوں کی انتظامیہ بتوں کے پیچھے کسی آدمی کو بٹھاتی اور وہ آنے والوں سے اپنے لیے نذر و نیاز کی بھیک مانگتا جس کے نتیجہ میں بت پرست یہاں خواتین کے زیورات چھوڑتے اونٹ و گوسفند ذبح کرتے شاید انہی کی پیروی کرتے ہوئے آج

کل یہ کام ریکارڈنگ اور مختلف طور طریقوں سے انجام پا رہا ہے۔

بعض علماء اور شخصیات نے تو ہاتھ ہلا کر کہا اس جھنڈے کو معمولی نہ سمجھنا اسے ایک کپڑے اور لکڑی کا ڈنڈا نہ سمجھنا مجھے بھی ان سے اتفاق ہے یہ جھنڈا کوئی معمولی جھنڈا نہیں کیونکہ اسے کوئی بھی چرسی ملنگ فٹ پاتھ یا سڑک کے دوراہے پر لگائے تو یہ پوری قوم کی عزت اور وقار کا مسئلہ بن جاتا ہے اس جھنڈے کی اتنی اہمیت ہے کہ اسے اب تو بین الاقوامی استعمار نے بھی تسلیم کیا ہے وہ اس فیصلے پر پہنچے ہیں اس قوم کو ایک جھنڈا اور گھوڑا دے کر ان کے ملک بلکہ مذہب کو بھی خریدا جا سکتا ہے۔

اس جھنڈے کا پس منظر کچھ یوں ہے

میدان کربلا میں دیگر جنگوں کی مانند لشکر حسینؑ کا بھی ایک پرچم تھا چنانچہ کتب تاریخ و مقاتل میں آیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنے لشکر کے دائیں طرف کے لوگوں کے لیے ایک پرچم مخصوص کیا اور یہ پرچم زہیر ابن قینؓ کو عنایت کیا اسی طرح بائیں جانب کا پرچم جناب حبیب ابن مظاہرؓ کو عنایت کیا ان پرچموں کے علاوہ ایک اور پرچم لشکر کے مرکز میں تھا جسے قطب و محور سمجھا جاتا تھا اسے اپنے بھائی حضرت ابوالفضل العباسؑ کو دیا تمام کتب مقاتل میں آیا ہے (واعطی ایۃ لاخ العباسؑ) جو اس پرچم کو اُٹھانے کی تمام تر امتیاز و صلاحیت رکھتے تھے اس پرچم پر زمان و مکان کے گزرنے کے بعد اثر انداز ہونے والے امتیازات پر بحث و گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

اس پرچم کے رنگ اور قد و قامت کے زاویہ سے گفتگو کرنے کی ضرورت

ہے تا کہ یہ پرچم اپنی اصلی امتیازات سے دور نہ ہو۔

حضرت امام حسینؑ اور حضرت ابوالفضل العباسؑ کی شہادت کے بعد اس پرچم کی حیثیت اور تاریخ کیا رہی ہے؟

اس پرچم کو دوبارہ بلند کرنے اور اس پرچم کو اُٹھانے والے افراد کی خصوصیات وشرائط کیا ہیں۔

اس پرچم کو تبرک کے طور پر مس کرنے اور اس سے اپنی حاجت کی برآوری کے لیے رجوع کرنے کا عمل۔

اس پرچم کو نصب کرنا سازمان و مکاں کے حوالے سے اور اس بات میں آئمہ طاہرینؑ اور فقہاء ومجتہدین کی ہدایت ورہنمائی کیا ہے؟۔

پہلا نکتہ

تاریخ اسلام سے پہلے اور بعد میں ہونے والی جنگوں میں ملتا ہے پرچم سیاہ ہمیشہ دور جاہلیت میں نامناسب اور نفرت انگیز جگہوں پر نصب ہوتا رہا ہے اور اسی طرح اسلام کے مقابل جب مشرکین جنگ کے لیے اسلام کے خلاف نکلے تو ان کا پرچم سیاہ ہوتا تھا پیغمبر اکرم کو صحابی امیر المومنینؑ عمار یاسرؓ نے فرمایا میں اس سیاہ پرچم کے خلاف پہلے بھی لڑتا رہا ہوں اور اب بھی لڑ رہا ہوں جب بنی امیہ کے خلاف بنی عباس نے تحریک چلائی تو ان کے لیے تحریک چلانے والے ابو مسلم خراسانی کے لشکر کے پرچم کا رنگ بھی سیاہ تھا چنانچہ امام جعفر صادقؑ نے عبداللہ حسن سے فرمایا کیا آپ نے ابوسلمی خلال سے کہا تھا کہ سیاہ پرچم بلند کریں لہٰذا واضح ہوا کہ سیاہ پرچم کبھی بھی

شیعوں کی نشانی نہیں رہا۔

دوسرا نکتہ

یہ پرچم جو آج کل پرچم عباسؑ کے نام سے معروف ہے یہ نسبت حقیقت سے عاری ہے کیونکہ یہ پرچم حسینؑ کا ہے چنانچہ کتب مقاتل میں آیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنا پرچم حضرت ابوالفضل العباسؑ کو دیا جس طرح جنگ خیبر میں پیغمبر اکرمؐ نے اپنا پرچم حضرت علیؑ کو دیا جنگوں میں پرچم ہمیشہ قائد جنگ کا ہوتا ہے اور کربلا میں قائد میدان امام حسینؑ تھے بلکہ درحقیقت یہ پرچم اسلام ہے جسے امام حسینؑ نے اُٹھایا تھا اور اس کے برعکس جو پرچم عمر سعد نے اُٹھایا وہ پرچم کفر و مشرکین کا تھا لھذا اس پرچم کو حضرت عباسؑ سے منسوب کرنا درحقیقت اصل صاحب پرچم کو دو درجہ نیچے لانا ہے ایک درجہ اسلام اور دوسرا درجہ امام وقت۔

تیسرا نکتہ

یہ پرچم اپنی لمبائی کے لحاظ سے اس وقت ایک مضحکہ خیز صورت اختیار کر چکا ہے جو کسی تفسیر کا محتاج نہیں جنگوں میں ایک صاحب شجاعت پرچم کو اُٹھاتا تھا تاکہ لوگ اس کے گرد رہیں۔

اور جنگ کے بعد اس کی طرف لوٹیں لیکن موجودہ پرچم اتنا بلند اور وزنی ہے کہ اسے کئی افراد اُٹھاتے ہیں اور بعض جگہوں پر تو اسے لٹا کر لے جایا جاتا ہے یہ مضحکہ خیز صورتحال دین و مذہب کے نگہبان علماء کی عدم توجہی کی بناء پر پیدا ہوئی ہے کیونکہ وہ اپنے مفاد کی خاطر اس کے خلاف آواز نہیں اُٹھاتے یا خاموشی اپنائے ہوئے ہیں۔

چوتھا نکتہ

پرچم ہمیشہ میدان جنگ میں مرکز قوت وقدرت کے لیے اُٹھایا جاتا ہے تا کہ منتشر توانیاں ایک جگہ جمع ہوسکیں کربلا میں شہادت امام حسینؑ اور اسارت اہلبیتؑ کے بعد یہ پرچم بلند نہیں ہوا بلکہ اہلبیتؑ کے آگے جو پرچم تھا وہ پرچم کفر و باطل تھا اہلبیتؑ نے مدینہ واپسی تک کوئی پرچم بلند نہیں کیا حتیٰ کہ اس کے بعد بھی کسی امامؑ نے اس پرچم کو اپنے گھر پر نہیں لگایا اگر کسی کو کوئی تاریخی سند ملے تو ان سے گزارش ہے کہ اسے صفحہ قرطاس پر لائے صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ ہر قوم کا ایک پرچم ہوتا ہے کیونکہ یہ جملہ بھی واقعیت سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ پنجابی، سندھی، بلوچی یا عرب وغیرہ کا پرچم نہیں ہے پرچم صرف حکومتوں اور سیاسی احزاب کا ہی ہوتا ہے اگر یہ پرچم شیعوں کا ہوتا تو اس ملک میں شیعہ تنظیمیں اپنا الگ الگ پرچم نہ بناتیں لہذا پرچم کے لیے بہترین وموزوں ترین جگہ میدان جنگ ہی ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا پرچم ایک مرکزی قوت ہے اور جب صاحب پرچم اسیر ہوجائے تو وہ پرچم اُٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا میدان کربلا میں شہادت امام حسینؑ اور اسیری اہل بیتؑ کے بعد سید الساجدینؑ نے کوئی پرچم بلند نہیں کیا اسی طرح جب کسی ملک میں کوئی عظیم شخصیت وفات پاتی ہے یا کسی بڑی آفت یا نقصان کا سامنا ہو تو وہ اپنا پرچم چند دنوں کے لیے سرنگوں کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں اس کے برعکس شیعہ قوم جتنے مسائل ومصیبتوں میں گرفتار ہوتی ہے اتنا ہی اس پرچم کو بلند کیا جاتا ہے جتنی اسلام پر مصیبت پڑتی ہے اتنا ہی اس کو بلند کیا جاتا ہے گویا اس پرچم کو اسلام سے

کوئی رشتہ ہی نہیں اسی لیے دین و مذہب کا مذاق اُڑانے والی سیاسی پارٹیوں کے امیدوار بھی ووٹ حاصل کرنے کی خاطر اس پرچم کو اپنے گھر کی چھت پر بلند کرتے ہیں۔

پانچواں نکتہ

یہ پرچم رمز وحدت وامت ہے یعنی تمام افراد اس پرچم کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ اس پرچم کے حامل شخصیات کی یہ منطق تھی کہ تمام امت...... امت واحدہ ہے لہٰذا انہوں نے بغیر کسی تفرقہ اور امتیازات سے ہٹ کر اس پرچم تلے جمع ہونے کی دعوت دی آئمہ طاہرینؑ نے ہمیشہ شیعوں کو یہ حکم دیا وہ خود کو اسلام میں حل کر کے زندگی گزاریں یا اسلام کی چھتری کے نیچے زندگی گزاریں انہیں اپنا الگ تشخص قائم کرنے سے منع کیا بلکہ شیعوں کا تشخص اسلام کو ہی قرار دیا ہے۔

خداوند متعال نے قرآن کریم میں انسان کو اپنے جیسے انسان سے حاجتیں طلب کرنے سے منع فرمایا اس منطق کے تحت کہ یہ لوگ کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں جب ایک عاقل وسمجھدار انسان کسی کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا تو ایک جھنڈا جو خود کھڑا نہیں ہوسکتا وہ کیسے انسانوں کی حاجتیں پوری کرے گا یہ جھنڈا جو سریوں اور سیمنٹ سے بلند ہوا ہے اگر اسے گرایا جائے تو دوبارہ بننے میں یہ ان وسائل اور ساز و سامان کا محتاج ہے اگر ایک انسان عاقل اس سے جا کر حاجتیں طلب کرے تو کیا اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز بات کوئی اور ہوسکتی ہے اس پرچم کے پرچار کرنے والے اگر کوئی دلیل رکھتے ہیں تو اپنے قلم وبیان سے واضح کریں کہ اس کے نیچے صندوق کیوں رکھے

جاتے ہیں؟ اگر خواہش مند حضرت عباسؑ کے نام پر اپنی نیاز اس میں ڈالتے ہیں تو سوال ہے کہ اس سے جمع ہونے والی آمدنی کس حد تک دین اور قیام امام حسینؑ کے مقصد و ہدف کی سر بلندی کے لیے خرچ کی جاتی ہے؟ جب کہ یہ رقم کوچنگ سنٹر، کمپیوٹر سنٹر اور اس جیسے کاموں پر خرچ کی جاتی ہے حالانکہ ان سرگرمیوں کا دین حضرت عباسؑ سے دور کا بھی واسطہ نہیں اس جھنڈے کو مقام و مرتبت دلانے کے لیے مندرجہ ذیل نکات کے ذریعے پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔

اس جھنڈے کے چاہنے والوں نے کہا اس سے ہماری حاجتیں پوری ہوئی ہیں۔

اگر اسی کے خلاف کسی نے ذرا بھر نقد و انتقاد کی زبان کھولی تو علم اس کی گردن توڑے گا اسے عاقبت دردناک کا سامنا ہوگا جیسے مشرکین بتوں کو برا بھلا کہنے والوں سے کہتے تھے تمہیں ہماری بتوں کی بد دعا لگی ہے۔

یا بعض مصالحت آمیز رویہ اپناتے ہوئے کہتے ہیں کم از کم ان کے معتقدین کے سامنے اہانت آمیز جملے یعنی اسے جھنڈا، کپڑا نہ کہو اس سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی لیکن یہ عقل و شرع دونوں لحاظ سے صحیح نہیں خداوند عالم نے اپنے انبیاء کے ذریعے بت پرستوں کے ساتھ جو رویہ رکھا وہ ان کی نظروں سے غائب ہے بنی اسرائیل جن کے دلوں میں گائے کی محبت موجزن تھی موسیٰؑ نے انہی سے گائے کو ذبح کرایا سامری کے گوسالے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کی راکھ کو ہوا میں اڑایا پیغمبر اکرمؐ نے کعبے میں موجود بتوں کو اپنے عصا سے پاش پاش کیا۔

تبصرہ

ہم نے اس جگہ علم کے متعلق شرف الدین صاحب کی طویل گفتگو لکھ دی ہے ہر صاحب انصاف شیعہ جانتا ہے کہ علم عباسؑ کو کوئی خدا نہیں سمجھتا اور نہ ہی علم کو حاجت روا سمجھا جاتا ہے بلکہ کربلاء والوں سے عشق وولایت کے مظہر کا عنوان علم کے واسطے ہے اور علم کیونکہ شعائر اللہ سے اس لئے اس کی تعظیم کی جاتی ہے۔

علم کی بحث میں بہت ساری ناروا نسبتیں شیعہ مذہب کی طرف دی گئی ہیں اور شیعہ عوام کو علم کے حوالے سے بہت برا بھلا کہا گیا ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ کے اذہان میں شبہات ڈالے گئے ہیں یہ تاثر دیا ہے کہ علم کا نصب کرنا ایک غیر اسلامی عمل ہے، اسکی اسلام میں بالکل گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی آئمہ (علیہم السلام) کے بیانات سے اسکی تائید وارد ہے بہر حال شرف الدین کے اٹھائے گئے اعتراضات اور لگائے اتہامات کے جواب میں آپ درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

علم مبارک کے بارے میں معصومینؑ کے نظریات

حوالہ نمبرا:

یہ علم مبارک حضرت سیدہ زینبؑ کی دعا اور خواہش ہے

آیت اللہ سید عبدالرزاق موسوی المقرم اپنی کتاب ''العباس'' جو پاکستان میں ''صحیفہ وفا'' کے نام سے شرف الدین کے ادارے ''دار الثقافت الاسلامیہ پاکستان...... کراچی'' نے شائع کی ہے اس کے ص ۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔

مقتل میں حضرت زینبؑ نے امامؑ وقت (حضرت زین العابدینؑ) کو تسلی اور تشفی دیتے ہوئے فرمایا:

"اے یادگار پنجتن! تمہارا کیا حال ہے؟ عنقریب تمہاری روح پرواز کر جائے صبر کرو، خدا نے نانا جان، بابا جان اور ماں جائے حسنؑ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ایک گروہ کو پیدا کرے گا جوان لاشہ ہائے بے گور و کفن کی تدفین کرے گا جو دنیا کے جابروں کے لیے غیر معروف ہوگا لیکن ملاء اعلیٰ میں انہیں سب پہچانتے ہوں گے۔ تمہارے باباؑ کی قبر پر وہ پرچم نصب ہوگا جسے زمانہ سرنگوں نہ کر سکے گا۔

حوالہ نمبر۲:

علامہ سید ذیشان حیدر جوادی تحریر فرماتے ہیں:

مجمع اہل بیتؑ پاکستان کے سہ ماہی جریدے صدائے ثقلین لاہور کے شمارہ مارچ تا مئی ۲۰۰۴ میں علامہ ذیشان حیدر جوادی ص ۱۱۷ تا ۱۳۲ تک علمداری کے عنوان تحت تفصیلی مقالہ لکھتے ہیں ہم اس سے اقتباس تحریر کر رہے ہیں محقق حضرات اس کا مطالعہ متعلقہ حوالے میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

علم کی تاریخ

❁ تاریخی روایات میں حضرت آدمؑ کے زمانے ہی سے پرچم و علم کا ذکر ملتا ہے اور ملائکہ سماوات کے ہاتھوں میں پرچم کا وجود نظر آتا ہے لیکن مذہب کی تاریخ میں سب سے پہلے پرچم کا تذکرہ حضرت ابراہیمؑ کے حالات میں ملتا ہے جہاں آپؑ نے پرچم بلند کر کے روم سے مقابلہ کیا تھا اور حضرت لوطؑ کو ان کی قید سے چھڑا کر لائے تھے۔

❁ قریش کا پرچم قصی بن کلاب کے پاس تھا ان سے حضرت عبدالمطلبؑ کی طرف منتقل ہوا اس کے بعد حضرت نبی اکرمؐ کی بعثت ہوئی تو آپؐ نے مستقل طور پر یہ پرچم بنی ہاشمؑ کے حوالے کر دیا اور پہلی ہی جنگ میں حضرت علیؑ کو علمبردار بنا دیا اس کے علاوہ ایک لواء جنگ بنی عبدالدار میں معصب بن عمیر کے پاس تھا ان کی شہادت پر حضرت نبی اکرمؐ نے وہ علم فوراً حضرت علیؑ کے حوالے کر دیا اور آپؑ علم ولواء دونوں کے مالک ہو گئے۔

(ارشاد مفید ص ۲۲ مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۵۹ طبری ج ۳ ص ۵۷ وغیرہ)

❁ ابن عبدالبر اور علامہ ترمذی کا اعتراف ہے کہ علیؑ وہ مجاہد ہے جس کے پاس ہر جنگ میں علم اسلام رہا کرتا تھا۔ (استیعاب ترمذی)

وراثت علم

علمداری حضرت عباسؑ کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھی اور یہ شرف اس گھرانے میں حضرت ابراہیمؑ کے دور سے چلا آ رہا تھا۔

یہ اور بات ہے کہ حالات کی سختی کے اعتبار سے اس کے شرائط واصول میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور حضرت امیرالمومنینؑ علیؑ ابن ابی طالبؑ تک پہنچ کر شرائط معراج کمال کی منزل پر پہنچ گئے جس کے بعد علم اسلام کا اُٹھانا کوئی معمولی کام نہ تھا۔

یہ تنہا حضرت عباسؑ کا شرف تھا کہ سرکار سید الشہداءؑ نے علمدار کربلا انہیں قرار دیا عباسؑ کے علم کا نام رائیت ہو یا لواء یہ بہرحال مسلم ہے کہ لشکر امام حسینؑ کا مرکزی علم حضرت عباسؑ کے ہاتھ میں تھا۔

پاک و ہند میں عزاداری اور علم

پرچم اسلام کی مذہبی عظمت کے علاوہ اُصل پرچم کی قومی اور سماجی اہمیت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ہندوستانی عزداری میں پرچم کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے جلوس عزا میں مختلف تبرکات الگ الگ برآمد ہوتے ہیں لیکن ہر تبرک کے ساتھ پرچم ضرور ہوتا ہے اور یہ ایک امتیازی شان ہے کہ پرچم تمام تبرکات سے الگ آگے آگے رہتا ہے۔

جو اپنی یادگار فتح کے اعلان کے علاوہ اس حقیقت کا اظہار بھی کرتا ہے کہ علمدارؑ نے آخری وقت تک قدم پیچھے نہیں ہٹائے اور ہر مشکل لمحہ میں فوج سے آگے آگے ہی رہتا ہے۔

مراسم عزا اور علم

اس مقام پر ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب پرچم و علم ہر قوم کا ایک امتیازی نشان ہے تو اسے خصوصیت کے ساتھ ساتھ واقعہ کربلا کے مراسم عزا میں شمار کرنے کا کیا مطلب ہے؟ علم صرف لشکر امام حسینؑ ہی میں نہیں تھا کہ اس کی یادگار قائم کی جائے پرچم کا وجود لشکر یزید میں بھی ثابت ہے۔

اس سوال کا واضح جواب یہ ہے علم ہر ایک علم کی یادگار نہیں ہے...... یہ علم اس علم کی یادگار ہے جو لشکر امام حسینؑ کا نشان تھا اور جس کا علمدار قمر بنی ہاشمؑ تھا۔

مراسم عزا میں کسی شے کو بھی اس وقت تک داخل نہیں کیا جاتا جب تک اس کی تبلیغی اہمیت اور مذہبی نوعیت کا جائزہ نہ لے لیا جائے۔

علم کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ ایک وفادار کی نشانی ہے جو بلندیوں

سے اعلان کر رہا ہے کہ اسے ایک وفادار نے اس شان سے اُٹھایا تھا کہ دونوں ہاتھ (بازو) قلم ہو گئے لیکن لشکر علم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سبق دے رہا ہے کہ علمدار بننے کا حوصلہ ہو تو وہ کلیجہ اور وہ جگر بھی پیدا کرو جس کا سبق کربلا کے علمدارؑ اور علیؑ کے لال نے دیا ہے۔

حوالہ نمبر۳:

حضرت علیؑ کا آل شنسب کو علم عطا فرما کر سندھ روانہ کرنا

ٹنڈو آغا، حیدر آباد، سندھ سے ابوالمحسن ڈاکٹر میرزا امام علی بیگ افسر نے ''سندھ کی عزاداری'' پر پی ایچ ڈی کی...... زیر نظر حوالہ ان کے اسی عنوان کی کتاب ''سندھ اور اہل بیتؑ'' کے ص ۲۹، ۳۰ سے دے رہے ہیں۔

افغانوں میں دو قومیں مشہور ہیں۔ا۔قیسی جو قیص بن عیص (عبدالرشید) کی اولاد ہے۔۲۔اور شنسی جو شنسب بن حریق (بلاد غوری کے رئیس) کی اولاد ہے عبدالرشید حضرت رسولؐ کے زمانے میں مدینہ منورہ جا کر مسلمان ہوا اور افغانستان واپس آنے کے بعد اس کے قبیلے والے بھی مسلمان ہوئے حضرت نبی اکرمؐ نے اسے امیر کا خطاب مرحمت فرمایا جنگ خیبر میں وہ حضرت رسول خداؐ کے ہمرکاب تھے۔

اور شنسب بن حریق نے حضرت علیؑ کے زمانے میں اسلام قبول کیا اس کے متعلق اس طرح کا واقعہ ملتا ہے۔

شنسب کو حضرت امیر المومنینؑ نے علم مبارک اور ایک عہد نامہ عطا فرمایا

شنسب حضرت امیر المومنینؑ کے دور خلافت میں تاجروں سے شہرت سن کر کوفے میں آیا اور آپؑ کے دست حق پرست پر ایمان لے آیا اور رشد و ہدایت حاصل کی۔

ساتھ ہی حضرت امیر المومنینؑ کا ایک لکھا ہوا عہد نامہ اور آپؑ کے دست مبارک سے عطا کردہ علم لے کر سندھ میں آیا۔

حضرت علیؑ نے اسے اپنی طرف سے ان اطراف کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔

سندھ پہنچ کر اس نے اپنے تخت پر حضرت امیر المومنینؑ کا عطا کردہ علم نصب کیا اور ایک مسجد تعمیر کروائی جس میں وہ عہد نامہ آویزاں کیا سندھ میں یہ پہلا علم تھا جس کو حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے دست مبارک سے آراستہ کر کے سندھ کے والی شنسب کے حوالے کیا تھا اسی طرح سندھ پر شنسب نے عظمت اہل بیتؑ کا پرچم لہرا دیا۔

علم کے نیچے حلف اُٹھایا جاتا تھا اور فرمان عہد پڑھا جاتا رہا

شنسب کی وفات کے بعد جو بھی اس خاندان میں حکمران ہوا وہ اس مقدس عہد نامہ کا پابند رہا اور وہ علم جو حضرت علیؑ کا عطا کردہ تھا اس کے سایہ میں حضرت علیؑ کی پیروی کا حلف اُٹھاتا تھا حضرت علیؑ کا شنسب کو عطا کیا ہوا فرمان مخصوص خاندانوں کی دستار بندی پر ہندوستان کے بعض ریاستوں میں سربراہ مقرر ہونے کے موقع پر آج بھی

پڑھا جاتا ہے۔ اصل فرمان ہندوستان کے کسی ہندو راجا کے خزانے میں محفوظ ہے۔

❁ مشہور مورخ علامہ ابو عمر منہاج الدین زنجانی شنسب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"در عہد ولایت حضرت امیر المومنینؑ علیؑ ابن ابی طالبؑ بکوفہ آمد و بر دست حق پرست وی ایمان آورد چندی رشد و ہدایت یافت واز امیر المومنینؑ عہدی نوشتہ ولوائی از دست او گرفتہ بہ ہندوستان آمد اکنوں ہم ھر کہ از دودمان و خاندانش بر تخت حکومت نشستی آں عہد نامہ را کہ امیر المومنینؑ بدست خود نوشتہ دادہ از خزانہ شاہی برون آوردہ بہ بادشاہ دادندی واو قبول کردی ولوائی امیر المومنینؑ را در دست خود گرفتہ بلند کروی و بعد انجام ایں رسوم دی بادشاہ شدی ہم آل شنسب از جملہ موالیان امیر المومنینؑ ومحبان وی اندو اعتقاد ایشاں بسیار راسخ ومحکم بودی......رحمھم اللہ"۔

اس روایت کے دیگر حوالہ جات۔

❁ یہ واقعات شاہد نقوی کی کتاب عزاداری کے باب "سندھ اور عزاداری" شہید اعظم ص ۳۶۸ پر بھی رقم ہیں۔

❁ عزاداری کی تاریخ، سید سبط الحسن فاضل ہنسوی طبع نظامی پریس لکھنو ۱۹۴۱ ص ۲۴،۲۵۔

❁ طبقات ناصری ❁ ملوک النور ص ۳۹ طبع بنگال ۱۹۶۴ء

حوالہ نمبر۴:

علم کی اہمیت کی وجہ سے یہ علم عزاداری کا جزو ہو گیا

سید العلماء علامہ سید علی نقی لکھنوی سامان عزا طبع امامیہ مشن سلسلہ اشاعت نمبر۳۴ پر لکھتے ہیں۔

میدان جہاد میں ایک جماعت کا جو نشان ہوتا ہے وہ علم کہلاتا ہے حضرت رسولؐ کے ممتاز علمدار حضرت علی ابن ابی طالبؑ تھے کربلا کے جہاد میں فوج حسینی کے علمبردار آپؑ کے بھائی حضرت ابوالفضل العباسؑ تھے علم کی وجہ سے امامؑ نے حضرت عباسؑ کو سب سے آخر میں میدان جہاد کی طرف جانے کی اجازت دی اور تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہے وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔

ہزاروں کا مقابلہ...... مگر علم دوش پر سنبھلا رہا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو علم کو بائیں ہاتھ پر سنبھالا مگر گرنے نہیں دیا بایاں ہاتھ قلم ہو گیا تو علم کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پکڑ کر سینہ سے لگایا اور گرنے نہیں دیا یہ اعلان ہے اس کا کہ وہ علم جو کربلا میں گرا...... سرنگوں نہیں ہوا بلکہ آج تک بلند ہے اور حسینی جماعت اس کے بلند رکھنے کی ذمہ دار ہے سامان عزا میں علم وہ ہے جو غم و ملال کے ساتھ حسرت نصرت کا عملی ترجمان ہے۔

یہ ماتم کی صف میں ایک صف جہاد کا تصور قائم کرنا ہے اور دل میں ولولہ نصرت کو زندہ اور بیدار رکھتا ہے۔

مشک اور علم کا آج تک ساتھ ہے

اس علم کے ساتھ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی مشک بھی آویزاں ہوتی ہے اور اس میں ایک تیر لگا ہوا نظر آتا ہے یہ اس کی یادگار ہے کہ وہ علمدار اطفال حسینؑ کے لیے پانی کی سبیل کرنے دریا پر گیا تھا اس نے علمداری کے ساتھ ہی ساتھ سقائی کا فرض انجام دیا اور وہ اس میں اس حد تک کامیاب ہوا کہ اس نے ہزاروں کی فوج کو شکست دے کر پانی نہر سے بھرا مگر افسوس وہ پانی خیمہ تک نہ پہنچ سکا علمدارؑ کا خون بہا اور مشک میں تیر لگا جس سے پانی زمین پر بہہ گیا...... خون کے بہنے سے نہیں مگر اس پانی کے بہنے سے عباسؑ نڈھال ہو گئے اور علم و مشک سمیت گھوڑے سے زمین پر گرے اس مشک اور علم کا آج تک ساتھ ہے۔

حوالہ نمبر ۵:

علم مبارک کے بارے میں امام خمینیؒ فرماتے ہیں

قیام عاشور، ناشر دار الثقافت الاسلامیہ پاکستان، کراچی اس کتاب میں امام خمینیؒ کے عزاداری پر دیئے گئے خطبات ہیں ان کے اقتباس جن میں ''علم'' کا ذکر ہے ملاحظہ فرمائیں۔

- ص ۲۷ پر فرماتے ہیں ''اگر یہ وعظ و خطابت اور سوگواری کی مجلسیں اور اجتماعات نہ ہوئے تو ہمارا ملک کامیاب نہیں ہو سکتا تھا سب نے حضرت امام حسینؑ کے علم کے نیچے جمع ہو کر قیام کیا۔

- آج بھی حضرت امام حسینؑ کا پرچم سر بلند ہے اور یزید کا نام و نشان بھی نہیں

(ص ۶۱)

۞ ہمارے آئمہؑ نے ابتدائے اسلام میں جو منصوبہ بنایا تھا وہ قیامت تک کے لیے ہے وہ منصوبہ یہ تھا کہ ایک مقصد کو لے کر ایک علم کے نیچے جمع ہوں اور حضرت سید الشہداءؑ کی عزاداری سے زیادہ کوئی چیز اس کے لیے موثر نہیں ہے۔ (ص ۹۷، صحیفہ نور ج ۱۶ ص ۲۱۸)

۞ اس گریہ نے مکتب سید الشہداءؑ کو زندہ رکھا ہے مصائب کے یہ تذکرے ہیں جنہوں نے مکتب سید الشہداءؑ کو زندہ رکھا ہے ہمیں چاہیے کہ اپنے ایک شہید کے لیے جو ہم سے جدا ہوتا ہے...... علم اُٹھائیں نوحہ خوانی کریں۔

حوالہ نمبر ۶:

گھروں پر سیاہ علم لگانا سنت حضرت سیدہ زینبؑ ہے

علامہ سید ظفر حسین امروھوی مصباح المجالس ج ۴ ص ۳۳۷، ۳۳۸ پر لکھتے ہیں کہ ''جب یزید ملعون نے حضرت سجادؑ کو بلا کر خبر سنائی تو حضرت زینبؑ کو آپ نے زندان میں آ کر اطلاع دی آپ نے فرمایا پھوپھی اماں آج اس نے ہم کو رہا کر دیا ہے اب بتائیں کہ آپ یہاں رہنا چاہتی ہیں یا مدینہ جانا چاہتی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا بیٹا میں تو ابھی تک اپنے شہیدوں کی صف ماتم بھی نہیں بچھا سکی ابھی اپنے ماں جائے کو دل کھول کر رو بھی نہیں سکی یزید ملعون سے کہو کہ ہمارے لیے ایک گھر دمشق میں خالی کرا دے تا کہ ہم مجلس غم برپا کر سکیں'' امامؑ نے جب یزید ملعون سے یہ کہا تو اس نے ایک مکان خالی کرا دیا۔

آہ! ایک مدت کے بعد مصیبت کی ماری بیبیاں بے کس، بے بس بیبیاں زندان سے نکلیں اور اس مکان میں منتقل ہوئیں۔

جناب سیدہ زینبؑ نے فرمایا کہ:

''اس گھر پر ایک سیاہ علم نصب کرو تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ بہتر (۷۲) کے سوگوار اس گھر میں مصروف نوحہ و بکا ہیں اور ہمارے لیے سیاہ لباس تیار کراؤ اور یزید ملعون سے کہو کہ زنان دمشق کو ہمارے پاس پرسے کے لیے آنے کی اجازت دے دی جائے......اور ہمارے لوٹے ہوئے تبرکات واپس دے اور ہمارے شہیدوں کے سر ہمارے پاس بھیج دے''۔

حوالہ نمبر ۷:

حضرت محمد حنفیہ قافلے کے ساتھ سیاہ علم دیکھ کر غش کر گئے

علامہ سید ظفر حسن امروھوی مصباح المجالس ج ۴ کے ص ۳۶۴ پر لکھتے ہیں۔

جب بشیر یہ ندا کرتا ہوا محلّہ بنی ہاشم میں پہنچا تو کئی بار یہ صدا بلند کی ''قتل حسینؑ بکربلا''۔

حضرت فاطمہ صغراؑ نے جب آواز سنی تو بے تابانہ دوڑی ہوئی دروازہ پر آئیں اور دریافت کرنے لگیں کیا میرے بابا شہید کر دیئے گئے اور ہمارا کنبہ کہاں ہے؟ اس نے کہا بیرون مدینہ رکے ہوئے ہیں یہ سن کر وہ روتی ہوئی گھر میں آئیں حضرت محمد حنیفہ سو رہے تھے شانہ پکڑ کر ہلایا چچا جان آپ سو رہے ہیں؟ ذرا باہر نکل کر سنئے تو یہ ایک شخص کہہ رہا ہے ''قتل الحسینؑ بکربلا'' ہائے چچا جان میں یتیم ہوگئی

محمد حنفیہ یہ سن کر مضطربانہ حالت میں باہر نکلے اور بشیر سے حالات سن کر روئے ہوئے گھر میں آئے اور حضرت فاطمہ صغرا کو ساتھ لے کر کنبے سے ملنے چلے جب قریب پہنچے تو کالے کالے نشان (علم) نظر آئے۔

فلما رای اعلام اسود فخر مغشیا علیه.

''جب کالے کالے علم دیکھے تو غش کھا کر گر پڑے''

حوالہ نمبر ۸:

بیمار کربلا کے خیمے پر ایک سیاہ علم نصب کیا گیا

جامع المصائب تالیف مولانا موسیٰ بیگ ہنزوی مدرس حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور......ص ۳۰۷ پر لکھتے ہیں۔

''کتاب وسائل الشفاعہ میں ہے جب قافلہ مدینہ پہنچا تو بیمار کربلا نے فرمایا بیرون مدینہ خیمے نصب کیے جائیں اور بشیر سے فرمایا کہ شہر میں جا کر منادی کرو خیمے نصب ہوئے بیمار کربلا کے خیمے پر ایک سیاہ علم نصب کیا گیا''۔

مراجع عظام کے فتاویٰ

نوٹ: مندرجہ ذیل فتاویٰ انتصار المظلوم سے نقل کیے گئے ہیں۔

حوالہ نمبر۹:

آیت اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی (مدظلہ العالی)

سوال نمبر ۱۷: کیا غیر خدا کے لیے نذر کرنا جیسے در مقابل علم نذر کرے کہ اگر یہ کام ہو گیا تو یہ کروں گا آیا جائز ہے؟

جواب: علم کے لیے مالی نذر، منت جائز ہے۔

سوال نمبر ۲۱: مراسم عزاداری میں ذکر علم عباسؑ ...... تعزیہ مبارک، ذوالجناح اور ماتم ارکان عزاداری سمجھے جاتے ہیں کیا ان ارکان عزاداری کا احترام خلاف اسلام ہے؟

جواب: عزاداری امام حسینؑ و آئمہ اطہارؑ مستحب ہے اور موجب اجر ہے اگر مذکورہ چیزیں ارکان عزاداری شمار ہوتی ہیں تو مستحب ہیں۔

سوال نمبر ۳۵: کیا علم و ضریح پر چراغ روشن کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

حوالہ نمبر۱۰:

آیت اللہ العظمیٰ آقای علوی مدظلہ العالی

سوال نمبر ۱۴: اگر کوئی شخص علم یا ضریح کے پاس یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو دنبہ ذبح کروں گا کیا یہ منت درست ہے؟

جواب: صاحب علم یا صاحب ضریح کو واسطہ سمجھے اور خدا کے حضور منت مانے تو جائز

ہے اور منت کا پورا کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر ۱۲: کیا علم پر چراغ جلانا جائز ہے؟

جواب: روشنی کے لیے علم پر چراغ جلانا کوئی ممانعت نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۳:

آیت اللہ العظمیٰ حافظ بشیر حسین نجفی مدظلہ العالی

سوال نمبر ۵۱: اگر کوئی شخص علم یا شبیہہ کے سامنے کھڑا ہو کر زیارت پڑھے تو جائز ہے؟

جواب: اگر اس کا ارادہ معصومینؑ کی زیارت کا ہو تو جائز ہے اور اگر امر زیارت کی بجا آوری کے لیے زیارت پڑھتا ہے تو بہت بڑا مطیع اور مستحق ثواب ہے۔

سوال نمبر ۵۶: کیا عزاداری میں علم (اور دیگر تبرکات عزاداری کا ذکر ہے) یہ سب شعائر حسینی سے ہیں؟

جواب: جو سب چیزیں ذکر ہوئی ہیں بنیادی شعائر حسینی سے ہیں۔

اظہار برأت

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین

آپ نے صحیفہ حقائق کی پہلی جلد میں درج شدہ مطالب کو پڑھ لیا ہے اس کتاب کے آخر میں جناب شرف الدین صاحب نے مختلف اوقات میں اپنی کتابوں کے اندر جن نظریات کو شیعیان حیدر کرار کے عقائد ونظریات، رسومات وعبادات کے عنوان سے شائع کیا ہے انکی اپنی تحریر کردہ سترہ (۱۷) کتابوں سے حوالہ جات کیساتھ بلاتبصرہ ہم آخر کتاب میں دے رہے ہیں۔

ہم اس جگہ پوری ذمہ داری سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ جو کچھ جناب شرف الدین صاحب نے شیعیان حیدر کرار کا مذہب لکھا ہے یہ بالکل اتہام ہے، جھوٹ ہے، خلاف حقیقت ہے، ہم انکے خیالات ونظریات اور عقائد سے مکمل برأت کا اعلان کرتے ہیں۔

نیز واضح کرتے ہیں کہ شیعیان حیدر کرار کے مذہب وعقیدہ اور نظریہ کو بیان کرنے کا حق فقط وفقط مسلمہ فقہاء ومجتہدین کو ہے لہٰذا جناب شرف الدین صاحب کے خیالات ونظریات کو شیعہ عقائد ونظریات کیلئے سند قرار نہ دیا جائے کیونکہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے یہ انکے اپنے ذاتی خیالات ہیں ان کا شیعہ خیر البریہ کے مسلمہ عقائد ونظریات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔انکی کتاب میں درج شدہ مطالب کو شیعہ عقائد ونظریات کے حوالے سے بطور سند پیش کیا جانے والا حوالہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

حررہٗ

سید افتخار حسین النقوی النجفی

سربراہ امام خمینیؒ کمپلیکس ماڑی انڈس میانوالی

شرف الدین کی کتب میں تحریر شدہ افکار ونظریات کی جھلکیاں

ا۔ عقائد کے بارے میں نظریات

"۞ خود کو جعفری کہلوانے کی پہچان ایک ناقص پہچان ہے (عقائد ورسومات ص ۳۱)

۞ ہم وہابی ہونے کی تہمت سے خوفزدہ نہیں کیونکہ وہابی مسلمان ہیں اگر مسلمان منافق بھی ہو تب بھی قرآن وسنت کی رو سے اُسے مسلمان سمجھا جاتا ہے (افق گفتگو ص ۵۱)

۞ خود کو مسلمان کہلوانا پسند کرتا ہوں مومن کہلوانے کی ضرورت نہیں (افق گفتگو)

۞ ہم بیوقوف شیعوں پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مکتب تشیع میں امام بارگاہ کیلئے سوئی برابر بھی کسی احترام کا ذکر موجود نہیں بلکہ انکی حیثیت عام گھروں سے زیادہ نہیں ہے۔

(عقائد ورسومات ص ۱۱۸)

۞ ان کا کہنا ہے کہ قرآن قصائد ومدح اہل البیتؑ سے ہے (عقائد ورسومات ص ۱۰۱)

۞ قرآن کی تفسیر کو اہل بیتؑ سے منحصر کرنے کے بعد قرآن کا کوئی مقام وحیثیت نہیں رہتی (عقائد ورسومات ص ۹۹)

۞ اہل بیتؑ کو ایسا نور قرار دیا ہے جو نا قابل فہم ہے (عقائد ورسومات ص ۸۷)

۞ فضائل اہل البیتؑ کے نام سے تشیع میں غلو اور نصیریت پھیلانے کی مہم جاری

ہے۔(عقائدورسومات ص ۱۶۱)

۞ حق علیؑ کا محتاج ہے یہ ایک فرسودہ بات ہے (قرآن سے پوچھو ص ۷۳)

۞ قرآن میں کافرین ومنافقین سے خطاب ہے ان آیات کی تفسیر کافرین ومنافقین آئمہ طاہرینؑ سے پوچھ کر معلوم کرتے تھے یا خودان کی سمجھ میں آجاتی تھی۔

(افق گفتگو ص ۵۶۳)

۞ ایک گروہ وہ ہے جو سال میں ایک بار ۱۵ شعبان کو آپؑ کی ولادت کے دن ایک طبع شدہ کاغذ پر اپنی جائز وناجائز حاجات لکھ کر کسی دریا یا نہر یا کنویں میں پھینکتے ہیں یہ سنت صرف برصغیر سے تعلق رکھنے والے بعض شیعوں تک محدود ہے۔(افق گفتگو ص ۵۶۷)

۞ گھروں میں صندوق رکھتے ہیں جس کے مختلف خانے بنے ہوتے ہیں اور اس میں ایک خانہ خوشنودی امام زمانہؑ کے نام سے ہوتا ہے اس میں یہ لوگ اپنی مشکلات یا سفر کے موقع پر پیسے ڈالتے ہیں اور غیبت امامؑ کے دور میں اپنی ذمہ داریوں کی تشخیص کرنے والے بعض گروہ اسے جمع کرتے ہیں ان سے پوچھا جانا چاہیے کہ اس طرح سے دولت جمع کرنے کی سند انہوں نے کہاں سے لی ہے (افق گفتگو ص ۵۶۸)

۞ ہمارے ہاں سب سے معتبر اور سب کی پسندیدہ اور مقبول ترجمہ وتفسیر مولانا فرمان علی کو گردانتے ہیں اور اس نے اس ملک میں شیعوں کے چہرے کو قرآن کے بارے میں مسخ اور سیاہ کرنے میں بہت کردار ادا کیا ہے اور جتنے بھی خطیب ومقرر اس ملک میں غلو اور نصیریت پھیلانے میں کامیاب ہوئے وہ اسی تفسیر کی وجہ سے ہوا ہے۔

(افق گفتگو ص ۵۵۹)

۞ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد اپنے حق خلافت سے محروم

ہونے کے باوجود خلیفہ اول اسلام حضرت ابوبکر کے دور میں اسلامی مرکزیت کی......
جنگ میں خلیفہ کے ساتھ بھرپور تعاون کرکے ثابت کیا کہ علیؑ کو ذات ومقام سے زیادہ
اسلام کی مصلحت اور بقا مقدم ہے (افق گفتگو ص ۳۰۱)

❁ ان افراد کی حالت یہ ہے کہ دین ومذہب سے عاری صرف نعرہ یا علیؑ کہنے والے
شخص کی لاٹھی سے عصاء موسیٰؑ سے زیادہ معجزات طلب میں جوق در جوق آتے ہیں

❁ اس سلسلے میں علماء کی حالت شیطان ساکت جیسی ہے (عقائد ورسومات ص ۲۱)

❁ شیعان حیدر کرارؑ کا کہنا ہے کہ علیؑ نے جنت کو خریدا ہے (عقائد ورسومات ص ۱۳۷)

❁ یہاں تو سب کچھ غالیوں اور نصیریوں کی صواب دید پر ہورہا ہے وہ جسے چاہیں
اصولِ دین میں شامل کرلیں اور جسے چاہیں دین سے خارج کردیں (عقائد ورسومات
ص ۱۶۵)

❁ ڈھکو بیچارے پر لعنت بھیجنا صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے حلال کو حلال کہا اور
حرام کو حرام کہا (عقائد ورسومات ص ۱۷۷)

❁ بعض نے اپنے اوپر کسی قسم کی ذمہ داری ہونے کو مسترد کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں
صرف امام زمانہؑ کی سلامتی کیلئے دعا کرنی چاہیے (افق گفتگو ص ۵۶۸)

❁ خدا پر ظلم ہورہا ہے کیونکہ خطیب اور مقرر خدا کو بے بس دکھاتے ہیں تدبیر اور تخلیق
کے نظام کو علیؑ ابن ابی طالبؑ سے وابستہ ومربوط کرتے ہیں جو ایک بہت بڑا ظلم ہے۔
(افق گفتگو ص ۵۷۴)

قیام امام حسینؑ کا جغرافیائی جائزہ ص ۳۴۴ پر لکھتے ہیں

❁ "غصب فدک ہی کو ان (زہراء سلام اللہ علیہا) کی مصیبت کا اصل مرکز ومحور بنانا بھی

آج ایک سازش ہے جس کا شکار ہمارے سادہ لوح عوام بن رہے ہیں۔

۞ بالکل اسی طرح یزید اور بنی امیہ کے تمام جرائم کو پس پشت ڈال کر پانی ہی کے مسئلہ کو مرکز ومحور بنانا اور اس میں افراط وتفریط سے کام لینا ان کے جرائم پر پردہ ڈالنا ایک اور سازش ہے۔

عقائد ورسومات شیعہ ص ۱۲ پر لکھتے ہیں

''جو مذہب اس وقت معاشرے میں شیعیت کے نام اور شیعوں کے افکار وعقائد و رسومات کی شکل میں مشہور ومعروف ہے اسکا حقیقی شیعیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے''۔

۞ ''اس طرح بعض نے کہا اہل بیتؑ قرآن سے بلند ہیں اور قرآن محتاج اہل بیتؑ ہے جس طرح بعض یہ کہتے ہیں حق علیؑ کا محتاج ہے غرض اس قسم کی تمام فرسودہ باتیں عقل ونقل آیات قرآنی اور اہل بیتؑ اطہار سے مروی روایات کے سراسر خلاف ہے''۔(قرآن سے پوچھو ص ۴۳)

۞ نقشے ادیان ومذہب میں تشیع ایک خط درشت سے لکھا گیا مذہب ہے (افق گفتگو ص ۵۲۸)

۞ خونی رشتہ کا تصور خدا اور رسول اور عقل وقرآن کی رو سے ایک بے بنیاد تصور ہے (قرآن سے پوچھو ص ۳۲۴)

۞ قرآن میں امراض جسمانی کیلئے شفا ہونے کا ذکر نہیں ہے (قرآن سے پوچھو ص ۲۷)

۞ غیبت صغریٰ کا کلمہ چرا کر ظہور اصغر کا ڈھنڈورا پیٹا ہے (ص ۱۱۱)

۞ ہر سال پندرہ شعبان کو اپنی جائز وناجائز خواہشات لکھ کر کسی دریا، جھیل، نہر یا کنوئیں میں پھینکی جاتیں ہیں (ص ۱۱۱)

❁ آئمہؑ کیلئے معجزہ کا ہونا ضروری نہیں (عقائد ورسومات ص ۱۱۵)

❁ حضرت علیؑ سے نقل ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا ''تم ان کی نسبت رسول اللہؐ سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتے ہو اور تمہیں وہ دامادی کا شرف بھی حاصل ہے جو انہیں حاصل نہیں'' (قرآن سے پوچھو ص ۳۲۲)

❁ آدھے سے زیادہ آیات قرآنی تفسیر معصومینؑ سے خالی ہیں انکے بارے میں کوئی روایات نہیں (افق گفتگو ص ۵۵۵)

❁ حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ کے گرد ایک عرصہ سے وسیع وعریض تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے زائرین تعمیر کو دیکھ کر حیرت میں سرگرداں ہیں کیا یہ تعمیرات امام زمانہؑ کی ذمہ داریوں میں سے تھیں جنہیں یہ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں (مدارس دینی ص ۱۳۹)

❁ جو مذہب اس وقت معاشرے میں شیعیت کے نام سے اور شیعوں کے افکار و عقائد ورسومات کی شکل میں مشہور ومعروف ہے اسکا حقیقی شیعیت سے کوئی واسطہ نہیں (عقائد ورسومات ص ۱۲)

❁ سید زادی کی غیر سید سے شادی نہ کرنا...... ایک ایسی شریعت ہے جو ہمارے ملک میں ڈنڈے اور سب ودشنام کے سہارے نافذ ہے یہ سراسر قرآن کے خلاف ہے۔
(قرآن سے پوچھو ص ۳۱۳)

۲۔امام حسینؑ کی شہادت کے متعلق شرف الدین کا موقف

❁ تفسیر عاشورا ص ۴۹

❁ ''اگر قیام حسینؑ فقط ایک ندائے غیبی کی عملی بجا آوری تھی تو اس تغیر و انقلاب میں فقط امام حسینؑ کو حصہ لینا چاہتے تھے وہ غیر معصومؑ افراد جن کا غیب سے کوئی ربط و ارتباط نہیں واقعہ کربلا میں ان کی موجودگی پھر ایک نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

❁ تفسیر عاشورا ص ۱۵ پر لکھتے ہیں

''چنانچہ اگر قیام حسینؑ ایک غیبی و غیر فطری عناصر کے مجموعہ کا نام ہے''

❁ تفسیر عاشورہ ص ۱۲۶

''سیاسی مشاورین کی آراء اور اس کے جواب میں آپؑ کے ارشاد قطعاً اس امر میں مانع نہیں کہ آپؑ کا قیام ایک سیاسی عمل تھا''۔

❁ تفسیر سیاسی قیام امام حسینؑ ص ۲۴۸

''بیس سال جو امام حسینؑ نے صلح حسنؑ کے بعد سے اب تک صبر کیا کیوں اعوان و انصار تیار نہیں ہو سکے؟ اب تک کافی تعداد میں امامؑ کے اعوان و انصار کو تیار ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ بیس سال کا عرصہ بہت بڑی مدت ہوتا ہے''۔

❁ ''۲۸ رجب کو امامؑ کا عجلت میں مدینہ چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپؑ خداوند کی عطا کردہ حیات کے مقابلہ میں موت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ امام عالی مقامؑ کو مدینہ چھوڑنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ وہاں آپؑ کی جان کو خطرہ تھا۔

(تفسیر عاشورہ ص ۱۳۸)

''تفسیر عاشورا ص ۱۸ میں''

❁ حضرت امام حسینؑ کی تحریک نہ صرف آپؑ کے خروج مدینہ سے بلکہ اس سے بھی پہلے ایک سیاسی رنگ میں ڈھلی ہوئی تھی۔

❁ حضرت امام حسینؑ کا قیام ایک قیام سیاسی تھا۔ (ص ۸۷)

خون کا بہہ جانا کسی صورت میں بھی ہدف قرار نہیں دیا جا سکتا

❁ ''امام حسنؑ کی سیرت رہی کہ آپؑ نے اپنے انصار و اعوان کے خون کا تحفظ فرمایا اب ممکن ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ وہ حالات و رخ اختیار کر لیں کہ صالح و محترم خون کا بہہ جانا ناگزیر ہو لیکن خون کا بہہ جانا کسی صورت میں ہدف قرار نہیں دیا جا سکتا ہے''۔ (تفسیر عاشورا ص ۱۳۶)

خون کا بہہ جانا امام حسینؑ کا مقصود و ہدف کیسے ہے؟

❁ تفسیر عاشورا ص ۱۳۷

''وہ خون جس کے تحفظ میں امام حسنؑ نے خلافت الٰہی کا چھن جانا قبول کر لیا اور دوست...... دشمن سے ذلت آمیز الفاظ سننا گوارا فرمائے''...... کیسے ممکن ہے کہ اسی خون کا بہہ جانا امام حسینؑ کا مقصود و ہدف ہو؟

❁ تفسیر عاشورا ص ۱۴۷

''اگر مشیت خدا سے مراد یہ ہے کہ خدا کی مرضی و رضا اسی میں تھی کہ حسینؑ شہید کر دیئے جائیں تو پھر لشکر یزید کے سپاہیوں نے (نعوذ باللہ) خدا کی رضا کو عملی جامہ پہنایا''......

❁ تفسیر عاشورا ص ۱۴۲

''حضرت امام حسینؑ کا ہدف و مقصد فقط شہادت کا حصول نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ واپسی کا مطالبہ نہ فرماتے اور لشکر عمر سعد سے جلد تصادم کی راہ اختیار

کرتے تاکہ آپؑ کا مقصود یعنی شہادت آپؑ کو حاصل ہو جائے شہادت کو موخر کر کے واپسی کا مطالبہ کرنا یہ واضح کرتا ہے کہ آپؑ کا ہدف صرف اور صرف شہید ہو جانا نہیں تھا"۔

- تفسیر سیاسی قیام امام حسینؑ ص ۲۷۶

(کربلا میں تقدیر الٰہی سے ۱۰ محرم الحرام کو شہید ہونے کو مان لینا) "اگر اس تصور کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ایسی شہادت نہ امام حسینؑ کے لیے باعث فضیلت ہے اور نہ وہ افراد مورد الزام اور قابل مذمت قرار دیئے جا سکتے ہیں جنہوں نے امام حسینؑ کی نصرت سے اعراض کیا اور شہادت کے لیے درجہ پر فائز نہیں ہوئے کیونکہ شہادت ان کے مقدر میں لکھی ہی نہیں تھی اس صورت میں اس جبری شہادت پر امام حسینؑ کی ذات کسی کے لیے نمونہ اور اسوہ عمل بھی نہیں بن سکتی"۔

- (اسرار قیام امام حسینؑ ص ۱۹۲) "قیام مقدس ابا عبداللہ الحسینؑ آج انہی انحرافات کا شکار ہے لوگ شد و مد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ امام صرف شہادت کے لیے نکلے تھے اور آپ کا مقصد صرف شہادت تھا۔

- (تفسیر عاشورہ ص ۱۱۰) "ہمارے نزدیک امام حسینؑ کا اہل بیتؑ کو ساتھ لے جانا آپؑ کے سیاسی مقاصد سے کسی قسم کا تعرض و تصادم نہ رکھتا تھا بلکہ یہ بھی امام حسینؑ کے سیاسی پروگرام کا ایک بے حد اہم و ناگزیر حصہ تھا"۔

- تفسیر سیاسی قیام امام حسینؑ ص ۲۶۹

"اگر امام حسینؑ کو رسول اللہ کی قرابت کی وجہ سے چھیڑنا صحیح نہ تھا تو عبداللہ ابن زبیر کا بھی رشتہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ اور جناب صفیہ کے وسیلہ سے ہوتا ہے"۔

حسینؑ جو ۲۵ سال مسلسل پا پیادہ حج بجالاتا رہا ہو وہ حج کو چھوڑ کر مکہ سے باہر جاتا نظر آتا ہے (تفسیر عاشورا ص ۱۳۹)

اسرار قیام امام حسینؑ ص ۲۰۹

''اگر امام حسینؑ کا کربلا میں تشریف لانے کا ہدف صرف شہادت ہوتا تو لشکر عمر ابن سعد آپؑ کو شہید کرنے کے لیے تمام تیاریاں کر چکا تھا اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی''۔

یزید تو چاہتا ہے کہ امام حسینؑ کو قتل کرے اور حسینؑ کا مقصد بھی فقط شہید ہونا ہی ہے اور نیز اس کے علاوہ آپؑ کوئی خاص مقصد نہیں رکھتے تو اس صورت میں امام حسینؑ اور یزید کے درمیان کوئی نقطہ اختلاف نہیں تھا اگر امام حسینؑ خود شہید ہونا چاہتے تھے تو یزید کو کیا اختلاف تھا؟

اسرار قیام امام حسینؑ ص ۱۹۸

چنانچہ مسلمانوں کے بعض گروہ قیام امام حسینؑ کو بھی اسی زمرے میں شمار کر کے اسے بھی ایک قسم کی خودکشی سے تعبیر کرتے اس کے لیے ان کے پاس دلائل ہیں۔

شرف الدین کی ذہنی اور قلبی پس ماندگی کی انتہاء

اسرار قیام امام حسینؑ ص ۲۰۶

''اگر ہم حضرت امام حسینؑ کے قیام کا ہدف شہادت قرار دیں تو پھر خودکشی اور شہادت میں فرق کرنا ممکن نہیں رہے گا کیونکہ اگر کوئی دشمن سے مقابلے کے لیے آنے سے پہلے مقابلے کی تمام شرائط پوری نہ کرے یعنی وہ مطلوبہ طاقت نہ رکھتا ہو اس کے پاس وافر

افرادی قوت نہ ہو اور ان تمام تر کمزوریوں کے باوجود دشمن کے مقابلے کے لیے آن کھڑا ہو تو یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنے اور خودکشی کے مترادف ہے ہم اس کو شہادت نہیں قرار دے سکتے"۔

۞ صفحہ ۲۰۶ مزید ملاحظہ کریں

"اگر امام حسینؑ شہادت ہی کے لیے نکلے ہیں تو امام حسینؑ اور تاریخ کے دیگر شہداء کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ ان سب ہی نے اپنی جان دی ہے"

۳۔ عزاداری اور عزاداری کی توہین

۞ عزاداری بذات خود خرافات وتوہمات کے اعلیٰ مصداق پر قائم ہے۔

(عقائد ورسومات ص ۸۱)

۞ بعض عزاداروں نے عزاداری ہی کو اپنا مطلوب ومقصود بنالیا ہے (انتخاب مصائب ص ۲۰۷)

۞ اپنے ہاتھوں میں کھلے کھلے اور ڈھیلے ڈھالے مگر نفیس چمکدار خوبصورت کڑے پہنتے ہیں جیسے حکومت نے ان کے کسی کارنامے پر انہیں جائزہ وانعام کے طور پر تمغہ دیا ہے (عقائد ورسومات ص ۱۳۴)

۞ جعلی ضریحوں کے سامنے لوگوں کو ہاتھ جوڑ کر بیٹھے دیکھا جس طرح بت پرست بتوں کے سامنے بیٹھتے ہیں (عقائد ورسومات ص ۱۸)

۞ اب علم کربلا کی یاددہانی کی بجائے صندوق، نذرونیاز کی نشانی بن گیا ہے۔

(عقائد ورسومات ص ۱۲۹)

❁ ہمارے یہاں، کونڈے، کڑے، گھوڑے، جھنڈے کو مذہبی شناخت کے حوالے سے متعارف کروایا جارہا ہے (عقائد و رسومات ص ۶۸)

❁ یہ لوگ نماز کی بجائے عزاداری کو مومن کی معراج سمجھتے ہیں (عقائد و رسومات ص ۱۴۸)

❁ حضرت عباسؑ سے منسوب یہ سیاہ جھنڈا ہر امام بارگاہ اور شیعہ کے گھر میں لہرا رہا ہے دینی مدارس سے بھگوڑے یا کچھ عرصہ پڑھنے والوں کو عمامہ و عبا پہنا کر کہلوایا جاتا ہے کہ یہ جھنڈا ہمارا مذہبی نشان ہے (عقائد و رسومات ص ۱۲۹)

❁ شیعیان حیدر کرارؑ زکات و خمس کے منکر ہیں وہ اپنی ضروریات علموں کے نیچے رکھے ہوئے صندوقوں اور ضریحوں میں ڈالی جانے والی رقوم سے حاصل کرتے ہیں۔
(عقائد و رسومات ص ۱۱۶)

❁ آئے دن نئے شعار حسینیؑ کے نام سے نئی شبیہ، نئے تعزیے کے ماڈل ایجاد کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے (عقائد و رسومات ص ۱۶۱)

❁ ہمارے ملک میں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں جتنی دولت واملاک امام حسینؑ کے نام سے موجود ہیں اتنی کسی اور امامؑ کے نام سے منسوب نہیں (عقائد و رسومات ص ۱۶۱)۔

❁ عزاداری ہماری شہ رگ حیات ہے تو شہادت امام حسینؑ سے پہلے رگ حیات کیا تھی (عقائد و رسومات ص ۱۵۶)

❁ اکثر محافل و جلوس ہائے عزاداری کی باگ ڈور یزید جیسے بدکردار افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے (عقائد و رسومات ص ۱۵۸و)

❁ جہاں شراب کی دکان نہ ہو تو عزادار شراب کی دکان کھولتے ہیں (عقائد و رسومات

ص ۱۵۸)

❁ جہاں گانوں کی کیسٹیں نہ ملتی ہوں وہاں عزاداران کاموں کو فروغ دیتے ہیں شہر کے جس محلے اور جس گاؤں میں فلموں کی کیسٹوں کا نام ونشان تک نہ ہو یہ عزادار وہاں عریانی اور بے حیائی پھیلانے والی فلموں کو رواج دینے کے لئے ویڈیو کی دکان بھی کھول لیتے ہیں حتیٰ کہ جن فلموں پر پابندی لگ جاتی ہے اور جنہیں دیکھنے والے دوسروں کو ان فلموں کے نام بتانے سے شرماتے ہیں یہ عزاداران فلموں کی کیسٹیں بھی سرِ عام بیچتے ہیں (عقائد ورسومات ص ۱۵۹)

❁ جعلی ضریحوں کیلئے رقوم کسی غیر مسلم نے دی ہیں؟ یا تخریب دین کی مد میں خرچ ہو رہی ہیں؟ (عقائد ورسومات ص ۱۱۹)

❁ کونڈوں کو ختم کرنے کی بجائے الٹا اکڑنے لگتے ہیں (عقائد ورسومات ص ۱۲۰)

❁ امام ضامن کا ابھی تک فلسفہ سننے میں نہیں آیا (عقائد ورسومات ص ۱۲۱)

حیات وقیام امام حسینؑ میں ص ۱۵، ۱۶ پر لکھتے ہیں

❁ ”ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ اس ملک میں فرقہ واریت پھیلانے اور شیعہ وسنی کے مابین تضاد قائم کرنے میں ستر پچھتر فیصد ہاتھ ان لوگوں کا ہے جو اہل سنت سے شیعہ ہونے کے دعویدار ہیں اس قسم کے مولویوں نے سب سے زیادہ فسادات کے بیج بوئے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ سب ایسے ہیں لیکن ان کی اکثریت بہر حال یہی کرتی ہے ان کے اس عمل کے مشکوک ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ مراکز تشیع نجف اشرف اور قم المقدسہ سے پڑھ کر آنے والے علماء نے اگر یہاں کے حالات سے متاثر ہو کر کچھ

کہا ہو تو وہ بات الگ ہے لیکن ان لوگوں جیسی حرکتیں کبھی انہوں نے نہیں کی ہیں خلفاء پر سب وشتم کرنے کا اس حد تک پر چاران علماء نے کبھی نہیں کیا ہے جتنا سنی سے شیعہ ہونے والے خطباء وذاکرین کرتے ہیں"۔

❁ شیعان حیدر کرارؓ نے بنی عباس سے سیاہ لباس اور سیاہ پرچم اٹھوانا...... سکھوں سے مدد، پانچ کی تقدس واحترام اور ہاتھوں میں کڑا پہننا، ہندوؤں سے گھوڑا پرستی مشرکین سے انبیاء وآئمہؑ سے دنیا طلبی کو لیا اور غالیوں سے سب وشتم خلفا لیا، ستارہ پرستوں سے چاند میں علیؑ کے چہرے کو تلاش کرنے کو لیا ہے (عقائد ورسومات ص ۷۷)

❁ بین الاقوامی استعمار نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس قوم کو ایک جھنڈا اور گھوڑا دے کر انکے مسلک بلکہ ان کے مذہب کو بھی خریدا جاسکتا ہے (عقائد ورسومات ص ۱۳۰)

❁ دنیا کے باطل ادیان سے بنے ہوئے کھچڑی نما اس مذہب کی نمایاں پہچان ظلم ہے (عقائد ورسومات ص ۸۱)

❁ آج پھر کسی ایسے مردِ حق آگاہ وحق شناس کی ضرورت ہے جو مثل ابراہیم خلیل اللہؑ ہو جو تمام بلند وبالا پرچم اور گھوڑوں سے سوال کرتے تمہارے اوپر کیا گزر رہی ہے؟ (مدارس دینی ص ۱۴۰)

❁ عرصہ دس سال سے ہمارے ملک میں جعلی ضریحوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہے اور ان کے اردگرد دن رات بے حجاب خواتین اور مرد حضرات مخلوط طریقے سے گردش کرتے ہیں اور ان ضریحوں سے مخاطب ہو کر اپنے راز ونیاز پیش کرتے ہیں ان سے حاجتیں طلب کرتے ہیں دولہا دلہن شادی کے موقعہ پر یہاں آکر سربسجود ہوتے ہیں ہمارا سوال یہ ہے کہ ان ضریحوں کو تقدس کیسے ملا ہے؟ (عقائد ورسوم ص ۱۱۹)

انتخاب مصائب ص ۴۲ پر تحریر کرتے ہیں

❁ ''تمام روئے زمین پر آئمہؑ نے اظہار مصیبت کے لئے جس مکان کا انتخاب کیا ہے وہ کربلا کی زمین ہے اور کربلا میں بھی وہ مقام جو آپؑ کے زیر قبہ ہے اس حوالہ سے دنیا کے گوشہ و کنار میں آپؑ کی ضریح کی تمثیل بنا کر وہاں زیارت کرنا قبہ حسینؑ میں ضریح حسینؑ کی تحریف کے مترادف ہے۔''

انتخاب مصائب ص ۲۹ پر لکھتے ہیں

❁ ''ملک کے طول و عرض میں اس وقت جتنی توانائیاں اور جس قدر سرمایہ عزاداری کے نام پر خرچ ہو رہا ہے اس سے نہ تو اہلِ مذہب کو کوئی فائدہ حاصل ہو رہا ہے نہ خود مذہب کی موثر تفسیر و توضیح ہو رہی ہے اور نہ ہی اہل بیتؑ کو اس سے کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے پھر کیا یہ اسراف نہیں ہے؟''

انتخاب مصائب ص ۳۳ پر لکھتے ہیں

❁ ''معاویہ نے امیر المومنینؑ پر سب و شتم کو جزو دین قرار دیا افسوس کہ ہم نے عزاداری امام حسینؑ میں معاویہ کی اس سنت کی پیروی کرتے ہوئے اس کو زندہ کیا''

انتخاب مصائب ص ۶ پر لکھتے ہیں

❁ ''بہت سے خواب اور بہت سے معجزات و کرامات تحریفات کا شکار ہیں امام حسینؑ ایک ہیں شیعہ بھی ایک اور عزاداری بھی ایک اس کے باوجود معجزات و کرامات میں علاقائی تقسیم نظر آتی ہے ایران میں زیادہ تر امام زمانؑ خواب میں نظر آتے ہیں اور ہر آئے دن لوگ آپؑ سے نسبت دے کر خواب بیان کرتے ہیں جبکہ ہمارے یہاں

ہندوپاک میں خوابوں میں پنجہ، علم، تابوت، اور ذوالجناح دکھائی دیتے ہیں تو یا علاقائی بنیاد پر معجزات بھی تقسیم ہو رہے ہیں۔

۴۔ خمس کے متعلق خودسرانہ افکار

❁ جب امامؑ کے نہ ہونے سے وجوب جہاد ساقط ہے تو کیونکر وجوب خمس اپنی جگہ باقی ہے (افق گفتگو ص ۱۹۵)

❁ وجوب خمس کے لیے لازمی ہے کہ اس سلسلے میں کوئی ٹھوس اور محکم دلیل پیش کی جائے (افق گفتگو ص ۱۹۵)

❁ خمس جس کو مذہب تشیع میں ضروریات دین میں شمار کیا جاتا ہے یہ ملکیت امامؑ یا حق زہراءؑ نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ عوام کے جذبات اور احساسات کو ابھار کر کچھ حاصل کرنے کے لئے کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی انہیں اس طرح ڈرایا جاتا ہے بلکہ یہ نظام کی ملکیت ہے جس دور میں آئمہ طاہرینؑ کی پیروی کرنے والوں کو بیت المسلمین سے محروم کرنے کے احکامات صادر ہوئے تو آئمہؑ نے مخفی طور پر اس مکتب کی ترویج و فروغ اور صحیح پیروی کرنے والوں کے لئے خمس کو وضع کیا وہ خود یا ان کے نمائندے ضرورت کے موقع پر اسے خرچ کرتے تھے امام زمانہؑ کی غیبت میں خمس کی تولیت اور حق تصرف کسے حاصل ہے اس کے بارے میں فقہاء مجتہدین حتمی نتیجے تک نہیں پہنچے اس کا ایک مصرف کہ اسے وہاں خرچ کرنا چاہیے جہاں نیازمند ہوں وہ تو اپنی جگہ باقی ہے لیکن اسے کون اپنی تحویل میں لے اور اسے کس طرح خرچ کرے؟ اس سلسلے میں امام زمانہؑ کی غیبت کے بعد علماء وفقہاء مجتہدین متحیر تھے لیکن

متاخرین فقہاء نے یہ استدلال کیا کہ یہ مال ضائع ہونے کی بجائے ایسے مصارف میں خرچ ہو جس میں مرضی امام زمانہؑ ہو لیکن بدقسمتی سے ان کی نظر میں حوزہ اور مدارس کے علاوہ امامؑ کی مرضی کسی اور کام میں ہے ہی نہیں۔

- رفتہ رفتہ یہ مرجع تقلید واجتہاد کے حق زحمت میں تبدیل ہو گیا ابھی تک اسے ان کی تولیت وتصرف میں ہی رہنے کے بارے میں کوئی آیت یا روایت اور نہ ہی کوئی عقلی استدلال پیش کیا گیا ہے۔ (قرآن سے پوچھو ص ۴۵۳-۴۵۴)
- اصل خمس کے بارے میں تو سورۂ انفال میں واضح ذکر موجود ہے اور دوسری طرف سے حق آئمہ قرار دیا جاتا ہے (افق گفتگو ص ۵۰۳)
- خمس مرجع تقلید کو دینے کے بارے میں فقہاء ومجتہدین نے کوئی مستند دلیل پیش نہیں کی (افق گفتگو ص ۵۱۳)
- ان تمام باتوں کے پیشِ نظر ہم اپنے فقہاء ومجتہدین اور ان کے نمائندگان سے درخواست کریں گے کہ وہ زکوٰۃ اور خمس کے درمیان فرق کو واضح فرمائیں فرق واضح کرتے وقت اس نکتہ کو پیش نظر رکھا جائے کہ اگر زکوٰۃ جیسے اہم مالیہ کی ادائیگی کا معاملہ لوگوں کی مرضی پر چھوڑا جا سکتا ہے تو خمس کی ادائیگی کیونکر فقیہ ومجتہد کے زیر نظر ہونا واجب ہے موجودہ صورت حال یہ ہے کہ فقہاء نے زکوٰۃ کو لوگوں کی مرضی پر چھوڑا ہے آخر اس میں کیا حسن ہے ہماری سمجھ میں نہیں آیا (افق گفتگو ص ۴۷۴)
- عصرِ حاضر کے فقہاء ومجتہدین کے فرمان کے تحت خمس ترویج وفروغ مکتب کیلئے ہے ظاہراً خمس کا بہترین مصرف فروغ علوم دینیہ ہے اس کے بالمقابل بہت سی کہانیاں اور داستانیں بنائی گئی ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ خمس مال امامؑ ہے یہ امانت ہے مجتہدین

اس کو کھانے سے گریز فرماتے تھے ایک طرف یہ کہنا کہ خمس کا اصل مصرف ترویج و فروغ مکتب ہے اور دوسری جانب مکتب کے محتاجوں اور ناداروں تک اس کے پہنچنے میں رکاوٹ بننا غیر منطقی بات ہے مالِ امامؑ اور امانت امامؑ کے نام سے اسے اتنا مقدس بنا دینا کہ خود امامؑ کے ماننے والے بھی اسے استعمال نہ کرسکیں کسی صورت میں بھی امامؑ کی رضایت کا سبب نہیں ہوسکتا (افق گفتگو ص ۴۷۸)

۵۔قرآن جسمانی امراض کے لیے شفا نہیں ہے

قرآن سے پوچھو" ص ۲۶" پر "روح کی دوا کو جسم پر لگانا" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

❁ آنکھوں کی دھند صاف کرنے والے قطرات کو گردے کی پتھری توڑنے کے لیے استعمال کرنا زبان کے چھالے کی دوا کو کینسر پر لگانے سے مذکورہ بیماری کا علاج ممکن نہیں اسی طرح کفر و شرک، نفاق و حسد، کینہ اور بغض و عداوت جیسی مہلک امراض کے لیے تشخیص کیے جانے والے نسخوں کو بلڈ پریشر شوگر، کینسر اور دل کی بیماریوں کے لیے استعمال کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا ہمارے بعض علماء کی مثال اس بچے کی مانند ہے کہ جسے اس کی ماں نے کہا کہ میرے بیٹے کی آنکھیں بادام جیسی ہیں تو بچے نے فوراً کہا کہ مجھے بادام چاہیے۔

❁ انہوں نے بھی جب قرآن مجید میں یہ پڑھا "یہ قرآن مومنین کے لیے شفا ہے" تو سمجھا کہ اس کے آیات یا سورتوں کی تلاوت کرنے کے بعد مہنگی دوائیوں اور بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کی فیسوں سے بے نیاز ہوا جاسکتا ہے لہٰذا طب سکھانے کے کالج

پولوگراؤنڈ جو وقت کے ضیاع کی جگہ ہیں میں تبدیل ہو جائیں گے جدید ترین تشخیص کے آلات سے آراستہ ہسپتال بے معنی و ناکارہ ہو جائیں گے اور سرسری معنی سے قرآن سے ناآشنا ایک ملا آخوندان سب وسائل کی جگہ ایک مختصر سے ہدیہ کے ساتھ پر کرسکتا ہے ان بے چاروں نے قرآن میں موجود لفظ شفاء کو سنا ہے نہ آیت کی ابتداء کو دیکھا یا سنا اور نہ انتہاء کو۔

۞ یہ کلمہ قرآن کریم اور نہج البلاغہ میں چندیں جگہوں پر استعمال ہوا ہے لیکن ان میں سے کسی بھی جگہ یہ امراض جسمانی کے لیے شفاء ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔

آگے ص ۳۲ پر لکھتے ہیں۔

۞ ان قارئین قرآن نے بلا سند شرعی آیات قرآنی کو دوا کی جگہ جسمانی بیماریوں کے لیے حقیر مادے کے لیے فروخت کر کے ان (عوام) کو اندھیرے میں رکھا اسلام و قرآن کے چہرے کو فرسودہ بنایا ان کی ردیف میں بعض بزرگ علماء اسلام نے بھی وہی کردار ادا کیا ہے۔

ص ۳۳ پر لکھتے ہیں

۞ پہلا گروہ اپنے عمل کی سند میں قارئین کے سامنے بعض دعاؤں اور تعویذوں کی کتابوں میں لکھے گئے آیات و سورہ کی خاصیتیں بیان کرتے ہیں اور ان کتابوں کے لکھنے والوں کی شان کو درجہ عصمت پر فائز کرتے ہیں۔

ص ۳۱ پر لکھتے ہیں

۞ آیات قرآن جو کتاب ہدایت و رہبری سے جو روح و قلب انسانی کی تسکین کے لیے مختص ہے اسے جسمانی زخموں کے سرجری کی جگہوں پر استعمال کرتے ہوئے دیکھ

کر یہود و ہنود اور صلیب جو کہ اسلام پر نقد و انتقاد کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور ان کے ساتھ ہمارے بعض دانشور جو دین و مذہب کی سر بلندی کو مغرب نوازی میں دیکھتے ہیں کیا یہ اسلام کا تمسخر و مذاق نہیں اُڑائیں گے؟

۶۔ تاریخی حقائق سے انحراف

- یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت سجادؑ چالیس سال تک دن رات مسلسل صرف امام حسینؑ کی مصیبت میں روتے رہے (انتخاب مصائب ص ۲۲۵)
- حیات وقیام امام حسینؑ ص ۱۰ پر لکھتے ہیں
- ''سرمایہ و دولت کے حوالہ سے اگر دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ دیگر آئمہؑ کی بہ نسبت امام حسینؑ سب سے زیادہ غنی اور صاحب ثروت ہیں آپؑ کے نام سے نہ جانے کتنی املاک ہیں صرف یہی نہیں بلکہ آپؑ کے نام سے منسوب حیوانات کے موقوفات بھی ہیں جن کی ملکیت کا اندازہ کرنا مشکل ہے حالانکہ شریعت کے اعتبار سے یہ صحیح نہیں ہے''۔
- حضرت علی اکبرؑ کی وقت شہادت عمر ۲۷، ۲۸ سال کے درمیان تھی (انتخاب مصائب ص ۲۱۴)
- حضرت سکینہؑ کی عمر وقت وفات ۷۵ سال تھی اور ۱۱۷ھ میں وفات پائی (انتخاب مصائب ص ۳۲۹)
- دربار یزید میں حضرت سکینہؑ کا ہاتھوں سے منہ چھپانا باطل ہے (انتخائب مصائب ص ۲۵۳)

۞ جناب شہزادہ قاسمؑ ابن حسنؑ کی رسم مہندی لغو ثقافت کا مظاہرہ ہے (اصول عزاداری ص۷۰)

۞ زندان شام اور اس سے منسوب داستان کا کوئی ذکر تاریخ ومقاتل میں نہیں ملتا (اصول عزاداری ص۷۳،۷۴)

۞ اسیران آل محمدؐ کو قصر یزید کے ایک حصہ میں ٹھہرایا گیا تھا (انتخاب مصائب ص۳۷۹)

۞ جناب سکینہؑ جیسا کہ ارباب مقاتل لکھتے ہیں واقعہ کربلا کے وقت بالغہ تھیں اور فقہا فرماتے ہیں کہ ایک بالغہ خاتون کیلئے اپنا چہرہ اور کلائیوں سے نیچے دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت ہے پھر چہرہ چھپانے کی کیا منطق ہے؟ (انتخاب مصائب س۲۵۴)

۞ علی اصغرؑ کے شیر خوار ہونے کا ذکر تو تاریخ میں ضرور ملتا ہے لیکن اس کی عمر کا ذکر کسی مستند تاریخ ومقاتل میں نہیں ہے بہرکیف بچوں کی عمر کا کم ہونا یا زیادہ ہونا مصیبت میں اضافہ کا باعث نہیں بنتا ہے (انتخاب مصائب ص۲۶۰)

۞ جناب فاطمہؑ صغریٰ سے متعلق مدینہ میں موجودگی کی کہانی کھڑی گئی ہیں (انتخاب مصائب ص۵)

۞ فقہاء ومجتہدین مثل آئمہ معصومینؑ نہیں ہیں کہ ہر علم میں انہیں مکمل احاطہ حاصل ہو ان کے اجتہاد کا دائرہ فقہ ہے تاریخ نہیں (انتخاب مصائب ص۳۰)

۞ افسانہ طفلان مسلمؑ (۹۷ تا ۱۰۷) جعلی کہانی فرضی قصہ یا افسانہ ہے (انتخاب مصائب)

۞ اگر ان جعلی واقعات کو مصائب کے بیان سے نکال دیا جائے تو شاید کربلا ہی غلط محسوس ہونے لگے (انتخاب مصائب ص۹۹)

۞ قصہ دامادی قاسمؑ غیر معتبر اور غیر مستند ہے (انتخاب مصائب س۱۹۲)

۞ قصہ تعویز قاسمؑ یہ تصور (ص۱۸۹تا۱۹۸) قرآن اور روایات معصومینؑ سے متصادم ہے (انتخاب مصائب ص۱۹۸)

۞ حضرت سکینہؑ اور فاطمہؑ صغریٰ کے بارے میں داستانیں گھڑی گئی ہیں جبکہ تاریخ و مقاتل کی تحقیق کے مطابق عمل کربلا میں ۶۱ھ میں یہ دونوں شادی شدہ تھیں (انتخاب مصائب ص۲۶۱)

۞ ۶۴ عورتیں بے کجاوہ اونٹوں یا خچر پر سوار تھیں عورتوں کی گودوں میں بچے تھے ......الخ...... یہ تمام داستانیں من گھڑت ہیں اور صرف مجلس میں لوگوں کو رلانے کے لئے گھڑی گئی ہیں بچوں کی اتنی بڑی تعداد کا ذکر کسی بھی مستند تاریخ میں نہیں ہے۔

(انتخاب مصائب ص۲۶۲)

۞ ہند نامی کسی عورت کا تذکرہ نہیں ہے صرف آلِ ابوسفیان وآلِ معاویہ کی عورتوں کا ذکر ہے (انتخاب مصائب ص۲۷۲)

۞ اسیران آلِ محمدؐ کو قصرِ یزید کے ایک حصہ میں ٹھہرایا گیا تھا کسی خرابہ (زندان) کا کوئی ذکر نہیں (انتخاب مصائب ص۲۹۷)

۞ ذرا سوچیے کسی بھی مصیبت زدہ خاتون میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ خود اسکے اپنے گھر والے بھی اسے نہ پہچان سکیں اگر مصیبتوں کی زیادتی سے بال سفید بھی ہو گئے ہوں کمر جھک گئی ہو، چہرے کے خدوخال بدل بھی گئے ہوں پھر بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ انتہائی شناسا افراد کے لئے بالکل ناآشنا ہو جائیں (انتخاب مصائب ص۱۱۷)

۞ آیات و روایات میں تعویز کا تصور یہ ہے کہ مشکلات میں خدائے مالک وملک سے پناہ مانگی جائے اس طرح۔ سے خود کو محضر رب میں چھوڑنا تعویز کہلاتا ہے کاغذ پر لکھ

کر بازو پر باندھنے والے تعویز کا کوئی تصور سیرت آئمہ معصومینؑ میں کہیں نہیں ملتا۔

(انتخاب مصائب ص ۱۹۵)

۞ فاطمہ صغریٰؑ نام کی کوئی بیٹی نہیں سوائے افسانہ پردازوں کے افسانوں کے کہیں نہیں ہے بالفرض اگر مریضہ تھیں...... تو اس بیٹی کو تنہا چھوڑ کر نکلنے میں کوئی منطق نہیں۔

(انتخاب مصائب ص ۲۳۸)

۞ حضرت علی اصغرؑ کی عمر کے بارے میں پتہ نہیں چلتا کہ وہ کربلا میں کتنے مہینے کے تھے یا کب پیدا ہوئے؟ (انتخاب مصائب ص ۲۴۴)

۞ بعض افراد کہتے ہیں کہ جب کوئی عزادار مجلس عزاء برپا کرتا ہے تو اس عزاداری کا اہتمام کرنے اور فرش عزا کی صفائی کے لئے یا کم از کم مجلس عزا میں شرکت کے لئے جناب زہراءؑ ضرور تشریف لاتی ہوں...... الخ...... اسی طرح قصرِ یزید میں جناب زہراءؑ کے تشریف لانے کی باتیں سننے میں آئی ہیں یہ قصے بالکل بے بنیاد، بے اساس اور حقائق سے متصادم ہیں (انتخاب مصائب ص ۴۰۸)

۞ دنیا کے گوش و کنار میں خصوصاً ایام عزا کے دوران جتنی مجالس ہوتی ہیں اگر ان کا تخمینہ لگایا جائے تو ایک گھنٹہ میں بیک وقت ہزاروں کی تعداد میں مجالس عزاء برپا ہوتی ہیں ان تمام مجالس میں جناب زہراءؑ اور امام سجادؑ کا حاضر ہونا محال ہے اس سلسلہ میں لوگ امیر المومنینؑ کی مہمانی (۴۰ جگہ) کی مثال پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ قصہ خود موجب سوال واستفسار ہے (انتخاب مصائب ص ۴۰۸)

۞ آئمہؑ کی سیرت میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی دوبارہ زندہ ہو کر آیا ہو خود پیغمبر اکرمؐ یا حضرت علیؑ کے دوبارہ پلٹ کر آنے کی کوئی مثال موجود نہیں ہے (انتخاب

مصائب ص ۴۱۰)

۞ کیا (مجالس میں) کسی نے رسول اللہ کو آتے ہوئے دیکھا ہے؟ علیؑ کو دیکھا ہے؟ کیا امام زمانہؑ کو جو اس وقت موجود ہیں کسی مجلس عزا میں آتے دیکھا گیا ہے؟ لہٰذا تمام تر تجزیہ و تحلیل ہمیں اسی نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ یہ قصہ عقل و منطق اور نقل مسلمہ سے دور اور مضحکہ خیز ہے (انتخاب مصائب ص ۴۱۰)

۞ ملک کے طول و عرض میں اس وقت جتنی توانائیاں اور جس قدر سرمایہ عزاداری کے نام پر خرچ ہو رہا ہے اس سے نہ تو اہل بیتؑ کو کوئی فائدہ حاصل ہو رہا ہے اور نہ خود مذہب کی موثر تفسیر و توضیح ہو رہی ہے اور نہ ہی اہل بیتؑ کو اس سے کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے پھر کیا یہ اسراف نہیں ہے (انتخاب مصائب ص ۲۹)

۞ امام حسینؑ کے مقابلے میں کسی اور کو پیاسا قرار دینا امام حسینؑ کی مصیبت تشنگی میں تحریف ہے (انتخاب مصائب ص ۱۴۳)

۞ دنیا کے گوشہ و کنار میں آپؑ کی ضریح کی تمثیل بنا کر وہاں زیارت کرنا قبہ حسینؑ میں ضریح حسینؑ کی تحریف کے مترادف ہے (ص ۴۲)

۞ لیکن بد قسمتی سے ہمارے یہاں مجالس عزاء میں مقرر و خطیب حضرات ان مستند و مسلمہ واقعات کو تو طاق نسیان میں رکھ دیتے ہیں اور ام حبیبہ اور ہند جیسے فرضی کرداروں کے ساتھ مکالمہ آرائی کے تذکرے کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اصلاً جن کا کوئی وجود ہی نہیں تھا (انتخاب مصائب ص ۱۱۷)

۞ شامِ غریباں حضرت زینبؑ وام کلثومؑ کا پہرہ دینا اور حضرت علیؑ کا آنا غلط ہے اور غیر عقلی، غیر مسلمہ اور غیر مستند ہے۔

❁ یہ جعلی قصے، کہانیاں، زبان درزبان، اور کیسٹ درکیسٹ نقل ہورہی ہیں اب تو نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ ان جعلیات کے بغیر عزاداری نامکمل تصور کی جاتی ہے (انتخاب مصائب ص ۴۱۴)

❁ حضرت امام حسینؑ نے اپنے قیام کے دوران کسی موقع پر بھی خلفاء کو سب وشتم نہیں کیا......الخ......لیکن افسوس کہ آج منبر علوی وحسینیؑ پر براجمان ہونے والے۔

❁ بعض خطباء وذاکرین، حسینؑ اور علیؑ کی سیرت کو نظرانداز کر کے معاویہ ابن ابوسفیان کی سنت وپیروی کو اپنائے ہوئے ہیں (انتخاب مصائب ص ۴۱۷)

❁ افسوس کہ کچھ عرصہ سے ایک سازشی ٹولہ عزاداری کے نام پر میدان میں نصب منبر کو فرقہ واریت کو ہوا دینے کے لئے استعمال کر رہا ہے یہ ایک ایسا تعجب خیز عمل ہے جو عام زندگی میں ہمارے طرز عمل سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا اگر ہمیں اپنے محلے میں کسی سے مذہبی یا قومی اختلاف ہوتو ہم کبھی بھی مخالف کو اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر نہیں للکارا کرتے تا کہ قانونی گرفت سے بچے رہیں لیکن اس روش کے برخلاف، عزاداری کے نام سے دوسروں کی دل آزاری کرنے اوران کے سکون واطمینان کو پارہ پارہ کرنے میں کسی تامل وتعقل کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا (انتخاب مصائب ص ۴۲۰)

❁ بعض مقاتل میں لکھا ہے کہ شام میں امامؑ کی بیٹی نے شہادت پائی ایک اور روایت میں ان مرحومہ کا نام رقیہ بتایا گیا ہے البتہ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ رقیہ کس کی بیٹی تھیں امامؑ کی یا مسلمؑ بن عقیلؑ کی تاہم کسی بھی مقتل میں یہ نہیں لکھا کہ جناب سکینہؑ نے شام میں وفات پائی (انتخاب مصائب ص ۲۵۴)

❁ حضرت سکینہؑ دیگر اہل بیتؑ کی مانند خیمے میں رہی ہیں یقیناً پیاسی تھیں لیکن اس

مصیبت پیاس میں انہی کو مرکز بنانا صحیح نہیں ہے کربلا میں اور بھی چھوٹے بچے موجود تھے مگر پیاس کا نمونہ صرف جناب سکینہؑ مظلومہ کو بنا کر دکھایا جاتا ہے آخر اس میں کیا منطق ہے؟ (انتخاب مصائب ص ۲۵۳)

❁ کہتے ہیں کہ دورانِ سفر، بازار میں یا ابن زیاد یا یزید کے دربار میں جب پہنچے تو خواتین نے اپنے چہروں کو بالوں سے چھپایا ہوا تھا جبکہ جناب سکینہؑ نے ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا رکھا تھا کیونکہ آپؑ کے بال اتنے بڑے نہیں تھے کہ ان سے چہرہ ڈھانپا جا سکے یہ قول اور اس کی منطق باطل ہے۔ (انتخاب مصائب ص ۲۵۳)

انتخاب مصائب ص ۲۷۹ پر لکھتے ہیں۔

❁ تاریخ میں لکھا ہے کہ یزید ایک زانی، شرابی اور شہوتی شخص تھا اپنی خواہشات کو ناجائز طریقوں سے پورا کرنے کا عادی تھا ان عورتوں کے نام تو تاریخ میں نہیں ملتے جن سے وہ اپنی خواہشات کو پورا کرتا تھا لیکن جو عورتیں اس کی زوجیت میں تھیں ان کے نام تاریخ میں درج ہیں۔

❁ ان خائن اور بیوقوف انسانوں کے پاس تحفۃ العوام اور چودہ ستارے کے علاوہ کوئی مصدر و ماخذ نظر نہیں آتا (عقائد ورسومات ص ۶۰)

❁ مسجد کے علاوہ شیعہ مذہب میں کسی بھی نام سے کسی مکان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے (عقائد ورسومات ص ۱۷)

شرف الدین کا فرزندان مسلمؑ کے متعلق اظہار خیال

انتخاب مصائب کے ص ۹۷ پر عنوان دیتے ہیں ''افسانہ طفلان'' مسلم پھر

اس پر بحث کرتے ہوئے ص ۹۹ پر لکھتے ہیں......ان بیان کی جانے والی جعلی کہانیوں میں سے ایک کہانی مسلمؑ بن عقیلؑ کے دو بچوں سے متعلق ہے عشرہ محرم الحرام میں ایک دن ان بچوں کے لیے مختص ہے بالفرض صحت و واقعیت ایک دن اس قصہ کے مختص کرنے کی منطق اور توجیہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ رونے رلانے کے لیے ایک شک آور مصیبت ہے......الخ۔

پھر اس صفحہ پر لکھتے ہیں کہ کتاب مالی السبطین ، اسرار الشہادۃ، ریاض القدس وغیرہ میں امالی شیخ صدوقؒ سے نقل ہے۔

اس کے بعد یہ بحث ۱۰۷ تک کی گئی ہے۔

عقائد و رسومات شیعہ کے ص ۱۴۴، ۱۴۵ پر بھی اس روایت کی نفی کی گئی ہے۔

خرابہ شام ایک داستان ہے......شرف الدین

اصول عزاداری کے ص ۴۷، ۴۷ پر خرابہ شام اور اس سے منسوب داستانیں کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

❁ ''اپنی مجالس کو رونق بخشنے اور ان میں گریہ وفغاں کی آوازوں کو اور بلند کرے کی غرض سے ذاکرین جو مصائب سازی کرتے ہیں ان میں سے ایک خرابہ شام کی داستان ہے کہتے ہیں کہ اسیران آل محمدؐ کو شام میں طویل عرصہ تک ایک ایسے خرابہ شام میں رکھا گیا جو قصر یزید کے نزدیک تھا جہاں سے اہل حرم کے گریہ و بکا اور آہ وفغاں کی بلند ہونے والی آوازوں نے یزید کی نیند حرام کردی تھی۔

❁ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ و مقاتل میں ایسے کسی خرابہ کا ذکر نہیں ملتا ہاں اہل۔

بیتؑ اطہار اور اولاد علیؑ کے لیے تمام شام خرابہ ہی تھا کیونکہ اس زمانہ میں شام دشمنان علیؑ کا مرکز تھا بنی امیہ کا پایہ تخت تھا قتل حسینؑ اور اسارت اہل حرم کا حکم یہیں سے صادر ہوا تھا لیکن کسی ایسے خرابہ کا وجود جس میں اہل حرم کو اسیر بنا کے رکھا گیا؟ جو یزید کے محل سے متصل ہو اتنا قریب ہو کہ اہل حرم کے رونے کی آوازیں محل میں یزید کو آزار پہنچاتی ہوں بعید از قیاس ہے شام میں اہل بیتؑ کو کہاں رکھا گیا کس جگہ قید کیا گیا اس بارے میں تواریخ خاموش ہیں"۔

مدارس دینی اور حوزات علمیہ پر نگارشات ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں۔

۞ "خرابہ شام ایک حوالے سے خودساختہ مصائب کی داستان ہے کتب میں رلانے کے ایک عنوان اور اشک و آنسو کو پسند کرنے والے خریداروں کے لیے ایک موثر مصیبت ہے لیکن ان صفات کی حامل کوئی جگہ خرابہ شام کے نام سے جس میں اہل بیتؑ اطہار کو دوران اسارت رکھا گیا ہو نہیں ملتی"۔

انتخاب مصائب ص ۲۷۹ پر لکھتے ہیں

۞ "معتبر وموثق مورخین اور مقتل نگاروں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اسیران آل محمدؐ کو قصر یزید کے ایک حصہ میں ٹھہرایا گیا تھا کسی خرابہ کا کوئی ذکر نہیں جب خرابہ میں ٹھہرے ہی نہیں تھے تو وہاں ہند کے جانے کا کیا سوال؟"

۞ ص ۲۸۰ پر لکھتے ہیں "کسی خرابہ میں جانا بعید از قیاس ہے"۔

اُصول عزاداری ص ۷۰ پر لکھتے ہیں

۞ حیرت انگیز جعلی داستان حضرت قاسمؑ کی شادی کی داستان اور اس کی مناسبت سے رسم مہندی ...... لغو ثقافت کا مظاہرہ جسے عزاداری حسینؑ میں عزاداروں کے یہاں

بہت پذیرائی حاصل ہے اس داستان کا غلط اور بے بنیاد ہونا ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے۔

❁ تمام کتب مقاتل کی رو سے یہ ایک متفقہ حقیقت ہے جسے کسی طرح رد نہیں کیا جا سکتا کہ واقعہ کربلا کے وقت حضرت قاسمؑ نابالغ تھے بلوغت کی عمر سے قبل شادی کی رسم جہلا میں تو پائی جاتی ہے لیکن خانوادہ اہل بیتؑ میں اس قسم کی شادی اور نکاح کا کوئی تصور نہیں۔

❁ پھر یہ شادی بھی کن روح فرسا اور مصائب و آلام کے عالم میں انجام پانا بیان کی جاتی کہ جب صبح عاشور سے عصر عاشور تک خیام حسینی میں فریاد و واویلا اور العطش، العطش کی صدائیں ہیں گریہ و بکا کی دلخراش آوازیں ہیں اپنے پیاروں اور انصار و اعوان کی لاشیں اُٹھاتے اُٹھاتے امام حسینؑ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہے اپنے جانثاروں کی لاشیں اُٹھانے کے بعد خود امامؑ الوداعی رخصت کے لیے آمادہ ہیں اس جگرسوز عالم میں شادی کی تقریب کا تصور بھلا کیوں کر اور کس حد تک قرین عقل قرار دیا جا سکتا ہے؟

❁ آیات و روایات اور صاحبان عقل و فہم مرد و زن کے درمیان رشتہ ازدواج کی تین حکمتیں بیان کرتے ہیں۔

❁ (یہ تین حکمتیں خانوادہ تطہیر کے بارے میں دہرانے کی مجھ میں تو جسارت نہیں اسے اُصول عزاداری کے ص ۱۷ پر محقق حضرات دیکھ سکتے ہیں...... مولف)

❁ کتب تاریخ میں حضرت امام حسینؑ کی اولاد اناث میں ایک جناب صغریٰ اور دوسری حضرت سکینہ دو بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے کربلا کے میدان میں حضرت قاسمؑ کی شادی کی داستان کو اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ امامؑ کی کون سی

صاحبزادی حضرت قاسمؑ سے منسوب تھیں؟ کیونکہ جناب فاطمہ صغریٰ تو حسن مثنیٰ کے عقد میں تھیں اور جناب سکینہ کے متعلق ذاکرین کہتے ہیں کہ وہ بہت چھوٹی بچی تھیں۔

۞ اس سلسلہ میں ذاکرین ایک اور داستان بھی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب امامؑ نے حضرت قاسمؑ کو میدان جانے کی اجازت دینے سے انکار کیا تو یکایک حضرت قاسمؑ کو اپنے بازو پر بندھا ہوا تعویز یاد آیا اور انہوں نے وہ تعویز امامؑ کو دکھایا تعویز دیکھ کر امامؑ کو اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰؑ کی وصیت یاد آئی۔

۞ اس روایت کا من گھڑت اور جعلی ہونا اظہر من الشمس ہے۔

۞ آیات قرآنی اور روایات معصومینؑ کے مطابق تعویز کا مفہوم کسی کو خدا کی پناہ میں دینا اور خدا سے پناہ مانگنا ہے تعویز کو لکھ کر بازو پر باندھنے کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔

۞ اسکے علاوہ اسلام میں وصیت کا تصور یہ ہے کہ وصیت لکھ کر ہو یا زبانی اس پر شاہد و گواہ بنایا جاتا ہے۔

۞ اگر وصیت تحریری ہو تو اسے بازو پر نہیں باندھا جاتا بلکہ اسے کسی مناسب اور محفوظ جگہ پر رکھا جاتا ہے پھر ذرا غور کیجئے! کیا یہ معصومؑ کی شان میں جسارت نہیں کہ امامؑ کے لیے کوئی وصیت ہو وہ بھی اپنے بھائی کی طرف سے کہ جو خود اپنے وقت کے امامؑ تھے اور امام حسینؑ معاذ اللہ اس وصیت سے اتنے غافل رہیں کہ آخر وقت میں جب انہیں تعویز دکھایا جائے تو وصیت یاد آئے؟

عقائد و رسومات شیعہ کے ص ۴۴ا پر لکھتے ہیں

۞ یہ شادی کسی عمر میں کس لڑکی سے کس وقت اور کس حالت میں ہوئی ہے اس کا ذکر کونسی مستند تاریخ میں ہے اور اس پر اہل تاریخ و مقاتل کس حد تک اعتبار کر سکتے ہیں؟

کیا اس غم انگیز اور لاشوں کی نقل و حرکت اور عزیزوں کے آہ و فغاں کی حالت میں یہ شادی انجام پائی ہے؟ دور حاضر میں اس شادی کے مراسم علاقائی رسومات کے تحت منائے جاتے ہیں لیکن معلوم نہیں یہ ان غیر شیعوں کو جو، ان دو مہینوں میں ازدواجی مراسم انجام دیتے ہیں کیوں اپنے غیض و غضب کا نشانہ بنا کر لشکر یزیدی کے ہم نوا قرار دیتے ہیں۔

انتخاب مصائب کے ص ۱۹۸ پر لکھتے ہیں۔

❁ تعویز عام اصطلاح میں چند اسمائے متبرکہ یا آیات قرآنی دعائیہ کلمات یا نقوش وغیرہ کو کسی کاغذ یا چمڑے پر لکھنے کے بعد یا کسی اور چیز پر باندھ کر اس سے حاجتیں اور امیدیں وابستہ رکھنے کو کہتے ہیں تعویز کا یہ تصور در حقیقت عقل لغت آیات قرآنی اور روایات معصومینؑ سب سے متعارض اور متصادم ہیں۔

۷۔ حسب و نسب کے بارے...... باغیانہ موقف

قرآن سے پوچھو کے ص ۳۲۴ پر لکھتے ہیں

❁ صاحب المیزان نے اس آیت (سورہ فرقان آیت نمبر ۵۴) کی تفسیر میں کتاب مجمع البیان سے ایک حدیث نقل کی ہے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا

❁ قیامت کے دن ہر حسب و نسب ختم ہوگا سوائے میرے حسب و نسب کے۔

اب اس واضح حدیث کی توجیہ شرف الدین صاحب یوں کرتے ہیں۔

❁ صاحب المیزان پیغمبر اکرمؐ کے نسب سے مراد آئمہ معصومینؑ مراد لیتے ہیں یا وہ صالح افراد جو آپؐ کے نقش قدم پر چلے ہوں گے یا نسب سے مراد معنوی ہے یعنی پیغمبر

اکرمؐ کے دین وشریعت پر قائم ہوں گے ملاحظہ فرمائیں! اب ان کی تان نسب معنوی پہ ٹوٹی...... انا لله وانا اليه راجعون.

پھر آگے چل کر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ

سیرت پیغمبر اکرمؐ وآئمہؑ میں خونی رشتہ کا تصور عقل وقرآن کی رو سے ایک بے بنیاد تصور ہے۔

ص ۳۲۳ پر لکھتے ہیں...... نسب سے جو ہمارے تصور میں قومیت اور خاندانوں میں مضمر ہے قرآن کریم میں نسب ہر کسی قسم کا فخر اور مباہات کرنے کی مذمت کی ہے کیونکہ یہ تصور ایک ناپائیدار چیز ہے اور سراب کی مانند ہے۔

قرآن سے پوچھو کے ص ۳۱۷ پر لکھتے ہیں

لہٰذا معاشرے میں فعل حرام کے ارتکاب کرنے میں سادات غیر سادات سے آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں ہیں جبکہ سادات کے حالات آپکے ساتھ ہیں آپ کو ذرائع ابلاغ مطبوعات و برقیات میں فلموں اور نیلام گھروں میں...... اور اداکاری کرنے کے سلسلے میں ایوارڈ لینے والی بہت سی لڑکیوں کا سلسلہ نسب زیدی رضوی اور سیدہ وغیرہ سے زیادہ ملتا نظر آئے گا۔

عقائد ورسومات شیعہ ص ۲۶ پر لکھتے ہیں۔

قوم کے نام سے پہچان کروانے والے ایک قسم کی بت پرستی میں مبتلا ہیں۔

۸۔ عقد فاطمیہؑ کے متعلق شرف الدین کے خیالات

حضرتؐ نبی اکرمؐ کی یہ حدیث سند کے لحاظ سے مخدوش ہے

قرآن سے پوچھو کے ص ۳۳۵ پر لکھتے ہیں۔

❁ نبیؐ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں اس لیے ان کی بیٹیاں امت کی بہنیں ہوئیں تو کیا بہنوں سے شادی ہو سکتی ہے؟

❁ اس سند میں پیغمبر اکرمؐ سے منسوب ایک حدیث نقل کرتے ہیں...... ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے ہیں۔

ان کی یہ سند اپنے اصل اور دیگر تاریخی حوالوں سے مخدوش ہے۔

❁ یہ جملہ پیغمبر اکرمؐ کا نہیں بلکہ امام حسینؑ کا فرمان ہے جو آپؑ نے ایک خاص مناسبت پر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کو شرعی و قانونی سند بنانے کے لیے عبداللہ بن جعفرؓ کی بیٹی (جو حضرت زینبؑ سے تھی) کا والی مدینہ کے توسط سے یزید کے لیے رشتہ مانگا تو امام حسینؑ نے مداخلت کر کے معاویہ کی اس سازش کو یہ فرما کر ناکام بنایا کہ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے ہیں اور اس لڑکی کا عقد بنی ہاشم کے ایک لڑکے کے ساتھ کر دیا۔

❁ قرآن سے پوچھو کے ص ۳۰۹ پر ''کفو حقیقی کی جگہ خود ساختہ کفو'' کا جلی عنوان دے کر ''خاندان کی چار دیواری میں شادی'' کا ذیلی عنوان دے کر لکھتے ہیں۔

❁ مسلمانوں کے لیے مغرب کا پرانا اور زہریلا تحفہ بنام قوم پرستی یا وطن دوستی ہے اس دودھاری تلوار نے مسلمانوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ان کا جینا مشکل بنایا۔

❁ انہیں میں سے ایک انسان کی پہلی اور بنیادی ضروری ترین ضروریات زندگی شادی ہے۔

۞ شادی کو خاندان اور قبیلے کی چار دیواری میں محدود اور مجبور کرنے کی کوئی منطق نہیں ہے۔

۞ ص ۳۲۵ پر لکھتے ہیں...... کسی بھی نسب پر امتیاز و برتری کا دعویٰ بے بنیاد ہے اور اس پر قائم کوئی بھی اُصول کی بنیاد گھاس پر کھڑی کی گئی عمارت کی مانند ہے اسی طرح رشتہ ازدواج میں اس کو بنیاد بنانا عقل و شرع اور سیرت انبیاءؑ و آئمہؑ اور فقہاء و مجتہدین کے سراسر مخالف ہیں چاہے یہ رشتہ سادات و غیر سادات اور مقامی خاندانوں کی روایات ہوں بے نیاز ہے۔

۞ قرآن سے پوچھو کے ص ۳۱۳ پر ''حرمت ترویج سیدہ غیر سادات سے'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں

۞ یہ ایک ایسی شریعت ہے جو ہمارے ملک میں ڈنڈے اور سب و دشنام کے سہارے نافذ ہے یہ سراسر قرآن وسنت کے خلاف ہے خاص کر اس گروہ کے لیے جو اہل بیتؑ اطہارؑ کے دامن سے متمسک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور پوری امت مسلمہ کے لیے نا قابل جبران نقصان کے علاوہ خود دین و مذہب میں حکم جاہلیت اور غیر شریعت کو شریعت میں داخل کرنے کے مذموم عزائم میں سے ہے جسے علماء اور مجتہدین نے اس گروہ کے خوف سے تقیہ اور توریہ سے رواج رکھا ہے۔

۹۔ شرف الدین کا حدیث کساء کی سند سے انکار

قرآن سے پوچھو کے ص ۶۳ پر لکھتے ہیں

۞ اس تصور کے ساتھ کہ قرآن ہماری زندگی کے تمام شعبوں سے مہجور ہے اور صرف

اس کی تلاوت باقی ہے وہ بھی ایک لحاظ سے نیم جان یا نیم مردہ صورت میں ہے۔

❁ کیونکہ اسکی جگہ پر بعض اہل سنت صحیح بخاری کی تلاوت کرتے ہیں اور اہل تشیع میں خودساختہ حدیث کساء پڑھنے کا سلسلہ جاری ہے۔

❁ قرآن سے پوچھو ص ۳۳۷ پر ''کلام خدا کی جگہ کلام بشر کو ترجیح'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں۔

❁ ہمارے اجتماعات اور دیگر محافل ومجالس کی مانند شادی کی تقریبات میں کتاب خدا کی جگہ پر ایک حدیث پڑھی جاتی ہے جو حدیث کساء کے نام سے معروف ہے معلوم نہیں ہمارے ہاں اس غیر مستند حدیث کو پڑھنے کی رسم کب سے شروع ہوئی؟ اور اب تو یہ ایک مستقل حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

❁ آگے ص ۳۳۸ پر لکھتے ہیں اس حدیث کے ناقل صاحب کتاب عوالم ہیں جو غیر مستند اور نا قابل اعتماد ہیں اب آپ سوچیں اس غیر مستند اور خودساختہ واقعہ کو کلام خدا کی جگہ پڑھنا شیعت کے چہرے کو مسخ کرنا نہیں ہے؟

آگے صفحہ ۳۳۹ پر لکھتے ہیں

❁ یہاں تک ان لوگوں نے ہمارے علماء ومجتہدین کے نزدیک معتبر ومستند دعاؤں کے پڑھنے کے خلاف مہم ہوئی...... جیسے دعائے کمیل پڑھنا شروع کی تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ نہ پڑھو صرف حدیث کساء پڑھو گویا آئمہؑ سے صرف یہ ہی ایک حدیث وارد ہوئی ہے باقی سب جھوٹ ہے اور اس سے بھی افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں بعض علماء اس کے پڑھنے کو ولائے اہل بیتؑ ثابت کرنا سمجھتے ہیں۔

عقائد ورسومات شیعہ کے ص ۱۰۲ پر لکھتے ہیں

❁ متواتر خطبات رسولؐ وذوات معصومینؑ سے ہٹ کر ایک جعلی کہانی کو حدیث کا نام دے کر ہر موقعہ ومحل کے افتتاح کے موقعہ پر تلاوت قرآنی کی بجائے یوں پڑھا جاتا ہے کہ جیسے یہی شیعوں کا قرآن ہو اس طرح امت اسلامی کے سامنے شیعہ مذہب کے چہرے کو داغدار بنایا جاتا ہے۔

۱۰۔ کھیعص کے بارے شرف الدین کی رائے

اسرار قیام امام حسینؑ کے ص ۱۴۶ پر مندرجہ بالا سرخی دے کر لکھتے ہیں۔

❁ ہمارے بعض افراد قرآنی آیات کو امام حسینؑ پر منطبق کرنے کی کوشش میں افسانہ سازی اور داستان طرازی کرتے ہوئے ایسی تفاسیر اور تاویلات پیش کرتے ہیں کہ جن کی نہ عقل وشریعت کوئی سند پیش کرتی ہے اور نہ روایات مثلاً سورہ مریم جس کی ابتداء حروف مقطعات کھیعص سے ہوتی ہے بعض افراد ان حروف مقطعات کی ایسی مضحکہ خیز تاویل وتفسیر پیش کرتے ہیں جس کی کوئی سند نہیں۔

❁ مثلاً کہتے ہیں کہ ''ک'' سے مراد کربلا ہے ''ھ'' سے ہلاکت کی طرف اشارہ ہے ''ی'' سے یزید کی طرف اشارہ ہے ''ع'' سے عطش حسینؑ مراد اور ''ص'' صبر حسینؑ پر دلالت کرتا ہے کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے واقعہ کربلا کو حروف مقطعات کھیعص کی شکل میں خلاصہ کے طور پر حضرت زکریاؑ پر آشکار کیا اور اس روایت کو امام زمانہؑ سے منسوب کرتے ہیں۔

اسی کتاب کے ص ۱۴۸ پر لکھتے ہیں

❁ حروف مقطعات کی اگر من مانی تفسیر کی جائے جیسا کہ کھیعص کی من گھڑت

تفسیر کے بارے میں اوپر بیان کیا گیا تو یہ لغو اور بے معنی ہو گی اسے فن خطابت پر تو محمول کیا جا سکتا ہے تفسیر قرآن نہیں کہا جا سکتا۔

افق گفتگو ص ۵۵۷ میں تضحیک آمیز انداز میں لکھتے ہیں

- ''ک'' سے کتاب، کشمیر کابل وغیرہ بھی بن سکتے ہیں۔
- ''ہ'' سے ہلاکت فرعون، ہلاکت معاویہ، ہلاکت ہارون الرشید اور کتنے کلمے بن سکتے ہیں۔
- ''ی'' سے یاسر، یعقوب، یہود وغیرہ بھی بنتے ہیں۔
- ''ع'' سے عرب، عامل، عرفان، عیسیٰ عدالت بھی بنتا ہے۔
- ''ص'' سے صادق، صفحہ، صدر وغیرہ بھی بنتے ہیں۔

۱۱۔ ذوالجناح کے بارے شرف الدین کا موقف

- عقائد و رسومات شیعہ ص ۷۷ پر لکھتے ہیں۔
- ''ہندوؤں سے حیوانات کی تقدیس و احترام کو لیا ہے ہندو گائے کا احترام کرتے ہیں جبکہ یہ لوگ گھوڑے کا احترام کرتے ہیں یہ امام حسینؑ کی سواری کی شبیہہ جو چند لمحے کے لیے بناتے ہیں اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اس کے مداح اور ثنا خوان بھی رہتے ہیں''۔
- اس ضمن میں لکھتے ہیں ''پوری دنیا میں جہاں جہاں اس گھوڑے کی شبیہہ نکلتی ہے وہاں اسے چند گھنٹوں کے لیے استعمال میں رکھا جاتا ہے لیکن برصغیر کے عزاداروں کو اس شبیہہ سے اتنا لگاؤ ہے یا یہ ان کے حیوان پرست ہمسایوں کی صحبت کا اثر ہے کہ

انہوں نے اسے اتنا مقام واعزاز دیا جو کسی عالم و عابد کو بھی حاصل نہیں ہوا۔

۞ اس کے لیے املاک جائداد و خادم وغیرہ وقف کرنا اپنی جگہ پر ایک موضوع ہے۔

۞ اس سے حاجتیں مانگنا اس وقت کا اہم موضوع ہے۔

۞ اسی طرح اس کے بت بنا کر امام بارگاہوں اور مسجدوں میں رکھنا ایک نیا موضوع ہے۔

۞ پھر ص ۱۲۲ پر ایک شر انگیز طریقہ اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۞ "ویسے تو حضرت عائشہ کا نام آتے ہی ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں لیکن اپنے گھوڑے کی دلیل کے لیے یہ بڑے زور و شور سے ان کا نام لیتے ہیں تا کہ انکی گھوڑا پرستی ثابت ہو جائے"۔

۞ آگے ص ۱۲۲ پر ہی لکھتے ہیں۔

۞ "یہ گھوڑا وفادار ہے اس لحاظ سے ہمیں اس کا احترام کرنا چاہیے"۔

۞ اس منطق میں کسی قسم کا وزن نہیں کیونکہ ہر گھوڑا اپنے مالک کے لیے وفادار ہوتا ہے جس گھوڑے پر امامؑ سوار تھے وہ ان کے لیے وفادار تھا اور جس گھوڑے پر قاتل امام سوار تھا وہ اس کے لیے وفادار تھا۔

۞ عمر سعد، شمر ابن ذی الجوشن، حصین ابن نمیر اور حجاج بن یوسف ...... اور اس صدی کے قاتلان ہادیان صدام، ہٹلر ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے گھوڑے کیا ان کے وفادار نہیں؟ کیا انہوں نے ان کی شکایت کی ہے؟

۞ آگے ص ۱۲۲ پر لکھتے ہیں۔

۞ "اس گھوڑے میں ایک خاص صفت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے اسے اتنی قدر و

منزلت حاصل ہے اس کے لیے لاکھوں کی جائیداد وقف کی جاتی ہیں اس کے سامنے نذریں پیش کی جاتی ہیں وہ صفت یہ ہے کہ اس نے لوگوں کی نظروں کو امام حسینؑ سے موڑ کر اپنی طرف جذب کیا ہے''۔

❁ پھر آگے ص ۱۲۳، ۱۲۴ پر لکھتے ہیں۔

❁ ''دنیا بھر کے اہل تشیع سے تعلق رکھنے والوں سے ہٹ کر ہمارے خطے کے اہل تشیع نے امام حسینؑ کے نام سے منسوب گھوڑے کو ایک مقام ومنزلت دی ہے اور اسے خاص ذوالجناح کے نام سے نوازا ہے اس کے بارے میں عقل وشریعت، قرآن و سنت اور فقہائے عظام کے رسالہ عملیہ میں کسی بھی جگہ کوئی سند نہیں ملتی اہل بیتؑ سے تعلق کا شرف وافتخار رکھنے والوں کے چہرہ سے اس بدنما داغ کو دھونے کے لیے اس سواری کے بارے میں چند زاویوں سے بحث وگفتگو کی ضرورت ہے''۔

❁ ص ۱۲۵ پر لکھتے ہیں ''ذوالجناح یعنی صاحب پر'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سواری صاحب پر (اُڑنے والی) تھی اس نام سے امامؑ کی سواری کا ذکر تاریخی مقاتل میں کہیں بھی نہیں ملتا بلکہ ایسا گھوڑا جو صاحب پر ہو اور اُڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو نہ صرف کربلا بلکہ کسی بھی جنگ میں اس سواری کا کوئی ذکر نہیں ہاں ایسی سواری جو اُڑنے والی ہو اس کا ذکر کہانیوں اور افسانوں میں ضرور ملتا ہے''۔

❁ اس ص پر آگے لکھتے ہیں ''ہمارے خطے میں جو مقام ومنزلت اس گھوڑے کو دیا گیا ہے وہ مافوق العقل وشریعت ہے بعض اس کی سند میں مختلف منطق پیش کرتے ہیں جو اپنی جگہ مکڑی کے جال سے بھی کمزور ہیں''۔

❁ ص ۱۲۷ پر لکھتے ہیں ''جس بچے کو رسول اللہؐ نے اپنی طرف نسبت دی تھی وہ بیٹا ان

سے منسوب نہ ہو سکا تو ہمارا کسی حیوان کو امامؑ کی طرف نسبت دینے سے وہ کیسے منسوب ہو سکتا ہے؟ ادیان سماوی میں تمام انبیاء سے لے کر پیغمبر اکرمؐ تک خاص کر اسلام میں کسی مرنے والے حیوان کی نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی دلیل و منطق نہیں ملتی لیکن یہاں اس کی تجہیز و تدفین کا اہتمام ہوتا ہے"۔

۞ حیات و قیام حضرت امام حسینؑ کے ص ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

۞ "سرمایہ و دولت کے حوالہ سے اگر دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ دیگر آئمہؑ کی نسبت امام حسینؑ سب سے زیادہ غنی اور صاحب ثروت ہیں آپؑ کے نام سے نہ جانے کتنی املاک ہیں؟ صرف یہی نہیں بلکہ آپؑ کے نام سے منسوب حیوانات کے موقوفات بھی ہیں جن کی ملکیت کا اندازہ کرنا مشکل ہے حالانکہ شریعت کے اعتبار سے یہ صحیح نہیں ہے"۔

۞ عقائد و رسومات شیعہ ص ۱۶۲، ۱۶۳ پر لکھتے ہیں۔

۞ "اگر آپ ملک کے گوشہ و کنار میں نظر دوڑائیں تو آپ مشاہدہ کریں گے کہ کتنی ہی املاک ایسی ہیں جو امام حسینؑ کے گھوڑے کے نام سے وقف ہیں سوچنے کی بات ہے کہ آیا ان املاک کا مالک گھوڑا ہے؟ یا کوئی اور جو اسکی طرف سے جائیداد پر قابض ہے؟ اگر یہ چیزیں کسی کے قبضے میں نہیں ہیں تو پھر ان کا مصرف کیا ہے؟ کیا ان حالات میں ہزاروں کروڑوں کی املاک غیر شرعی مصارف میں ضائع نہیں ہو رہی؟"

۱۲۔ مرجعیت پر اعتراضات

انتخاب مصائب کے ص ۲۹ پر لکھتے ہیں

"فقہاء و مجتہدین مثل آئمہ معصومینؑ نہیں ہیں کہ ہر علم پر انہیں مکمل احاطہ حاصل ہو ......ان کے اجتہاد کا دائرہ فقہ ہے تاریخ نہیں...... لہٰذا ان کا ان مسائل میں نہ بولنا ان باتوں کی صحت کی دلیل نہیں ہوسکتا اگر فقہاء و مجتہدین جانتے ہوئے بھی کسی مصلحت کی بنا پر ان مسائل کو نظر انداز کریں تب بھی یہ کہنا کسی طور پر درست نہیں کہ ہمیں بھی انکے عمل کی تاسی کرنا چاہیے کیونکہ کسی بھی مجتہد و فقیہ نے کبھی بھی اپنے قول و فعل و تقریر کو حجت قرار نہیں دیا ہے...... یہ بات صرف آئمہ معصومینؑ کے لئے صادق ہے اور انہی تک محدود ہے"۔

مرجع تقلید مرد ہونا چاہیے یعنی عورت کی تقلید کرنا جائز نہیں یہ شرط چند لحاظ سے مخدوش ہے۔ ضرورت تقلید کی بنیادی دلیل سیرت عقلاء پر مبنی ہے لہٰذا اس کے بعد اس شرط کو کوئی وزن نہیں رہتا کیونکہ عقلاء عام طور پر درپیش مسائل میں کسی جاننے والے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس میں مرد عورت کے فرق کا خیال نہیں رکھا جاتا اگر ان علوم میں مہارت رکھتی ہے مثلاً طب، ریاضی، فزکس وغیرہ اگر ان علوم سے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو تو بغیر کسی تردد کے اسکی طرف رجوع کرتے ہیں لہٰذا احکام شرعیہ زندگی کی دوسری ضروریات سے مختلف نہیں ہیں لہٰذا احکام شرعیہ میں ماہر صرف مرد کو قرار دیئے جانے کی کوئی منطق نہیں ہے (افق گفتگو ص ۱۲۹)

کتاب الندوہ (محاضرات) میں آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ نے کہ آیت اللہ شیخ محمد حسین اصفہانی کی کتاب تقلید و اجتہاد آیت اللہ محسن الحکیم کی کتاب مستمسک اور آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی کی تقریرات التنقید میں تینوں سے نقل کیا ہے کہ مرجع تقلید صرف مرد ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے سوائے اسکے عورت پردے میں رہتی ہے لہٰذا

ان سے رجوع مشکل ہے لیکن قارئین کرام جہاں مردوں کا عورت کی طرف رجوع کرنا مشکل ہے وہاں عورت کا مرد کی طرف رجوع کرنا مشکل ہے لہٰذا ایک طرف کی مشکل کا خیال رکھ کر دوسری طرف کی مشکل کو نظر انداز کرنا خارج از انصاف ہے (افق گفتگو ص ۱۳۰)

۞ مراجع عظام کی طرف سے آنے والے نمائندہ وفد جو اپنے ساتھ رسالہ عملیہ، مرجع اعلیٰ کی رنگین عکس اور سابقہ سوانح حیات وغیرہ بطور تحفہ لے کر آتے ہیں کیا یہ عمل ترویج دین کا حصہ ہے یا خواہشات نفسانی میں شمار ہوتا ہے (افق گفتگو ص ۱۳۴)

۞ تاریخ میں ایسے بہت سے مجتہدین ملیں گے جنہوں نے حکمرانوں کی خواہشات کے مطابق فتاویٰ صادر کیئے (افق گفتگو ص ۱۷۷)

۞ بعض مجتہدین نے اپنے پاس جمع شدہ وجوہات شرعی سے ایک فاؤنڈیشن قائم کی یا اپنے عزیزوں میں سے کسی کو منصب اجتہاد پر نصب کرنے کے لئے خرچ کیا (افق گفتگو ص ۱۷۸)

۞ مراجع رحلت کر جاتے ہیں اور رسالہ عملیہ پر اسی شکل و انداز طور طریقہ پر نئے مرجع کا نام علی الاحوط و علی الاقویٰ اضافہ ہوتا رہتا ہے (افق گفتگو ص ۱۹۵)

۞ مراجع حضرات نے خمس دینے والے سرمایہ داروں کی خوشنودی کی خاطر ان کے اجازے جاری کرنا شروع کر دیئے اور آئے دن مدارس کی تعداد میں اضافہ کرتے رہے اور ان کو اندر سے دین سے خالی رکھا (افق گفتگو ص ۵۰۷)

۞ خمس کو مرجع تقلید کے تصرف میں گردانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ صارفین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے دو تین گنا زیادہ عاملین پر خرچ ہو رہا ہے (افق گفتگو ص ۵۰۴)

❁ خمس کی رقم گھوم پھر کر دوبارہ سرمایہ داروں کی جیبوں میں ہی جا رہی ہے (افق گفتگو ص۵۰۴)

❁ خمس کو مالِ امامؑ کہتے ہیں اور مالِ امامؑ کا مقصد و ماخذ تاجر اور صاحب ثروت لوگ ہیں خمس جب ان کے ہاتھوں سے نکلتا ہے تو درمیانی واسطوں میں کاٹ چھانٹ کمیشن اور حق زحمت وغیرہ نکالنے کے بعد جو بچتا ہے وہ دریا کے تھوڑے سے پانی کی طرح رہ جاتا ہے اور یہ بچا کھچا مالِ امامؑ کے کھاتے میں جاتا ہے (افق گفتگو ص۵۰۵)

❁ اب خمس کے استعمال میں مرجع تقلید کی بدنظمی اور اختیارات کے غلط استعمال کی وجہ سے حوزہ میں بھی نیشنل ازم سرایت کر گئی (افق گفتگو ص۴۹۸)

❁ آج کے مجتہدین ایک مرتبہ اپنی تحقیق کی بنیاد پر فتویٰ جاری کرتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد لوگوں کے دباؤ میں آ کر فتویٰ بدل دیتے ہیں (افق گفتگو ص۴۹۹)

❁ بزرگ مجتہدین کے بیٹے، پوتے اور مصاحبین اس بے نظمی سے فائدہ اٹھا کر خمس کا روپیہ اس طرح سے تصرف میں لے آتے ہیں کہ برسوں خوب اللے تللے سے خرچ کرتے رہتے ہیں اور پھر بھی ختم نہیں ہوتا۔

❁ ایک مانے ہوئے مجتہد نے اپنے درس میں فرمایا کہ سوائے احکام فقہ کے دیگر مسائل میں روایات کی تحقیق ضروری نہیں ہے (افق گفتگو ص۵۰۲)

❁ نظام اجتہاد و تقلید میں نیشنلزم (قوم پرستی) کا سرایت کر جانا ایک عرصہ سے مراجع تقلید کی تمیز عنصری کی روایت چلی آ رہی تھی لیکن اس پر کسی نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

❁ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا اور خمس کے استعمال میں مرجع تقلید کی بدنظمی اور اختیارات کے غلط استعمال کی وجہ سے حوزہ میں بھی نیشنل ازم سرایت کر گئی حوزہ میں

موجودطلاب میں علاقائی مرجع تقلید کی سوچ نے جنم لیااور انہوں نے اسکا پرچار کرنا شروع کردیا (افق گفتگو ص ۴۹۸)

۞ میرے خیال میں تمام مشکلات اور خامیوں کی اصل اور بنیادی وجہ مالی نظام اور علماء کا روزی حاصل کرنے کا طریقہ ہے تمام خرابیوں کی علت العلل سم امامؑ ہے (افق گفتگو ص ۴۹۷)

۞ اپنے علاقہ کے لوگوں کو اپنے ہی علاقہ کے مجتہد کو ترجیح دینا چاہیے (افق گفتگو ص ۴۹۸)

۞ اگر مرکز میں دس مراجع تقلید ہیں تو ہر شہر میں کم از کم دس وکلاء ہوں گے اور وکلاء کے انتخاب کی بنیاد علمی صلاحیت اور اہل بیتؑ نہیں بلکہ خمس جمع کرنے کی اہل بیتؑ اور صلاحیت اس کی بنیاد بنے گی (افق گفتگو ص ۵۰۱)

۞ مراجعین کے نمائندگان دوسرے مجتہدین کی ترویج کرنے والوں کو شریعت کی حدود سے باہر اور فاسق وفاجر گردانتے ہیں اس فکر کے اثرات امور اجتماعی وسیاسی تک سرایت کر چکے ہیں جس کی واضح مثال مسئلہ "رویت ہلال" ہے (افق گفتگو ص ۵۰۱)

۱۳۔ مدارس دینیہ پر بیہودہ الزامات

قرآن سے پوچھو کے ص ۳۵ پر لکھتے ہیں

۞ مدارس دینی میں انگریزی زبان، عربی بول چال یا کمپیوٹر کو مقام واہمیت دینا اس منطق کے تحت کہ مدارس سے فارغ ہونے کے بعد بے روزگار نہ رہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مدارس دینی کا بورڈ صرف مالِ امام کھینچنے کے لئے ہے نہ کہ دین سکھانے

کیلئے۔

۞ عقائدورسومات شیعہ ص ۱۲ پر لکھتے ہیں

۞ ''دینی درسگاہوں میں ہر قسم کا علم سیکھنے کی آزادی ہے لیکن صرف ، عقائد، تفسیر قرآن اور علم الحدیث پر پابندی ہے۔

۞ عقائدورسومات شیعہ ص ۹ پر لکھتے ہیں

۞ ''ہم نے حوزات علمیہ میں پڑھنے والے لائق وقابل طالب علموں کی تبلیغ وارشاد کا بندوبست کرنے کی درخواست کی انہیں قرآن وسنت اور سیرت معصومینؑ سے آراستہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن انہوں نے یہاں کی خرافاتی کیسٹیں وہاں منگوائیں اور انکو وہاں کے قصے کہانیاں اور خوابوں سے مرتب کر کے یہاں دھرانے کا اہتمام کیا ہے

۞ عقائدورسومات شیعہ کے ص ۶ پر لکھتے ہیں

۞ ''اس طرح میرے وہ اعزا واقرباء جن سے اس ادارے کے بارے میں امیدیں وابستہ ہیں وہ بھی انہی حوزات علمیہ کی پیداوار ہیں وہ ان حوزات کی ثقافت اور تصورات کے خول سے شاید نجات حاصل نہ کرسکیں یا ایسی جرأت نہ کرسکیں اسی طرح بعض کی ابھی تک اس مشن سے وابستگی قائم نہیں ہوئی شاید وہ ان افراد کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جائیں''۔

۞ مدارس دینی اور حوزات علمیہ کے ص ۱۲۵ پر لکھتے ہیں

۞ آجکل مدارس دینی میں مندرجہ ذیل مظاہر پائے جاتے ہیں طالب علم مدرسہ میں ورزش کے نام سے والی بال کھیلیں جدید تعلیم کے بہانے انٹرنیٹ، کمپیوٹر پر گیم اور فلم دیکھیں اور باہر جا کر ٹیوشن پڑھائیں۔

۞ ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں ''عمارتوں کی چمک بلند میناروں کی جھلک اور طلباء کے ذہن عقائد واحکام دین سے خالی ہیں''

۞ مدارس دینی اور حوزات علمیہ ص ۲۰ پر لکھتے ہیں

۞ تاہم علماء وفقہاء سوال واستعمار، نقد وانتقاء سے مافوق نہیں ہیں کہ انکے استحسانات اور ہر قیاسات پر مبنی نئی سنتوں کو من وعن قبول کریں یہ خدشات اسلئے پیدا ہوئے ہیں کہ ایک عرصہ سے ہمارے ہاں بعض علماء اور کچھ خالص افراد فقہاء ومجتہدین پر کساء عصمت چڑھانے کی کوشش کررہے ہیں جسکی کوئی سند نہ تو قرآن اور نہ ہی سنت پیغمبرؐ و سیرت آئمہ معصومینؑ میں ملتی ہے۔

۞ مدارس دینی اور حوزات علمیہ ص ۹ پر لکھتے ہیں

۞ ان مدارس وحوزات میں عقائد اسلام اور اخلاق اسلام نام کی کوئی چیز نہیں نہ یہاں علم دین سکھایا جاتا ہے اور نہ اسکی تبلیغ کا طریقہ کار لہٰذا یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والوں کی شخصیت معاشرے میں چھٹی انگلی کی سی ہے۔

۞ اس سے آگے ص ۱۰ پر لکھتے ہیں

۞ ''ہماری اس حالت زار کو دیکھ کر ہماری نسل نو میں نہ صرف ہماری صنف سے بیزاری ونفرت پیدا ہوتی ہے بلکہ وہ دین ومکتب کے بھی بیزار ہو جاتے ہیں اکثر وبیشتر بلکہ نوے فیصد علماء کرام کی اولادیں دین ومذہب سے دور ہیں''۔

۞ ملک کے اکثر وبیشتر بلکہ اسی (۸۰) فیصد مساجد امام جمعہ وجماعت کی جگہ پر قابض لوگوں کے پاس کسی قسم کے علوم دینی کی سند نہیں ہے (افق گفتگو ص ۲۸۲)

۞ ان مدارس وحوزات میں عقائد واسلام نام کی کوئی چیز نہیں نہ یہاں علم دین پڑھایا

جاتا ہےاورنہ اس کی تبلیغ کا طریقہ......الخ (مدارس دینی ص۹)

❁ جوسند ان مدارس سے ملتی ہے اسکی حیثیت گداگری کے کشکول کی مانند ہے یہاں سے نکلنے والوں کی زبان میں لکنت ہے اور یہ گونگے پن کا شکار ہیں (مدارس دینی ص۹

❁ کہتے ہیں میری کتابوں سے وہابیوں کو سند ملے گی یہ آپکی انتہائی بے حسی کی نشانی ہے کیونکہ ایامِ عزامیں جھنڈے سے چمٹ کر رونے والے......الخ......آجکل کے زمین اور فضا میں نصب کیمروں میں ریکارڈ ہوکر منظر عام پر آرہے ہیں۔

(مدارس دینی ص۱۵)

❁ میں نہیں چاہتا کہ ایک مدرسہ قائم کرنے کے لئے ذلت برداشت کروں اور پھر آخرت میں درگاہ خداوندی میں اس کا حساب بھی دوں (مدارس دینی ص ۱۷)

❁ ایک عرصہ سے ہمارے ہاں بعض علماء اور کچھ خاص افراد فقہاء ومجتہدین پر کساء عصمت چڑھانے کی کوشش کررہے ہیں (مدارس دینی ص۲۰)

❁ ارباب مدارس کی تمام تر توجہ کثیر رقبہ اور کثیر عمارات کی طرف مبذول رہتی تھی اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے جب بھی کوئی زمیندار اپنی زمین کا کچھ رقبہ دینے کے لئے تیار ہوتو وہاں مدرسہ بن جاتا ہے (مدارس دینی ص۴۶)

❁ ملتان میں ایک درسگاہ جو ایک بزرگ عالم دین زاہد و پرہیزگار حجۃ الاسلام و المسلمین مرحوم گلاب علی شاہ نے قائم کی جو ایک ثمر آور درسگاہ تھی لیکن انکے جانشین اس متواضع درسگاہ پر قانع نہیں ہوئے اور کئی منزلہ جدید تعمیر کی درسگاہ تعمیر کرلی (مدارس دینی ص۴۶)

❁ ہمارے مدارس حوزات میں تفسیر قرآن، روایت شناسی، سیرت انبیاءؑ ومعصومینؑ،

تاریخ اور علم اعتقاد وغیرہ نامی کوئی علم نہیں پڑھایا جاتا (مدارس دینی ص ۴۵)

۞ ہمارے دینی مدارس وحوزات سے فارغ التحصیل حضرات کو آئمہ طاہرینؑ کے بیان مصیبت کے وقت صرف مصائب امام حسینؑ اور بیان فضیلت کے وقت صرف فضائل امام علیؑ ہی نظر آتے ہیں انہیں باقی دس آئمہؑ میں سے کسی امامؑ کے نہ تو مصائب وآلام کا پتہ ہے اور نہ ہی فضائل ومناقب کا...... الخ (مدارس دینی ص ۴۵)

۞ ہمارا افق گفتگوان علمائے برجستہ سے بھی نہیں جو بڑے بڑے حوزات علمیہ سے اعلیٰ علمی درجہ پر فائز ہوئے ہیں لیکن وہ ایک نامعلوم جگہ سے احکام مصلحتی کا فتویٰ صادر فرمانے کی سند لیکر آئے ہیں وہ ایسے احکام مصلحتی کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں جن کی سند نہ تو قرآن میں ملتی ہے نہ سنت میں سوائے رضایت وخوشنودی عوام میں (افق گفتگو ص ۵۰)

۞ مدارس دینی وحوزات کی نگرانی کرنے والے...... یہ حضرات رضائے خدا اور رسول کو پس پشت ڈال کر اپنے اپنے مقام ومنصب اور حیثیت کو بچانے کی فکر میں سرگرداں ہیں اور اپنے غلط موقف پر ڈٹے رہنے کو ہی دینی فتح تصور کرتے ہیں۔

(مدارس دینی ص ۴۹)

۞ سینکڑوں سال بعد ایک شہید مطہریؒ یا ایک خمینیؒ وہاں سے نکلے ہیں سچ تو یہ ہے کہ اس میں بھی حوزہ کا کوئی کردار نہیں بلکہ یہ ان کی ذاتی صلاحیت وقابلیت کا ثمر ہے۔

(مدارس دینی ص ۶۷)

۞ جو لوگ ان مدارس سے ذلت وخواری اور بھیک مانگی ہوئی غذا پر گزارہ کر کے فارغ التحصیل ہوں ان کی باتیں لوگوں پر کیا اثر کریں گی (ص ۱۵۱)

۞ مدارس دینی کے طلبہ کے لئے کم از کم ذہنی آزمائش ...... کیلئے شطرنج کا بندوبست

بھی بہت ضروری ہے (ص ۱۵۴)

❁ ہر عالم کے لئے ایک مدرسہ ہونا چاہیے تا کہ وہ خود مختیار ہو اور کسی کا محتاج نہ ہو جس طرح ہر مرجع کیلئے ایک حسینیہ ہوتا ہے (مدارس دینی ص ۱۴۶)

❁ کئی ارباب مدارس وحوزات علمیہ کئی ملین رقوم کو اینٹ بجری سریا اور سیمنٹ وغیرہ کی صورت میں ذخیرہ اندوزی کرنے کے مصداق آیہ کنز بنے ہیں (مدارس دینی ص ۱۴۴)

❁ اکثر وبیشتر بلکہ نوے فیصد علماء کرام کی اولادیں دین ومذہب سے دور ہیں۔

(مدارس دینی ص ۹)

❁ تصور ''اللہ'' ان مدارس دینی کے بانیان، اساتذہ بزرگ اور اس چاردیواری میں محصورین طالب علموں میں سوائے اذان واقامت کے علاوہ ان کے تکیہ کلام میں ''اللہ'' کا تصور نہ دیکھنے میں ملے گا اور نہ ہی سننے میں......اس ماحول میں یہ حضرات اپنے سے بالاتر ہستی کو تصور میں لاتے ہی نہیں بلکہ انکی زیادہ تر توجہ لوگوں کی خوشامد اور تعریف پر مبذول رہتی ہے یہ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ لوگ کیا پسند کرتے ہیں آیا بلند قامت والے ایسے پرچم بنائے جائیں جن کے نیچے موم بتیاں جلتی ہوں یا کمپیوٹر نصب کئے جائیں غرض ان کی بنیادی توجہ رضایت الخلق ہے خالق یہاں سے غائب ہے ((مدارس دینی ص ۱۰۸)

❁ آجکل مدارس دینی میں ورزش کے نام پر والی بال، جدید تعلیم کے بہانے کمپیوٹر پر گیم اور باہر جا کر ٹیوشن پڑھانا ہے (مدارس دینی ص ۱۲۵)

❁ مراجع عظام اور ان کے نمائندے جو اجازت نامے جاری کرتے ہیں یا ان مروجہ علوم کے اداروں کی جو معاونت کی جاتی ہے شاید اتنی معاونت دینی مدارس کو سالوں

میں بھی نہ ملتی ہو(مدارس دینی ص۶۹)

❁ بانی مدارس دینی اور مذہبی اہداف نہیں رکھتے بلکہ ان کا مقصد کچھ لوگوں کو تعلیم حاصل کرتے ہوئے دکھانا ہے(مدارس دینی ص۷۵)

❁ انکا مقصد مدرسہ کو بنیاد بنا کر چندے، خیرات، وجوبات شرعی وغیرہ کو حاصل کرنا ہے(مدارس دینی ص۱۲۰)

❁ اساتیذ آبروئے اسلام کی خاطر مرغی کھانے اور طلبہ کے لئے دال اور سبزی پر گزارہ کرنے کی تاکید کی جاتی ہے(مدارس دینی ص۱۲۶)

❁ مدارس اور حوزہ ہائے علمیہ سے اگر کسی وقت بھی کوئی خطیب یا مقرر ظاہر بھی ہوا تو اپنی خداداد صلاحیتوں اور ذاتی کوششوں کی بنا پر ہوا اداروں کا کوئی کردار نہیں (مدارس دینی ص۶۷)

❁ نماز با جماعت، مدارس دینیہ کے مدرسین کی اجرت تدریس، اموات کی تجہیز و تکفین، غسل میت، دفن میت وغیرہ کیلئے اجرت طلب کرنا حرام ہے...... بتائیں وہ کون سے امام جماعت ہیں جو بغیر پیسہ کے جماعت پڑھاتے ہیں؟ کہاں غسل وکفن تجہیز و تکفین بلا معاوضہ ہوتی ہے؟ کونسے مدرسہ کے اساتذہ بغیر شہریہ کے یہ خدمت انجام دیتے ہیں (مثالی عزاداری ص۷۰)

❁ لوگوں کو حلال وحرام کے مسائل بتانا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو لوگوں کو توضیح المسائل بھی بلا قیمت ملنی چاہیے(مثالی عزاداری ص۷۰)

❁ یہ علماء ان مدارس و درسگاہوں سے تعلیم یافتہ ہیں جن میں درس قرآنی نامی کوئی نصاب نہیں (قرآن سے پوچھو ص۱۶۱)

مدارس سے بار بار فیل ہونے والے......علماء کے لباس میں لوگوں کے سامنے آ جاتے ہیں تو کوئی ان کی بات نہیں سنتا (قرآن سے پوچھو ص ۱۷)

۱۴۔شرف الدین کی علم نبیؐ کے بارے گستاخی

عقائد ورسومات کے صفحہ ۹۷ کے آخر میں لکھتے ہیں

شرف الدین نبی اکرمؐ اور آئمہ سے علم غیب کی نفی کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں

''یہاں تک خداوند متعال سے فرمایا آپ ان باتوں کو نہیں جانتے لیکن ہم انہیں جانتے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میں نہیں جانتا کل تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور ہمارے ساتھ کیا ہوگا......(اس حوالے سے قرآن مجید کی بعض آیتوں کا سہارا لیا ہے) آگے لکھتے ہیں

''خداوند عالم نے نبی اکرمؐ کو اسی علم سے مسلح کیا جس کیلئے انہیں مبعوث کیا گیا وہ علم، علم شریعت ہے تنہا علم شریعت میں پیغمبر اکرمؐ سے لاعلمی کو رفع کیا گیا ہے نہ کہ دیگر علوم وفنون میں''۔

اختتامیہ

بے وارث تو نہیں فاطمہ زہراؑ کا قبیلہ

ہم نے شرف الدین صاحب کی سترہ کتابوں میں پھیلی ہوئی گفتگو کا خلاصہ صحیفہ حقائق کی پہلی جلد کے آخر میں دے دیا ہے تا کہ قارئین کو ایک نظر میں شرف الدین صاحب کے خیالات ونظریات وعقائد کا اندازہ ہوجائے نیز صاحبان علم و دانش کی توجہ مبذول کرانا بھی مقصود ہے کہ وہ اس قسم کے خیالات ونظریات و عقائد کے بارے حق قلم ادا کریں اور شیعیان حیدر کرار کو راہِ حق سے بھٹکنے سے بچائیں

ہم اپنے قارئین کو یقین دلاتے ہیں کہ شرف الدین کی طرف سے مذہب شیعہ کو بدنام کرنے کیلئے جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اسکی ہر تحریر کا باسند اور باحوالہ آئندہ جلدوں میں جواب دیں گے اور کسی قسم کی تشنگی باقی نہیں چھوڑی جائے گی۔

البتہ ہم نہ تو عصمت کے دعویدار ہیں اور نہ ہی ہم اپنے بارے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہم سے بڑھ کر کوئی اور صاحب فکر اور صاحب تحقیق نہیں ......ہم نے جو کچھ در باب علم نبی سے فیض حاصل کیا اسی کے صدقے شیعیان حیدر کرار کو ولایت علی کی دہلیز پر قائم ودائم رکھنے کیلئے اور انکے ایمانی جذبوں کو جلاء بخشنے کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے شیعہ مذہب کے مسلمہ نظریات اور عقائد کو مستند حوالوں کیساتھ پیش کر دیا ہے.....توقع ہے کہ ہماری یہ کوشش جناب سیدہ زہراء (سلام اللہ علیہا) کی بارگاہ میں درجہ قبولیت پائے گی اور خداوند سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت ولی

العصر (ع) کے مشن کے مبلغین ومروجین ومعلمین سے قرار دے۔

اگر ہمارے معزز قارئین کو کسی تحریر کے بارے کوئی ابہام ہو تو وہ ہمیں آگاہ کریں تاکہ آئندہ جلدوں میں اسے دور کیا جا سکے۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد والعن اعداء محمدو آل محمد وعجل فرج محمدو آل محمد بظھور قائمھم (علیہ السلام)

❁ میرے قتل کی پاداش میں اللہ تعالی بنی امیہ کو ایسی ذلت دے گا جس میں سب شامل ہوں گے...... حضرت امام حسینؑ

❁ اگر دنیا میں میرے لیے کوئی پناہ گاہ نہ ہو تب بھی میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا ...... حضرت امام حسینؑ

❁ اس قوم کے متعلق کیا کہتے ہو جس نے ہمیں ناناؐ کے مزار سے نکلنے پر مجبور کر دیا؟...... حضرت امام حسینؑ

❁ مجھ سے اتنی دور چلے جاؤ کہ میری صدائے استغاثہ نہ سن سکو۔ ورنہ تم پر عذاب الہی نازل ہوگا...... حضرت امام حسینؑ

❁ میرے قتل سے اللہ تعالی تمہارے دردناک عذاب میں اضافہ کرتا رہے گا...... حضرت امام حسینؑ

❁ غیرت مند آدمی ہمیں اپنی جان پر ترجیح دیتا ہے...... حضرت امام حسینؑ

حضرت امام رضاؑ کمپلیکس کی تعمیر میں حصہ لیں

لیہ جھنگ روڈ چوک اعظم لب سڑک علی ٹاؤن میں ۲۲ کنال رقبہ پر امام رضا کمپلیکس کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے مخیر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے کہ وہ اس عظیم الشان کمپلیکس کی تعمیر میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

کمپلیکس کے زیر تعمیر شعبہ جات

ا۔ مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام

۱۱ جولائی ۲۰۰۴ء کو علامہ سید افتخار حسین النقوی نے اپنے دست مبارک سے اس کی تعمیر کا آغاز کیا۔

۲۔ مدرسۃ الجواد تحفیظ القرآن: ۱۲ کمروں پر مشتمل ہوگا۔

۳۔ مرکز برائے تربیت مبلغین: ۱۲ کمروں پر مشتمل ہوگا۔

۴۔ مدرسۃ المعصومۃ برائے خواتین: ۱۲ کمروں پر مشتمل ہوگا۔

۵۔ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ:

سہم امامؑ، زکات، صدقات، عطیات اس عظیم کمپلیکس کی تعمیر کیلئے دے سکتے ہیں۔

اپیل کنندہ: علامہ سید افتخار حسین النقوی النجفی

سربراہ IKC وسرپرست امام رضا کمپلیکس

اکاؤنٹ نمبر حبیب بینک چوک اعظم لیہ

فون 0459-392484-392264 ای میل almahdi_14@hotmail.com